

کتاب

القرآن خلف الامام
تصنيف

امام ابو بکر محمد بن حسين بن علي البیهقي ۴۵۸

ترجمہ
خالد گھر جاگھی

ادارہ اچھا آئینہ

گھر جاگھی ضلع کوجرانوالہ



DATA ENTERED

✓
۳۹۷۶۸۶
ب ۹۹۵ ک
۱۷۲۱۷

امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی البہقی
خالد گھر جاگھی
ادارہ اہیاء السنۃ - گھر جاگھ (گوبرانوالہ)
مولانا خالد بن مولانا نور حسین گرجاگھی
۲۰ × ۲۶ - ۱۸۸ سفید کاغذ
۶/- روپے
مکمل بک ڈپو - گوبرانوالہ

تصنیف
ترجمہ
ناشر
طابع
صفحات
قیمت
ملز کا پتہ

اشرف پریس لاہور

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳	دیباچہ		پڑھیں ان میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی
۱۷	سورہ فاتحہ ہر رکعت میں ہر ایک پر پڑھنا ^{جب}	۲۲	ابو ہریرہ کا قول کہ نماز میں صرف الحمد کافی ہے اگر زیادہ ہو جائے تو بہتر ہے۔
"	فاقر و اتیسرے رات کے قیام کا وجوب		
	منسوخ ہوا	۲۳	اگر صرف سورہ فاتحہ ہی یاد ہو تو کافی ہے
۱۸	اس آیت میں قرآن کا معنی نماز ہے۔	۲۴	لاصلوۃ الا لبقائتہ الکتاب امام اور مقتدی کے
"	قرآن الفجر کا معنی صلوۃ الفجر ہے		لکے عام ہے۔
"	جماعت کی نماز کی تفصیلت	"	نباذہ کی حدیث کہ جو آدمی سورہ فاتحہ نہ پڑھے
۱۹	مستی الصلوۃ کے قصہ میں ابو ہریرہ ^{رضی} اور ابو رقا ^{رضی}	"	اس کی نماز نہیں ہوتی اور اس کے مختلف طرق۔
	کی حدیثیں	۲۲	نباذہ کی حدیث کہ جو الحمد پر کچھ زیادہ پڑھی نہ
۲۰	عہد نبوت سے لیکر آج تک نماز الحمد سے		پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔
	شروع کی جاتی رہی ہے۔	"	فضاعد کے لفظ میں معمر کی کسی نے تلاوت
۲۰	ابن عباس ^{رضی} مائیسر سے مراد فاتحہ سے علاوہ قرأت پڑھتے		انہیں کی۔
۲۱	فاقر و اتیسرے فاتحہ کا وجوب منسوخ نہیں ہوا۔	"	اگر فضا عدائے لفظ صحیح ہوں تو ان کا مطلب
"	سورہ فاتحہ متعین کرنے سے قرآن کا نسخ		کیا ہے؟
	ثابت نہیں ہوتا	۲۵	ابو سعید خدری کی حدیث کہ آنحضرت نے
۲۲	قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اگر فاتحہ		ہم کو فاتحہ اور تیسرے پڑھنے کا حکم دیا۔
	پڑھ لی جائے تو کفایت کر جاتی ہے۔	۲۶	پھر دو رکعت پر سلام ہے۔ امام ابو حنیفہ
"	ابو امامہ کی حدیث کیا ہر نماز میں قرأت		سے اس کی تفسیر
	واجب ہے؟	"	حضرت بلال کی حدیث کہ مجھ سے آنحضرت نے
"	ابن عباس کی حدیث کہ آنحضرت نے ^{رضی} زور کنتیں		حکم دیا کہ میں مدینہ میں نہادی کروں کہ سورہ

۲۸	امام کے دو سکتے ہیں ان کو غنیمت سمجھو۔	فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اس کے طرق۔
۲۹	فاتحہ کی تقسیم میں جاہلین عبد اللہ کی حدیث حضرت عائشہ کی حدیث کہ جو نماز میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نامکمل ہے۔	اسی مضمون کی ابو ہریرہ کی حدیث ابو ہریرہ کی حدیث کہ الحمد کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔
۳۰	اسی مضمون کی حضرت علی کی حدیث	سفیان ثوری اور یحییٰ قطانی کی حدیث کی
۳۱	اسی مضمون کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده کی حدیث	تذیب صحیح
۳۲	اسی مضمون کی ابن عمر کی حدیث	جاہلین عبد اللہ کی حدیث کہ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔
۳۳	ابن عمر کی حدیث کہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔	صحابی کا قول کہ ہم ایسا کہا کرتے تھے یا ہمارا یہ خیال تھا۔
۳۴	پھر نماز ہی اپنی نماز الحمد سے شروع کرتا ہے۔	اس حدیث کے طرق کہ جس نماز میں الحمد نہ پڑھی جائے وہ نامکمل ہے۔
۳۵	سورہ فاتحہ کی تفصیلت	حدیث بیان کرنے والے نے یہ مطلب بیان کیا کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا سب پر واجب ہے
۳۶	اگر آنحضرت کسی کو بلائیں تو اسے فوراً حاضر ہونا چاہئے اگرچہ وہ نماز میں ہو۔	اپنے دل میں پڑھ کا مطلب
۳۷	ابن کعب کی حدیث کہ الحمد امام مقتدی پر واجب ہے	الفاظ پڑھے بغیر صرف تصور کرنے سے اس کی تعمیل نہ ہوگی۔
۳۸	مقتدی پر الحمد واجب ہونے کی حدیثیں	حدیث میں قتیبہ کا وہیم
۳۹	عبادہ بن صامت کی حدیث کے طرق	خدا ج وہ نقصان سے جس کے ساتھ نماز کا نام نہ دے سکے۔
۴۰	محمد بن اسحاق کی توثیق	جب بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے یہ زیادت صرف ابن سہمان سے مروی ہے۔
۴۱	یہ حدیث کہ جب جمعہ کے دن کوئی سو جائے	
۴۲	یہ حدیث کہ جو تھر مگاہ کھائے لکھائے	
۴۳	ابن مدینہ کتاب میں لکھی ہوئی حدیث کی روایت جائز سمجھتے ہیں۔	

۴۹	محمد بن اسحاق کی حدیث کہ جو الحمد نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی کے توابع	۶۳	آنحضرت نے بلند آواز سے قراءت کو ناپسند کیا نہ کہ اصل قراءت کو
۵۰	اس حدیث کے طرق کہ امام کے پیچھے الحمد کے سو اچھے نہ پڑھو	۶۴	مقتدی کو الحمد پڑھنا چاہئے۔
۵۲	لکھنؤ، محمود بن ربيع اور تافع بن محمود بن ربيع دونوں کا شاگرد ہے۔	۶۵	مقتدی کو باتوں سے روکا گیا ہے نہ کہ قراءت سے نماز، تسبیح، تکبیر اور تلاوت قرآن کا نام ہے۔
۵۳	یہ حدیث کہ مقتدی الحمد کے سو اچھے نہ پڑھے کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی	۶۶	نمازی اپنے رب سے متاجارہ کرتا ہے اور متاجرات چپ رہنے سے نہیں ہوتی۔
۵۶	عبادہ بن صامت کی فضیلت	۶۷	امام کی قراءت مقتدی کی قراءت نہیں ہے ہر آدمی اپنی اپنی نماز پڑھتا ہے۔
۵۷	انسؓ کی حدیث کہ دل میں الحمد پڑھو	۶۸	میں تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جو کچھ امام کرے وہ تم بھی کر دو کیونکہ امام خدا من ہے جسکو قرآن یاد نہیں تھا اس کو آنحضرت نے اس کی جگہ دعائیں مانگنے کا حکم دیا یہ نہ کہا کہ چپ کیے کھڑے رہو۔
۵۸	یوسف بن عدی کی غلطی	۶۹	معدور کے لیے قرآن کا بدل اثر حضرت عمر رضی
۶۰	ابو قتلابہ عبد اللہ بن زید جرحی کی فضیلت	۷۰	اثر حضرت علی رضی
۶۱	ہمران کی حدیث کہ جو امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھے اس کی نماز مردہ ہے۔	۷۱	اثر ابی بن کعب رضی
۶۲	ایک نامعلوم صحابی کی حدیث کہ الحمد کے سو اچھے نہ پڑھو۔	۷۲	اثر عبادہ بن صامت رضی
۶۳	ابو قتلابہؓ کی حدیث کہ الحمد کے سو اچھے نہ پڑھو	۷۳	اثر عبد اللہ بن مسعود رضی
۶۴	ابو امامہؓ کی حدیث کہ جو الحمد نہ پڑھے اس کی نماز مردہ ہے۔	۷۴	اثر ابن عباس رضی
۶۵	عبد اللہ بن عمروؓ کی حدیث کے طرق کہ الحمد کے سو اچھے نہ پڑھو۔	۷۵	اثر ابن عمر رضی
۶۶	سوا اچھے نہ پڑھو۔	۷۶	اثر عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی

۷۳	اثر ابو ہریرہ رض	نماز دوبارہ پڑھے۔
۷۴	اثر حضرت عائشہ رض	۷۸ اوزاعی کا قول کہ امام کو چاہئے کہ اتنی دیر خاموش رہے کہ مقتدی الحمد پڑھ لیں
۷۵	اثر عثمان بن عامر رض	۷۹ ان کے دلائل جو امام کے پیچھے صرف سری نمازوں میں الحمد پڑھنے کے قائل ہیں۔
۷۶	اثر ابو سعید خدری رض	آیت و اذا قرئ القرآن کا نشان نزول
۷۷	اثر حبابہ بن عبد اللہ رض	عبد اللہ بن مفضل کا اثر کہ جب امام پڑھے تو سنو اور خاموش رہو۔
۷۸	اثر ابو الورداء رض	۸۰ عبد اللہ بن عباس کا اثر کہ و اذا قرئ القرآن فرضی نمازوں اور جمعہ اور عیدین کے لیے ہے
۷۹	اثر انس بن مالک رض	۸۱ ابن عباس کا قول کہ اگر ہم امام کی قراءت نہ سنیں تو ہم گدھے سے بھی زیادہ بیوقوف ہیں۔
۸۰	اثر عمران بن حصین رض	امام کے پیچھے ترک قراءت کے متعلق ابن مسعود کا اثر
۸۱	اثر عبد اللہ بن مفضل مرقی رض	اثر محمد بن کعب
۸۲	صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت کے آثار	قول مجاہد رض
۸۳	اثر سعید بن جبیر رض	قول سعید بن مسیب رض
۸۴	اثر عروہ بن زبیر رض	قول حسن بصری رض
۸۵	ابو ہریرہ کے سامنے ابو سلمہ کا یہ کہنا کہ امام کے دو سکتے ہیں۔	قول شعبی رض
۸۶	اثر نیکول رض	زہری کا قول کہ سری نمازوں میں مقتدی پڑھیں
۸۷	اثر حدیث امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے	جہری میں نہ پڑھیں۔
۸۸	شعبی ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا حکم دینے۔	امام شافعی، ابو سعید اور امام بخاری کا قول
۸۹	شعبی کا قول کہ پانچوں نمازوں میں الحمد پڑھو۔	کہ سنی تو وہی چیز جاتی ہے جو بلند آواز سے
۹۰	عبد اللہ بن عمر امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔	
۹۱	مجاہد نے کہا جو امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھے وہ	

کرنا تھا وہ بھی تباہ دیا۔

ان تمام امور کو قبول کرنا چاہئے تاکہ آدمی خدا
ورسول کا صحیح تبلیغ بن سکے نماز میں کلام نہ کرے
اور آہستہ قراءت کرے۔

زید بن اسلم کا قول کہ واذا قرئ القرآن مقتدی
کے لیے ہے۔

القصات کا معنی "خاموشی" کرنا غلط ہے
سکوت آہستہ پڑھنے کا نام ہے۔

وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ امام کے خطبہ شروع
کرنے سے لے کر نماز ختم کرنے تک خاموش
رہے اس کا مطلب یہ ہے لوگوں سے کلام نہ
کرے۔

حضرت علی کا قول کہ مقتدی خاموش رہیں اور
آہستہ پڑھیں۔

یہ قول برا نہیں کہ مقتدی قراءت کے وقت خاموش
رہے اور خاموشی کے وقت پڑھے۔

منکرین قراءت فاتحہ خلف الامام کی تمام دلیلوں
سے تکیہ تحریر اور سورہ فاتحہ کی قراءت کے
درمیان سکتہ اور دو سکتوں والی حدیثیں زیادہ
صحیح ہیں۔

آہستہ پڑھنے سے سماع اور القصات کی خلط
ورزی نہیں ہوتی۔

دو سکتوں والی حدیث

کہی جائے۔

۸۳ سنا ایسی چیز کو جانا ہے جو سننے کے قابل ہو۔
ابن عباس کی اس حدیث کا مطلب کہ جو آدمی
کسی قوم کی بات پر کان رکھے۔

۸۵ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے ان کو روکنے
کے لیے واذا قرئ القرآن نازل ہوئی

ابن عباس کا قول کہ لوگ نماز اور خطبہ میں آواز
بلند کیا کرتے تھے ان کو روکنے کے لیے یہ آیت
نازل ہوئی۔

زہری کا قول۔
قائدہ کا قول کہ یہ آیت نماز میں کلام کرنے سے
روکنے کے لیے نازل ہوئی۔

۸۶ زید بن اسلم کا قول کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے
تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا کے سامنے
خاموشی سے کھڑے ہوا کرو۔

ابن مسعود کا قول کہ میں نماز میں آنحضرت کو سنا
کہہ لیا کرتا تھا۔

۸۸ مقتدی پرفضیت فاتحہ کے متعلق ابن خزیمہ
کا استدلال

نماز میں باتیں کرنا منع ہے قراءت فاتحہ منع نہیں
اگر کوئی آیت کو قراءت فاتحہ پر جمول کرے تو
یہ غلط ہے۔

رسول اللہ نے جو کرنا تھا وہ بھی تباہ دیا اور جو نہ

۹۵	قراءت خلف الامام کے متعلق سعید بن جبیر کا قول۔	۱۱۱	عروہ کا اثر کہ سری نمازوں میں مقتدی قراءت کرے۔
۹۶	عروہ بن زبیر کا قول عطاء کا قول۔	"	سری نمازوں کے متعلق نافع بن جبیر کا اثر اس کے متعلق زہری کا اثر
"	اذا قرأوا لفتنوا والی حدیث پر مکمل بحث	۱۱۲	ان کے دلائل جو کہتے ہیں کہ مقتدی کوئی قراءت نہ کرے۔
۹۷	اس حدیث میں اختلاف	"	جابر بن عبد اللہ کی حدیث کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔
۱۰۵	اذکر بیک فی نفسک کا معنی ہے کہ خدا کو استہزاء سے یاد کر۔	"	ابو الولید عن جابر والی حدیث امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے یہ حدیث مرسل ہے۔
۱۰۶	حضرت عثمان کی حدیث کا حال کہ جب امام پڑھتے تو خاموش رہو۔	"	جمہول راویوں کی حدیث غیر مشروط تسلیم نہیں کی جاسکتی۔
"	حفاظ کی زیادت کب مقبول ہوتی ہے	۱۱۵	جو صحیح اور موصول روایات کو اس مرسل حدیث کی وجہ سے چھوڑ دے اسے حدیث کا پتہ ہی نہیں۔
"	حضرت علی کی ایک اور حدیث کی ترمیح۔	"	متذکرے واقف ہیں جو زیادت ہوتی ہے اس کا بیان
۱۰۷	مالی انازع القرآن والی حدیث کا حال	"	ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ
۱۰۸	فاتحی الناس زہری کا قول ہے	۱۱۶	جو یہ کہے کہ مرسل حدیث موصول سے زیادہ قوی ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ رات دن سے زیادہ روشن ہوتی ہے۔
۱۰۹	اوزاعی کا وہم	"	
۱۱۰	زہری کے کھتیجے کی روایت یقیناً غلط ہے	"	
"	ایک جمہول آدمی کی روایت پر ابو ہریرہ کی صحیح حدیث کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔	۱۱۷	
۱۱۱	ترک قراءت کے متعلق ابو ہریرہ کی حدیث منکر ہے۔	"	
"	زہری نمازیں امام کی قراءت مقتدی کو کافی ہے ابن عمر کا اثر	۱۱۸	

۱۲۸	قنَادَه کا قول فیصلہ کن ہے۔	۱۱۸	جو یہ کہے کہ میں صرف معتبر راویوں ہی سے
۱۲۹	قراءت خلف الامام سے روک دیا۔ یہ حجاج کا وہم ہے۔	۱۱۹	حدیث لیتا ہوں تو یہ دعویٰ صحیح نہیں۔
۱۳۰	آنحضرت نے فرمایا سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھا اگر آواز بلند نہ ہوتی تو آپ اس کا نام نہ لیتے۔	۱۲۰	اسباب جرح میں چونکہ اختلاف ہے لہذا جرح کی تعیین لازمی ہے
۱۳۱	ابن مسعود کی حدیث اگر ابن مسعود کی حدیث صحیح ہے تو پھر مقتدی کو نماز پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے	۱۲۱	اگر زہری سلیمان بن اہم جیسے آدمی سے روایت کر سکتا ہے تو پھر کس کا اعتبار باقی رہے گا۔
۱۳۲	ابن مسعود کا قول کہ قراءت خلف الامام سے تو یہ بہتر ہے کہ منہ میں انگارے ڈال لیے جائیں۔	۱۲۲	ایک اور طریقہ سے یہ روایت موصول بھی آئی ہے۔
۱۳۳	ابن مسعود کا ایک اور قول ابن مسعود سکناات میں قراءت کیا کرتے تھے۔	۱۲۳	صرف وہ حدیث مقبول ہے جس کے راوی عادل اور صادق ہوں۔
۱۳۴	ابن مسعود امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے ابن مسعود کا قول کہ امام کی قراءت کافی ہے	۱۲۴	جابر جعفی کی حدیث کا بیان
۱۳۵	ابن مسعود کا قول کہ قراءت کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔	۱۲۵	جابر جعفی کے متعلق امام ابو حنیفہ کی رائے
۱۳۶	ابن مسعود مقتدی کی قراءت کے قائل تھے ابوالدرداء کی حدیث پر بحث	۱۲۶	امام کی قراءت مقتدی کی قراءت سے اس حدیث کی ایک اور سند
۱۳۷	میراجیال سے کہ امام یہ الفاظ ابوالدرداء سے کہے ہیں۔	۱۲۷	اگر ایوب سختیانی کی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو فیصلہ ہو جاتا۔
۱۳۸		۱۲۸	اس کی ایک اور سیاہ سند
		۱۲۹	جابر کی ایک اور حدیث کا بیان
		۱۳۰	سری ابن خزیمہ نے کہا یہ حدیث موقوف ہے
		۱۳۱	اس حدیث کی ایک اور سیاہ سند
		۱۳۲	عمران بن حصین کی حدیث پر بحث
		۱۳۳	انصاف کے متعلق سعید کا قول

۱۳۲	ناممکن ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت کے ہوں	سے استدلال کی ضرورت نہ ہوتی۔
۱۳۶	ابوالدرداء کا قول ہے کہ میں رکوع میں بھی قراءت کر لیتا ہوں۔	ابن عمر کی یہ حدیث باطل اور جھوٹ ہے۔
۱۳۷	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بحث	ابن عمر کی اس حدیث کا کوئی اصل نہیں ہے
"	اس حدیث میں بددیانتی	ابن عمر کی مرفوع حدیث
۱۳۸	اگر اسکو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی ہمارا مقصد پورا نہیں ہوتا۔	ابن عمر کی ایک اور صحیح حدیث
"	اس حدیث میں قطع دہرید	ابن عمر سہری نمازوں میں قراءت کیا کرتے تھے
"	کلام کا کچھ حصہ نقل کرنا اور کچھ چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔	حضرت علی کی حدیث پر بحث
۱۳۹	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موضوع ہے۔	دارقطنی کا قول نقل کیے ہیں بددیانتی
۱۴۰	حضرت انس رضی اللہ عنہ قراءۃ خلف الامام کے قائل تھے	حضرت علی کے اس قول پر بحث کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے وہ فطرت پر نہیں ہے
"	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بحث	اس قول پر ایک اور طرح سے بحث
۱۴۱	ابن عمر نے کہا مجھے شرم آتی ہے کہ میں کوئی نماز بغیر قراءت کے پڑھوں۔	حضرت علی سہری نمازوں میں قراءت کرتے تھے مخالف فطرت غیر مسلم ہے۔
"	"امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے" ابن عمر کے اس قول پر بحث	حضرت علی کا قول کہ سہری نمازوں میں قراءت کرو
۱۴۲	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	ابو ہریرہ کی حدیث پر بحث
"	عبداللہ بن عمر قراءت خلف الامام کے قائل نہیں تھے۔	اس حدیث پر بحث کہ خلف الامام قراءت ضروری نہیں
۱۴۳	ابن لوگوں پر تعجب ہے جو اپنے امام پر بھی ہتیا لگاتے ہیں۔	ابن عباس کی روایت پر بحث
"	اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو احناف کو مرسل حدیث	امام کے پیچھے قراءت نہ کرو امام ضامن ہے

ایک مرسل حدیث کی تحقیق	۱۶۳	ابن عباس کا قول کہ کم از کم امام کے پیچھے سورہ	۱۵۳
اس مرسل حدیث کی بحث کہ امام کے ساتھ	۱۶۵	فاتحہ ضرور پڑھو۔	
کچھ نہ پڑھو۔		ابن عباس کا قول	۱۵۴
احناف اپنی مطلب براری کے لیے ضعیف		ابو سعید خدری کی حدیث پر بحث	۱۵۵
راویوں کی توثیق کر چلتے ہیں		ابو سعید امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے۔	۱۵۶
حضرت عمرؓ کے اثر پر بحث	۱۶۶	ابو ہریرہ کی حدیث	۱۵۷
انہ حدیث امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے		حضرت بلالؓ کی حدیث	۱۵۸
سلف کا قول نقل کرتے وقت قطع و بید کرنا خلافت		تو اس بن سمان کی حدیث	۱۵۹
انصاف ہے۔		نقادان حدیث نے تنقید میں جذبات	۱۶۰
اس مسئلہ میں اختلاف		سے کام نہیں لیا۔	
قاسم کا قول		احناف کے نزدیک مطلق جرح مقبول ہے	
ابن عمرؓ جہری نمازوں میں نہیں پڑھا کرتے تھے	۱۶۷	احناف کا دعویٰ کہ حدیث وہ صحیح صحیح ہے۔	۱۶۱
زید بن ثابت کے اثر پر بحث		قرآن کے موافق ہو یہ دعویٰ باطل ہے۔	
زید بن ثابت کا ایک اور اثر		اس مسئلہ میں احناف کی حدیثیں کتاب اللہ	
صحابہ اور تابعین کے تمام اقوال میں تاویل کی	۱۶۸	کے موافق نہیں ہیں	
گنجائش ہے۔		کوئی آدمی کسی کے عمل سے فائدہ نہیں اٹھا	
جب تاویل کا امکان ہو تو نص نہیں رہتی		سکتا سوائے ان چیزوں کے جو حدیث ثابت ہیں	
ترک قراءت کے متعلق نص کارہ بڑا باطل ہے		نص وہ ہوتی ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو	۱۶۲
امام کے پیچھے پڑھنے والوں پر کشیدہ		اجماع کا دعویٰ باطل ہے	۱۶۳
حلف کا قول		صحابہ اور کبار تابعین کی مراسیل مقبول ہیں	
سعد کا قول		تابعین کے بعد کسی کی مرسل حدیث مقبول نہیں	۱۶۴
عباد اللہ کا قول	۱۶۹	زہری کی مرسل حدیثیں لاشعے میں	۱۶۵
کسی کو لائق نہیں کہ صحابہ کے متعلق ایسے	۱۷۰	ابو اسیمؓ کی مرسل حدیثیں کوئی چیز نہیں۔	

سے استدلال کرے اسے راویوں کے حالات
کی کچھ خبر نہیں ہے

۱۴۲ اگر صرف ابوقلابہ کی حدیث ہی ہوتی تو بھی
وہ حجت تھی۔

سب صحابہ ثقہ ہیں
منکرین قراءت کا دعویٰ اجماع اور قہیبت
روایات سے استدلال اور صحیح احادیث
کا انکار۔

۱۴۵ قافر و اما تیسری ابن عباس سے تفسیر

۱۴۶ رسول اللہ کی تفسیر کو قبول کرنا واجب ہے

۱۴۷ ہم کتاب سنت کے مطابق کہہ رہے ہیں

۱۴۸ خواب میں آنحضرت کا ارشاد کہ امام کے پیچھے
لحہ پڑھو۔

قیاس کی رو سے بھی قراءت فاتحہ امام کے
پیچھے واجب ہے۔

۱۴۹ ابو ہریرہ کا قول کہ رکوع میں شامل ہونے
سے رکعت نہیں ہوتی۔

یحییٰ بن سلیمان اور یحییٰ بن حمید دونوں کی حدیثیں
ضعیف ہیں۔

الفاظ استعمال کیے

۱۴۰ حدیث صحیح مرفوع کے مقابلہ میں کسی کا قول
حجت نہیں۔

حادث کا قول

ابن مسعود امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے

۱۴۱ سب سے زیادہ صحیح حدیث عبادہ کی ہے
ابوسائبہ اور عبدالرحمن کی حدیثیں بھر زیادہ
کی حدیث۔

عمرانی کی حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ بلند

آواز سے امام کے پیچھے نہ پڑھے۔

۱۴۲ سفیان کی تفسیر کو قبول کرنا اور عبادہ اور ابوتی

کی تفسیر کو چھوڑ دینا اہل علم کا شیوہ نہیں

ہم نے صحابہ کی تفسیر پر عمل کیا ہے۔

۱۴۳ اگر سفیان کی تفسیر کو صحیح مان لیا جائے تو امام
یہ بھی قراءت ضروری نہیں لہنتی۔

۱۴۴ ابو موسیٰ راوی کا اقرار کہ ترک فاتحہ کے متعلق
کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

۱۴۵ عراقیوں کی نسبت ہمارا قول مجازوں کے
زیادہ قریب ہے۔

جو محمد بن اسحاق پر تنقید کرے اور مذکورہ حدیثوں

دیباچہ

ابتداءً اسلام میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہ تھا اگر کبھی کوئی چھوٹی موٹی بات سامنے آگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشاوہ پوچھ لیا گیا۔ جھگڑا ختم ہوا اختلاف مٹ گیا۔ آنحضرت کے بعد قرونِ ثلثہ تک یہ کیفیت تھی کہ نہ کوئی چھوٹا بولتا تھا اور نہ کسی مسلمان میں یہ جرأت تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کوئی غلط بات پیش کرے اور نہ ہی کسی مسلمان کو کسی مسلمان کے متعلق یہ وہم و گمان بھی ہوتا کہ شاید یہ بات جو آنحضرت کے نام پر پیش کی جا رہی ہے صحیح نہ ہو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کسی نے بیان کر دی سب کی تسلی ہو گئی۔ تمام زبانیں بند ہو گئیں۔

کیا زمانہ عین کے بعد وہ دور آیا کہ روایات میں تسابُل سے کام لیا جانے لگا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنے بندے مقرر فرمائے۔ ان میں سے بعض لوگ احادیث کو جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ بعض ان کی تحقیق و تنقید میں لگ گئے اور بعض ان احادیث میں سے مسائل و احکام کا استنباط کرنے لگے۔ خدا ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ یہ لوگ گو اپنے نئے میدانِ عمل الگ الگ رکھتے تھے لیکن ایک بات میں سب مشترک تھے اور وہ تھی پرہیزگاری۔ خدا ترسی۔ خدا شناسی۔ یہ لوگ بہایت درجہ کے پاکباز تھے۔ محاسبہ آخرت سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ان لوگوں نے نہایت دیانتداری سے کام کیا۔ انتہائی جانفشانی دکھائی۔ ہزاروں میل کے سفر پیدل طے کئے۔ روایات کو تنقید کی چھلنی سے گزارا اور رات کی تنہائیوں میں دماغ سے کام لیا۔ انسانی کوششوں کی حد ہو گئی۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ اپنے آپ کو معصوم نہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے فقہ و حدیث کے اصول منضبط کیے اور ان میں صاف لکھا کہ لا یجترہد اقا

بُخْلِیٰ اَوْ یُصِیْبُ (مجتہد سے غلطی کا امکان بھی ہے اور صحت کا بھی) لہذا انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو میرا وہی مذہب ہے۔ اور کبھی ان الفاظ میں اپنے عقیدتمندوں کو مخاطب فرمایا "جب آنحضرت کی حدیث مل جائے تو میرا قول چھوڑ دینا"۔ کبھی کسی نے فرمایا "ہر وہ قول جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہو وہ اس قابل ہے کہ اسے گندگی میں پھینک دیا جائے" کسی نے فرمایا "ہر آدمی کی بات پر تنقید ہو سکتی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں تنقید سے بالاتر ہیں"۔

غرض دین کا چشمہ بالکل صاف تھا نہ کوئی الجھن تھی نہ ضد نہ تعصب۔ جو بات غلط ثابت ہو گئی وہ بلا چون و چرا چھوڑ دی گئی اور جو درست نکلی اسے بلا حیل و حجت قبول کر لیا گیا۔ یہ نہ دیکھا جاتا تھا کہ اس بات کا قائل کون ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تو فرمایا تھا کہ "یہ نہ دیکھا کہو کہ کون کتنا ہے بلکہ یہ دیکھو کیا کہتا ہے"۔ کیونکہ اگر صحیح بات کہنے والا ادنیٰ آدمی ہے تو اس کی وجہ سے وہ بات بے قیمت نہ ہو جائے گی اور اگر غلط بات کسی بڑے آدمی کے منہ سے نکل گئی ہے تو وہ اس کی وجہ سے درست نہ ہو سکے گی۔

غرض دین اسلام میں ایسے اصول و ضوابط مقرر کر دیے گئے کہ اختلاف کی صورت میں اگر صحیح دیانتداری سے کام لیا جائے تو ان کی روشنی میں ہر اختلافی مسئلہ کا حل بالکل صاف اور واضح تلاش کیا جاسکتا ہے۔ تو کت فیکم ملتہ بیضاء لیلہا کہنا رہا۔

قریباً چار صدیوں تک یہی دستور رہا۔ کوئی آدمی کسی خاص مسلک یا مذہب یا شخصیت کی طرف منسوب نہ تھا بلکہ ہر چیز کو دلائل کی روشنی میں دیکھا جاتا تھا اور یہ خیال نہ کیا جاتا تھا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہذا اسے قبول نہ کریں گا اور چونکہ فلاں مسئلہ ہمارے مسلک کے موافق ہے لہذا اسے کسی صورت نہ چھوڑوں گا۔ یعنی دین الہی کا اچھی ثبوت ہوا تھا۔ حدیثیں تقسیم نہیں ہوئی تھیں۔ اپنے مسلک کو درست اور قوی ثابت کرنے کے لیے ضعیف موضوع۔ مجروح اور مجروح روایات کا سہارا نہ لیا جاتا تھا۔

پھر اس کے بعد یہ قدریں مٹ گئیں اور وہ کچھ ہونے لگا جس کا تصور بھی اسلام میں نہ تھا۔ حب غلیٰ کی بنا پر نہیں بغض معاویہ کی بنا پر روایات کو جمع کیا جانے لگا۔ مزنی کا رد لکھنا مقصد

قرار پایا اور اس سے فرض نہ رہی کہ حدیث لکھی جا رہی ہے یا حدیث کا رد لکھا جا رہا ہے۔ اس لیے انصافی کے دور میں صحیحین کے مقابلہ میں معانی الآثار کو کھڑا کیا جانے لگا۔ دلائل کی جگہ شور وغل اور ہنگامہ آرائی آگئی۔

مدت سے چند ایک مسائل اختلافی چلے آ رہے ہیں جن پر قریباً ہزار سال سے سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور فیصلہ نہیں ہو سکا۔ فیصلہ نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ دلائل میں کوئی الجھن ہے۔ کوئی الجھن نہیں۔ احادیث موجود ہیں۔ اسناد لکھی ہوئی ہیں۔ ترجیح اور تطبیق کے اصول مرتب ہیں۔ احادیث کے مراتب و مدارج متعین ہیں اصولوں کو جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ پھر فیصلہ کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دلائل کا موازنہ کرتے وقت اپنے مسلک کی تائید مد نظر ہوتی ہے۔ دین کی نسبت گروہی تعصب زیادہ محبوب ہے۔

ایک وبائی بیماری نے دماغ ماؤف کر رکھے ہیں۔ دماغی صلاحیتیں بے کار ہوئی جا رہی ہیں اگر کچھ ان میں سے باقی رہ بھی گئی ہیں تو وہ استدلال اور تحقیق و تفتیش کی بجائے اپنے مسلک کی تائید کے لیے جھگڑنے میں صرف ہو رہی ہیں۔

ان اختلافی مسائل میں سے جن کی فہرست آج بہت طویل ہو چکی ہے ایک مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا بھی ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پر پھینا جائے یا نہیں؟ صحیح مستہ کی صحیح احادیث ایک طرف ہیں اور ضعیف موضوع، مجرد اور مرجوح روایات دوسری طرف ہیں۔ ایسی کھلی بے انصافی کیوں روا رکھی جا رہی ہے۔

آنچه استاد ازل گفت بہاں میگوئم

کا مصداق ہے۔ اس وقت جو بھی ہاتھ آئے اسے میدان میں جھونک دینا چاہئے اور دراصل یہ لوگ کچھ معذور بھی ہیں الغریق یتشبث بالخشیش۔

لیکن سب لوگ ایک جیسے نہیں ہیں۔ منصف مزاج لوگ بھی ان میں نظر آتے ہیں جن کے اقوال فقہ کی کتابوں میں آج ملاحظہ فرمائیں گے۔ وہ نہایت دیانتداری سے اقرار کرتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام کے ترک کرنے میں ہمارے پاس کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ صرف چند ایک آثار پر اعتماد کر لیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی
 انہوں نے محدثانہ طریق پر باسناد احادیث نقل کی ہیں (جنکو ترجمہ میں حذف کر دیا گیا ہے
 اور اس کے ساتھ ہی اصل عربی متن بھی شائع کیا جا رہا ہے) ہمیں تمام اسناد مذکور میں ان
 میں وہ بھی ہیں جو انہوں نے اپنی سند سے بیان کی ہیں اور وہ بھی ہیں جو صحاح ستہ میں درج
 ہیں ان کو بھی باسناد بیان کیا گیا ہے۔

کتاب آپ کے سامنے ہے۔ دلائل کا موازنہ کریں۔ رنگ استدلال دیکھیں۔

مخالف کے دلائل بھی ذکر کر دیے ہیں ان کو بڑے غور سے ملاحظہ فرمائیں

وَيَضِدُّ هَاتَتَيْنِ الْأَشْيَاءُ

محدثانہ طریق پر تنقید کی گئی ہے۔ مخالف کے اصول اور قواعد اس کو یاد دلائے ہیں
 اور جگہ جگہ اس کی بددیانتیاں واضح کی ہیں۔ عقل اور قیاس کی ترازو پر بھی تولی کر اس کو بتایا ہے
 کہ جس چیز کو تم مدت دید سے نہ خالص سمجھتے آ رہے ہو وہ حقیقت میں بہت ہی کم عیار ہے۔
 بہر حال یہ ایک دینی مسئلہ ہے۔ جس پر زندگی بھر کی نمازوں کی مقبولیت کا دار و مدار ہے۔

اس کتاب کو بغور پڑھیں اور خالی الذہن ہو کر پڑھیں۔ یقین ہے کہ تا شہ خداوندی آپ کی رہنمائی
 کیے گی۔ اگر کسی صاحب کو مسئلہ کی سمجھ آگئی تو ہم خیال کریں گے کہ ہماری محنت رائیگاں نہیں
 گئی۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

محمد سلیمان کیلانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا هُوَ اَهْلُهُ - وَالصَّلٰوةُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ -

۲ ابواب خزانة القرآن کے وجوب میں نماز کی حالت میں امام پر بھی اور
 مقتدی پر بھی اور ایکے پر بھی اس کی ہر رکعت میں۔ اور اس چیز کا بیان کہ قرآن
 میں سے سورہ فاتحہ متعین ہے (یعنی جہاں بھی قرأت قرآن نماز میں فرض
 ہوگی وہاں مراد سورہ فاتحہ ہی ہوگی)

۳ باب اس بات کی دلیل میں کہ قرآن نماز میں پڑھنا رکن ہے اور واجب ہے اس کی ہر
 رکعت میں پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الْمَرْمِلُ الْاِخْوَةَ لَمْ يَكُنْ اِدْرَهْنِيْ وَارْت
 كَ اِخْوَةَ حُرُوْرٍ قِيَامٍ كَمَا كَرِهَتْ رَاْتٌ هُوَ اِسْمٌ مِّنْ سَمُوْمٍ كَمَا كَرِهَتْ رَاْتٌ
 كَرِهَتْ رَاْتٌ كَرِهَتْ رَاْتٌ كَرِهَتْ رَاْتٌ كَرِهَتْ رَاْتٌ كَرِهَتْ رَاْتٌ كَرِهَتْ رَاْتٌ
 اب جتنا قرآن تم آسمانی سے پڑھ سکو پڑھو۔ یہ آیت قیام اللیل کے منسوخ کرنے کو نازل ہوئی جس کا
 حکم اس سورہ کی پہلی آیات میں ہوا تھا۔

۱۔ سعد بن ہشام، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا یا ام المؤمنین
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام لیل کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے قرآن سے
 سورہ یا ایہا المرمل نہیں پڑھی؟ اس نے کہا پڑھی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کے تشریح
 میں قیام لیل فرض فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور صحابہ کرام بھی ایک سال بھر اتنا
 قیام فرمایا کرتے تھے کہ پاؤں میں دم ہو جانا۔ اس سورہ کا پچھلا حصہ سال تک نازل نہ ہوا پھر اللہ تعالیٰ
 نے صفحات کے باہر عربی کتاب کے صفحات کے نمبر میں تاکہ اصل کتاب کو دیکھنے میں سہولت رہے۔

نے اس سورۃ کا آخری حصہ نازل فرما کر تھخیف فرمادی اور قیام بیل کی فرقیقت ساقط فرمادی صرف نقل کے طور پر رہنے دیا۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بھی ابو بکر بن ابی شیبہ سے انہوں نے محمد بن بشر سے نقل فرمایا ہے۔

۴۔ استدلال: اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے (ما تیسر من صلوات الیل) رات کی نماز جتنی بھی ہو سکے، کو قرآن فرمایا ہے۔ جبکہ ارشاد یہ فرمایا ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن کہ قرآن جتنا تیسر ہو سکے پڑھو اور مراد اس سے یہ ہے کہ جتنی رات کی نماز تم آسانی سے پڑھ سکو پڑھو۔

یہ استدلال بالکل اسی طرح کا ہے کہ جیسے دوسری جگہ فجر کی نماز کو قرآن فرمایا ہے کیونکہ فجر کی نماز میں قرآن زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم اکیلے کی نماز سے باجماعت نماز پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرق سے کھٹے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے کہ تم چاہو تو بطور استدلال قرآن کی آیت پڑھو وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں ابوالیمان سے روایت کیا ہے

(استدلال)۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں انہوں نے جو دونوں آیات میں نماز کو قرآن فرمایا ہے بطور تنبیہ فرمایا ہے کہ قراءت نماز کے ارکان میں سے ہے اور باوجود قدرت کے جو نماز میں قراءت نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

فصل: حدیث میں نماز کا نام فاتحہ کتاب (سورہ فاتحہ) بھی آیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قراءت سورہ فاتحہ کی نماز میں منقین ہے اور سورہ فاتحہ کے قائم مقام اور کوئی قراءت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ہر رکعت میں قراءت ما تیسر کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ حکم کے مطابق نماز کے ارکان میں سے ہے۔ جس کی شاہد ابو ہریرہ اور رفاعة بن رافع کی

روایات ہیں۔

۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے پھر ایک آدمی نے آکر نماز پڑھی پھر آکر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا آپ نے اسے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ لوٹ اور دوبارہ نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی جس طرح پڑھنا چاہئے (حق) حتیٰ کہ تین مرتبہ اس نے نماز پڑھی اور تین ہی مرتبہ آپ نے اسے فرمایا کہ تیری نماز نہیں۔ تب اس شخص نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا میں اس سے اچھی نماز ادا نہیں کر سکتا پس آپ مجھے دکھائیں اور سکھائیں آپ نے فرمایا جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ پھر تجھے جو پیر ہو قرآن سے وہ پڑھ پھر رکوع کر انی دیر کہ تو رکوع پر مطمئن ہو جائے پھر کھڑا ہو جاتی کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جا پھر سجدہ کرتی کہ تو سجدہ پر مطمئن ہو جائے پھر بیٹھتی کہ تو بیٹھنے پر بھی مطمئن ہو جائے اسی طرح ساری نماز قراوت دارکان اطمینان سے ادا کر اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی القنن سے روایت کیا ہے۔

۴۔ رفاعہ بن رافع انصاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو فرمایا کہ جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ پھر قرآن کی قراوت کہ پھر رکوع کرتی کہ تمام اعضاء مطمئن ہو جائیں پھر کھڑا ہو جاتی کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جا پھر سجدہ کرتی کہ تجھے پوری طرح اطمینان ہو جائے پھر سیدھا بیٹھ پھر سجدہ کرتی کہ تو پوری طرح مطمئن ہو جائے پھر اٹھتی کہ بالکل معتدل ہو جائے جب تو اس طرح نماز کو پورا کرے گا تو تیری نماز درست ہوگی ورنہ جو تو کمی کرے گا اتنی نماز میں کمی رہ جائے گی۔

فصل ۱۰۔ ان دونوں روایتوں میں دوسری سندوں کے ساتھ قراوت کی جگہ قراوت

سورہ فاتحہ کے الفاظ بھی مروی ہیں (جیسا کہ آئندہ روایات سے معلوم ہو گا)

۵۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس شخص نے کہا کہ یا حضرت آپ مجھے نماز سکھائیے تو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز کے لیے آئے تو وضو کو درست کیا کہ پھر اللہ اکبر کہہ اور جب تو قیام میں ہو تو سورہ فاتحہ پڑھے اور اگر تجھے اور بھی قرآن آتا ہو تو پڑھے پھر تو رکوع کرے حتیٰ کہ رکوع پر مطمئن ہو جائے پھر رکوع سے اٹھے حتیٰ کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر

سمع اللہ من حمدہ کے پھر سجدہ کرے حتیٰ کہ سجدہ پر مطمئن ہو جائے پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے حتیٰ کہ
تو مطمئن ہو جائے پھر ایسے ہی تو ساری نماز میں کر۔

۶۔ علی بن یحییٰ اپنے باپ سے وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں جو کہ جنگ بدر میں شریک
ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے پھر راوی نے پوری حدیث
بیان کی پھر آخر میں راوی نے ذکر کیا کہ اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اگر تو اس طریقہ پر اطمینان سے نماز ادا کرے گا تو تیری نماز درست ہوگی ورنہ جو تو نماز میں کمی
کے گا وہ نماز میں کمی رہ جائے گی۔

۷۔ اسی روایت کو ابن خزیمہ نے دوسری سند سے ابو ہریرہ کی حدیث کی طرح بیان کیا ہے اس کے لفظ میں کہ پھر
پڑھ تو ام القرآن (یعنی سورۃ فاتحہ)

۸۔ یہی روایت رفاعہ بن رافع کی تیسری روایت میں بھی یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جب تو نماز
کے لیے کھڑا ہو تو قبلہ رخ ہو اور اللہ اکبر کہہ پھر پڑھ ام القرآن (سورۃ فاتحہ) اور اگر کچھ اور بھی قرآن
پڑھنا چاہے تو پڑھ لے پھر رکوع کرے تو اپنی تنھیلوں کو گھٹنوں پر رکھ اور لمبی حدیث بیان
کی۔

فصل :- اور بھی بہت سی روایتوں میں قراءۃ الفاتحہ مردی ہے۔ جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب
آئے گا سورۃ فاتحہ کے ساتھ خاص روایات چونکہ ہم نے نقل کر دی ہیں اس لیے عام قراءت کی روایات
کے نقل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر
آج تک قراءت کو سورۃ فاتحہ سے ہی شروع کرتے ہیں (یعنی اس پر اجماع امت ہے) اور سورہ
فاتحہ کی قراءت کے وجوب کی تنسیخ نہیں ہوئی اور حسب آیت فاقروا ما تیسرے قراءت
فرض ہے۔ اس آیت نے قراءت فاتحہ کی فرضیت کو منسوخ نہیں کیا بلکہ ما تیسری فرما کر
راست کی نماز رتجدہ کو منسوخ کیا ہے۔ اسی لیے عبداللہ بن عباس ما تیسرے سے سورہ فاتحہ
کے علاوہ اور قراءت مراد لیتے ہیں۔

۹۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے لہرہ میں ابن عباس کے بیچے نماز پڑھی تو انہوں
نے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد سورہ بقرہ کی پہلی آیت پڑھی پھر دوسری

۱۰۔ علی بن یحییٰ کے باپ کے چچا رفاعہ بن رافع ہی تھے اس کو امام بخاری نے جزء القراءت میں بھی بیان فرمایا ہے (مترجم)

رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد سورہ بقرہ کی دوسری آیت پڑھی اور رکوع کیا سلام پھیرنے کے بعد متوجہ ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قاعدۃ اما تیسرے منہ رہنے جتنی قراءت علاوہ سورہ فاتحہ کے آسانی سے کر سکتے ہو کرو، امام علی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

فتاویٰ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عاتسبہ میں سورہ فاتحہ بالاولیٰ آجاتی ہے یہ نسبت دوسری سورتوں کے کیونکہ پڑھنے میں زبان پر نہایت آسان ہے اور استاد بھی بچوں کو (قرآن) پہلے سورہ فاتحہ سے ہی شروع کراتے ہیں (یعنی قرآن بھی سورہ فاتحہ سے ہی شروع ہوتا ہے) اور نماز کی قراءت بھی سورہ فاتحہ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آج تک کوئی ایسا نمازی نہیں ہے جو سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن پڑھے اور سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ پس اگر کوئی شخص نمازیں کتنا بھی قرآن پڑھا چاہے تو پہلے سورہ فاتحہ ہی پڑھے گا پھر قرآن کا دوسرا حصہ پڑھے گا (گویا کہ امت کا اس پر اجماع ہے)۔

پھر یہ جملہ قاعدۃ اما تیسرے کوئی صرف ایک ہی جملہ نہیں ہے کہ جس کی تفصیل قرآن میں آئی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر و تعین فرمائی ہو اور اس طرح مقرر فرمادیا کہ اب سورہ فاتحہ کے علاوہ کوئی قراءت اس کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

بیزہم اس تعین و تفسیر اور قراءت میں سورہ فاتحہ مقرر کرنے کو، قرآن کا نسخ نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ صرف قرآن کی آیات کی تفسیر اور تخصیص و تعین ہے اور بالکل اسی طرح ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، زکوٰۃ اور دیات وغیرہ کی تخصیص و تعین فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن کی اس آیت سے بھی اور جو احادیث ہم نے بیان کی ہیں وہ بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ قراءت یعنی سورہ فاتحہ واجب ہے ہر نمازی پر خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ہو۔

لہٰذا علیٰ بن مدینی امام بخاری کے استاد ہیں (مترجم)

۳۱۔ دراصل ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن کا نسخ حدیث سے نہیں ہو سکتا اور کسی قرآن کے حصہ کی تخصیص حدیث سے کر دینا اسے منسوخ کرنا ہے (مترجم)

یابنا: اس بات کی دلیل میں کہ بغیر قراءت کے نماز نہیں ہوتی اور جب سورہ فاتحہ پڑھنے کے لئے تو وہ تمام قرآن کے قائم مقام ہو سکتی ہے اس میں کوئی امتیاز نہیں کہ نمازی امام ہو یا مقتدی یا اکیلے مستفرد ہو۔

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بغیر قراءت کے نماز نہیں ہوتی ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قراءت کی ہم اپنی آواز سے کہتے ہیں اور جہاں آہستہ آواز سے قراءت کی ہم آہستہ کرتے ہیں۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی محمد بن عبد اللہ سے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۱۱۔ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں ہر نماز میں قراءت لازمی ہے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آواز سے قراءت پڑھی ہم بھی آہستہ پڑھتے ہیں اور جہاں آہستہ آواز سے پڑھی ہم بھی آہستہ پڑھتے ہیں۔ اور جس نے سورہ فاتحہ ہی فقط پڑھی تو اسے کافی ہے اور اگر کوئی اس سے زیادہ بھی پڑھے تو وہ افضل ہے۔ یہ روایت امام مسلم نے بھی بن یحییٰ سے روایت کی ہے۔

۱۲۔ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت کرتے ہیں قراءت اپنی آواز سے بھی کہتے اور آہستہ آواز سے بھی کہتے ہیں جہاں آپ نے اپنی آواز سے قراءت کی ہم بھی اپنی آواز سے کہتے ہیں اور جہاں آہستہ کی ہم بھی آہستہ کرتے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قراءت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۱۳۔ ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہر نماز میں قراءت کرنا چاہئے فرمایا ہاں واجب ہے۔

یہ روایت ابو اسامہؓ کی روایت کی جو انہوں نے ابو ہریرہؓ سے مرفوع بیان کی ہے کی شائد ہے۔

۱۴۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی اس میں سورہ فاتحہ کے علاوہ اور قراءت نہ کی۔

۱۵۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں صرف سورہ فاتحہ کی قراءت بھی کفایت کر جاتی ہے اور اگر

کوئی زیادہ پڑھے تو افضل ہے۔

۱۶۔ ابوہریرہ ^{رضی} بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسی دور گت جن میں قراءت نہ کی جائے تو وہ بے کار ہیں۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ اگر مجھے سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن یاد ہی نہ ہو تو کیا کر دوں تو آپ نے فرمایا سورہ فاتحہ ہی تجھے کافی ہے وہ سبع مثانی ہے۔

۱۱۔ **باب :-** بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی ما امام ہو یا مقتدی ہو یا منقر۔
۱۷۔ عبادہ بن صامت ^{رضی} فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۱۸۔ عبادہ بن صامت ^{رضی} سے دمزید و سندوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

امام بخاری نے یہ روایت اپنی صحیح میں علی بن دینار سے نقل فرمائی ہے اور امام مسلم نے ابو بکر بن ابی شیبہ اور اس کے علاوہ اور محدثین تمام نے سفیان بن عیینہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

۱۹۔ سفیان بن عیینہ کی روایت میں لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب کی بجائے تن میں یہ الفاظ ہیں لا تجزی صلوة لا یقرأ الرجل فیہا فاتحۃ الكتاب کہ جو آدمی نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز اس کے کسی کام نہیں آتی۔

۱۲۔ ۲۰۔ عبادہ بن صامت سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ تمام قرآن کا عوض ہو سکتی ہے اور سارا قرآن سورہ فاتحہ کا عوض نہیں ہو سکتا ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۲۱۔ عبادہ بن صامت کی روایت اور سند سے ہے کہ جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابو طاہر عن حذیلہ عن ابن دہب سے روایت کیا ہے۔

۲۲۔ عبادہ بن صامت کی روایت ایک اور سند سے ہے جس میں لا صلوة لمن لم یقرأ

بام القرآن کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

۲۳۔ ایک اور سند سے عبادہ کی روایت اپنی الفاظ سے ہے اس کو امام مسلم نے حسن بن علی حلوانی سے نقل کیا ہے۔

۲۴ و ۲۵۔ مزید دو سندوں سے دو اور حدیثیں عبادہ بن صامت سے اپنی الفاظ کی مروی ہیں

۲۶۔ حضرت عبادہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں لا صلوة لمن لم یقرأ بام القرآن فصاعداً کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے پھر اس کے بعد کچھ زیادہ بھی پڑھے (یعنی سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے لیکن اس سے زیادہ پڑھنے کو اچھا ہے فرض نہیں)

۲۷۔ ایک اور روایت اختلاف روایت سے اسی طرح نقل کرنے کے بعد جس کو امام مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔ لیکن امام بخاری نے کتاب القراءات خلف الامام میں فرمایا ہے کہ عام تفاسیر راویوں نے معمر کے جو الفاظ فصاعداً میں کسی نے بھی اس کی تائید نہیں کی پھر امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبد الرحمن بن اسحاق نے معمر کی متابعت کی ہے اور وہ روایت یہ ہے

۲۸۔ ایک اور روایت فصاعداً الی جسے عبد الرحمن بن اسحاق نے امام نہہری سے نقل کیا ہے لیکن امام بخاری فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ابن اسحاق نہہری سے پہلے ایک اور راوی کا ذکر کرتا ہے اور ہم اسے جانتے ہی نہیں کہ اس کا روایت کرتا واقعی درست بھی ہے یا نہیں (یعنی طائفات ہی ثابت نہیں)

فتاویٰ: بعض لوگ اس روایت پر اعتراض کرتے ہیں کہ عبادہ بن صامت کی روایت سے فرضیت فاتحہ ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی ایک روایت میں فصاعداً کا لفظ بھی آیا ہے حالانکہ سورہ فاتحہ سے زائد بالاتفاق واجب نہیں ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے لا تقطع الید الا فی ربع دینار فصاعداً کہ چور کا ہاتھ رابع دینار یا اس سے زیادہ کی چوری سے اگر کم ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ تو اب اگر چوری دینار کی ہو یا زیادہ کی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور ربع دینار سے کم پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یعنی لزوم صرف ربع دینار کا ہے باقی کا ہاتھ کٹنے کے لیے زیادہ

ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہے)

علامہ ابن خزیمہ رح نے فرمایا ہے کہ لا صلوة لمن یقرأ بقائتہ الكتاب فصا

کا بالکل اسی طرح یہ مطلب ہے کہ جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی یا جس نے سورہ فاتحہ اور ہر کے تو کچھ اور بھی نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوئی جیسا کہ قتادہ عن ابی لقرہ عن ابی سعید کی روایت میں ہے۔ ۲۹۔ چنانچہ عبادہ بن صامت کی اس حدیث کے ساتھ ایک اور روایت بھی ہے جس میں فصا عدا کا لفظ آیا ہے۔ لیکن اسی سند سے اس کی تردید بھی موجود ہے۔ چنانچہ

۳۰۔ امام ادزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص نماز میں قرأت کرتا بھول جائے تو اس کی نماز کیسی ہے؟ اس کے جواب میں امام زہری نے محمود بن ربیع عن عبادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۳۱۔ یہ واقعہ ایک اور سند سے بھی نقل فرمایا ہے۔

یہ تمام روایات عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی تھیں۔

اب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی احادیث شروع ہوتی ہیں

۳۲۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سورہ فاتحہ پڑھا کریں اور اگر کچھ اور قرآن میسر ہو تو وہ بھی پڑھا کریں۔

۳۳۔ دوسری سند میں یہ الفاظ ہیں لا صلوة الا بقراءة فاتحۃ الكتاب فما زاد کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اگر کچھ زیادہ پڑھا جا سکے تو وہ بھی پڑھا کر۔

۳۴۔ ایک اور سند سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۳۵۔ امام احمد بیہقی رح ایک اور سند سے ابوسعید کی حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھا کر اور اگر کچھ اور قرآن میسر ہو تو وہ بھی پڑھا کر۔

۳۶۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو نماز

نماز کی کفنی ہے اور تکبیر نماز کی حرمت میں داخل کرتی ہے اور تسلیم نماز کی حرمت کو کھول دیتی ہے اور نفل نماز میں (ہر دو رکعت پر سلام پھیرتا ہے اور سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ اور بھی پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ہر دو رکعت پر سلام سے مراد تشہد بیٹھنا ہے۔

۳۷۔ ایک اور سند سے ابو سعید کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر دو رکعت پر التیبات ہے۔ اور وہ نماز جائز ہی نہیں جس میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا جائے۔
ت روایات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۳۸۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں منادی کر دوں کہ سورہ فاتحہ نماز اور پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۳۹۔ (دوسری حدیث) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا پس منادی کی کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور کچھ زیادہ بھی۔

۴۰۔ (تیسری حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکل اور لوگوں میں منادی کر دے کہ سورہ فاتحہ اور نماز اور کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۴۱۔ (چوتھی حدیث) دو سندوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں مدینہ میں منادی کر دوں کہ بغیر قراءت کے نماز نہیں ہوتی۔ اگرچہ صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھو

۴۲۔ (پانچویں حدیث) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلوة الا بقراتہ فاتحہ کتاب کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۴۳۔ (چھٹی حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ کو حکم دیا پس انہوں نے مدینہ کی سڑکوں پر منادی کیا کہ خبردار بغیر قراءت کے نماز نہیں ہوتی اگرچہ صرف سورہ فاتحہ ہی ہو

۴۴۔ (ساتویں حدیث) آنحضرت کے حکم سے ابو ہریرہ نے مدینہ کی سڑکوں پر منادی کی بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری اور یحییٰ بن سعید القطان دونوں

بلند پایہ امام و حافظ ہیں۔ انہوں نے سابقہ روایت کے مطابق لفظ نقل کیسے ہیں یعنی نمبر ۲۴ کے مطابق اور جنہوں نے نمبر ۲۳ کے مطابق (ولو بظاہر تحتہ الكتاب نقل کئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قراءت سورہ فاتحہ سے زیادہ کر لے تو بہتر ہے اور اگر صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھی ہے اور اس سے زیادہ قراءت نہیں کر سکا تو بھی اس کو کفایت کر جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے مفصل طور پر حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

۲۵ - حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورہ بھی پڑھنی چاہئے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنی چاہئے اور فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام) یہ بیان کیا کرتے تھے کہ بغیر فاتحہ یا اس سے کچھ زیادہ کے نماز نہیں ہوتی۔

۲۶ - (دوسری سند سے) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ یہ ہی یقین کرتے تھے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ یا کچھ اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے وہ نماز کفایت نہیں کرتی۔ علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ جب صحابی یہ کہے کہنا تختہ و کنا ندی کہ ہم صحابہ کرام اسی طرح سمجھتے ہیں تو یہ بات تو واقعی اس کی اپنی اور صحابہ کرام کی طرف سے ہوتی یعنی لیکن وہ بات انہوں نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب نے یا بعض نے ضرور سنی ہوئی ہوتی ہے۔

باب اس بات کی دلیل میں کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز (فداج) مردہ دے کا رہے۔ اور اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفاً نصفاً تقسیم کر دیا ہے۔ حالانکہ جس چیز کو تقسیم فرمایا ہے وہ صرف سورہ فاتحہ ہے (یعنی سورہ فاتحہ کو ہی نماز فرمایا ہے) یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے۔ حتیٰ کہ صرف سورہ فاتحہ کو نماز فرما دیا ہے اور اس میں نمازی امام ہو یا مقتدی یا منفرد اس کا کوئی فرق نہیں کیلئے اور جس شخص نے آنحضرت کے اس ارشاد کو اٹھایا اور بیان کیلئے وہ اس کو خوب سمجھتے (یعنی حضرت ابو ہریرہ) انہوں نے اس کو تمام نمازیوں پر وجوب قراءت فاتحہ پر محمول کیا ہے اور مقتدی کو خاص کہ

حکم دیا ہے کہ اپنے دل میں فاتحہ ضرور پڑھے۔

۲۷۔ (چار سندوں سے) حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے بھی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی وہ نماز مردہ ہے مردہ ہے پوری ہی نہیں ہوئی ابوسائب کہتے ہیں میں نے کہا ہے ابو ہریرہ اگر ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کرنا چاہئے تو حضرت ابو ہریرہ نے میرے بازو کو دیا اور فرمایا اے فارسی اپنے دل میں ضرور پڑھ۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفاً نصف تقسیم کر دیا ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے ہے اور بندے کے لیے جو سوال کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کتبہ محمد بن عبد اللہ بن عبد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدانی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف بیان کی) بندہ کتبہ عبد الرحمن المدحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میری ثنائیاں کی۔ بندہ کتبہ مالک یومر الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدانی عبدی میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ کتبہ ایاک نعبد وایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ آیت نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے ہے اب میرا بندہ جو مجھ سے ملنے گا میں دوں گا۔ پھر بندہ کہتا ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے کا حق ہے اور بندے نے جو ناکاہے وہ اسے ملے گا۔

یہ حدیث دارمی نے ابن بکیر اور قعنبی سے روایت کی ہے اور ابن وہب نے محقر بیان کی ہے۔ امام مالک بن انس نے اپنی کتاب مؤطا میں "باب القراءت خلف الامام" میں بیان کی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں عن قتیبہ عن مالک نقل کی ہے۔ اسی طرح یہ روایت عبد الصری بن عبد الصری اور ولید بن کثیر اور محمد بن عجلان

اور محمد بن اسحاق بن لیسا اور ورقاء بن عمر نے بھی عبد الرحمن عن ابی السائب کے واسطے ۲۱ سے ابو ہریرہ سے نقل کی ہیں۔

اور اقرا بہما فی نفسک کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ اپنے منہ سے نکالنے آہستہ آواز سے کہے اور پتلی آواز سے نہ کہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان صرف دل میں ذکر کرے اور الفاظ منہ سے نہ کہے۔ کیونکہ تمام اہل زبان یعنی عربی دالوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ دل کے ذکر کو قرأت نہیں کہتے اور اس بات پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ دل کا ذکر بغیر الفاظ کے نہ شرط نماز ہے نہ مسنون ہے پس حدیث کا ایسا معنی بیان نہیں کرنا چاہئے جو کسی نے بھی نہ کہا ہو اور نہ ہی اہل عرب اس کی توثیق کریں۔

۲۸۔ (دوسری سند بواسطہ ابن جریر) ابو ہریرہ کی یہ حدیث جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں محمد بن رافع عن عبد الرزاق سے بھی نقل فرمایا ہے۔

۲۹۔ (ابو اسطہ ولید بن کثیر) ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز مردہ ہے نامکمل و خداج غیر تمام میں نے کہا اے ابو ہریرہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو فرمایا تجھ پر افسوس ہے اے فارسی دل میں ضرور پڑھ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور مانگتا بندے کے لیے ہے جب بندہ پڑھتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمد فی عبدی۔ جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی علی عبدی جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمد فی عبدی اور یہ سب میرے لیے

۲۲۔ اے خداج کا لفظ جس کا ترجمہ مردہ کیا ہے دراصل خداج اس بچے کو کہتے ہیں جو اونٹنی کے پیٹ سے ہی سرا ہوا پیدا ہوا اور وقت سے پہلے پیدا ہوا اور دوسرا لفظ غیر تمام جس کا ترجمہ نامکمل کیا ہے اصل ترجمہ خداج کی مناسبت سے یہ ہے کہ جو بچہ ابھی پورا بنا ہوا بھی نہ ہو بلکہ ادھورا ہو (مترجم)

ہے اور باقی بندے کے لیے ہے پھر آیا کہ بعد اسے کہ ولا الضالین تک پڑھا
 ۵۰ - دیواسطہ محمد بن عجلان (ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا جو بندہ بھی نماز پڑھے بغیر قراءت کے پس وہ خداج ہے خداج ہے خداج
 (مردہ) ہے۔ نا تمام ہے۔ راہی نے ابو ہریرہ سے کہا کہ مجھ سے امام کے ساتھ نہیں
 پڑھا جاتا۔ فرمایا دل میں ضرور پڑھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے
 اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے۔ پس پہلا حصہ میرے لیے ہے اور درمیان کا
 حصہ نصف میرا اور نصف میرے بندے کا ہے اور آخری حصہ میرے بندے کے لیے اور جو
 میرا بندہ مجھ سے مانگے گا میں اسے دوں گا۔ بندہ کہتا ہے اللہ رب العالمین
 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمد فی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ
 فرماتے ہیں اثنی علی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے
 ہیں حمد فی عبدی یہ میرا حصہ ہے بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین
 تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عبادت خالص میرے لیے ہے اور استعانت جو مجھ سے
 مانگی وہ میں بندے کو دوں گا پس اس کا نصف میرا ہے اور نصف میرے بندے کا اب
 میرے بندے نے جو مانگا میں اسے دوں گا پھر بندہ کہتا ہے اهدنا الصراط المستقیم
 صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ
 فرماتے ہیں یہ میرے بندے کا حصہ ہے۔

یہ روایت اسی طرح قتیبہ بن سعید سے بھی مروی ہے لیکن قتیبہ نے اس میں ہم
 کیا ہے۔ کیونکہ حدیث لبث عن ابن عجلان عن العلاء عن ابی السائب سے ہے۔
 ۵۱ - (ایک اور سند سے) ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا جو بھی آدمی نماز پڑھے اور اس میں قراءت نہ کرے تو وہ نماز مردہ نا تمام ہے
 اور ساری حدیث بیان کی۔

۵۲ - محمد بن اسحاق بن لیسا کے ذریعہ سے دو سندوں کے ساتھ ابو ہریرہ سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بھی نماز پڑھی اور سورہ

فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز مردہ سے پھر مردہ ہے تا تمام ہے۔ میں نے کہا اے ابو ہریرہ اگر امام بلند آواز سے پڑھے تو میں کیا کیوں۔ فرمایا اپنے دل میں پڑھو اور ساری حدیث بیان کی۔
 ۵۳۔ (درقاء بن عمر شیکری کے واسطے سے) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ نئے تھے کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے۔
 مردہ ہے۔ الحدیث

۲۴ اس حدیث کو شعبہ بن حجاج، سفیان بن عیینہ، ابراہیم بن طہمان، روح بن قاسم، اسمعیل بن جعفر، ابو عسان محمد بن مطرف، عبد العزیز بن محمد در اور دی۔ جہضم بن عبد اللہ محمد بن یزید بصری، زبیر بن محمد عنبری وغیرہ نے عن العلاء عن ایبہ عن ابی ہریرہ بیان کیا ہے یعنی درقاء بن عمر شیکری کی متابعت میں مزید دس راویوں کی روایات ہیں،
 ۵۴۔ (شعبہ کے واسطے سے) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے مردہ ہے۔
 مردہ ہے تا تمام ہے۔ شاگرد نے کہا میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں فرمایا اے فارسی دل میں پڑھ۔

۵۵۔ شعبہ سے ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت ہے۔
 ۵۶۔ (ایک اور سند سے بھی) ابو اسطہ شعبہ (ابو ہریرہ سے) روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نماز فائدہ نہیں دیتی جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے میں نے کہا کہ ان کنت خلف الامام کہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو انہوں نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا کہ اے فارسی دل میں پڑھ۔

اس روایت کو ابن خزیمہ نے بھی محمد بن یحییٰ سے بیان کیا ہے اور بطور دلیل پیش کیا ہے کہ تمام روایات میں خراج کا لفظ ہے اور خراج ایسے نقصان کو کہتے ہیں جس کے ہوتے ہوئے نماز کسی کام نہ آسکے۔

۲۵ ۵۱۷۔ (سفیان بن عیینہ کے واسطے سے) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ نماز ہے میں نے کہا کہ میں امام کی قرائت

سنتا ہوں۔ فرمایا اے فارسی یا اے فارسی کے بیٹے دل میں پڑھ۔

۵۸ - دمزید دوسندوں سے ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے۔ جب بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمد فی عبدی جب بندہ کہتا ہے الوھمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی علی عبدی یا مجد فی عبدی جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فوض الی عبدی جب بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ نصف میری اور نصف میرے بندے کی ہے اور بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے مانگا۔ بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندہ کا حصہ ہے اور بندہ کے لیے ہے جو اس نے مانگا۔

۵۹ - (ایک اور سند سے) ابو ہریرہ کی روایت کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے مردہ ہے (شاگرد نے) کہا کہ جب کبھی میں امام کے پیچھے ہوں تو فرمایا دل میں پڑھ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے (پھر اسی حدیث بیان کی)

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسحاق بن ابراہیم سے اس سے بھی زیادہ مکمل

بیان کی ہے۔

۶۰ - ابراہیم بن طہمان کے واسطے سے دوسندوں کے ساتھ ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز مردہ۔ مردہ۔ مردہ ہے۔ نا تمام ہے۔ میں نے کہا ابو ہریرہ ہم جب امام کے پیچھے ہوں اور قراءت بھی سنتے ہوں تو فرمایا اے فارسی کے بیٹے دل میں پڑھنا چا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف تقسیم کر دئی ہے اور یہی حدیث بیان کی۔

۶۱ - در روح بن قاسم کے واسطے سے دو سندوں سے ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز مردہ سے مردہ ہے۔ مردہ ہے اور مردہ ہے۔ میں نے کہا اب ابو ہریرہ جب میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کروں تو حضرت ابو ہریرہ نے میرے بازو کو چھنچھوڑا اور فرمایا اے قاسم! کہے کہ دل میں پڑھتا جا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرلتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرلتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف تقسیم کر دی ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے اور بندے کے لیے ہے جو بھی سوال کرے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پڑھو کیونکہ جب بندہ کھڑا ہوتا ہے اور کتبا ہے الحمد لله رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرلتے ہیں حمد خدا عبدی بندہ کتبا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرلتے ہیں اثنیٰ علی عبدی بندہ کتبا ہے عاذاک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرلتے ہیں مجدانی عبدی اور یہ میرے لیے ہے اور ایاک تعبدوا ایاک نستعین نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے اور باقی سورۃ میرے بندے کے لیے ہے اور سوال بند کے لیے ہے (یہ الفاظ محمد بن ابوبکر کی روایت سے ہیں)

۶۲ - (اسمعیل بن جعفر کے واسطے سے) ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ بلا شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز مردہ سے مردہ ہے۔ مردہ ہے نا تمام ہے۔

۶۳ - (ابو عثمان اور خبیب بن محمد اور دردی ان دونوں کے ذریعہ سے) حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز خداج۔ خداج نا تمام ہے۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کریں فرمایا دل میں پڑھتا

ہا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے
 ہیں کہ نماز کو میں نے اپنے اور بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے نصف
 میرا ہے اور نصف سوال والا حصہ میرے بندہ کا ہے۔ بندہ کہتا ہے الحمد لله رب
 العالمین اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں حمد فی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم
 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی علی عبدی بندہ کہتا ہے مالک يوم الدين
 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجد فی عبدی اور یہ میرا حصہ ہے اور ایاک نعبد و ایاک
 نستعین یہ نصف میری اور نصف میرے بندے کی ہے اور آخری سورت سارا سوال
 والا حصہ میرے بندے کا ہے (اسی لیے) بندہ کہتا ہے اهدنا الصراط المستقیم
 صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

۴۴۔ راکیلے در اور دی کے واسطے سے ابو ہریرہ کی روایت اسی طرح ہے۔

۴۵۔ دہشم بن عبد اللہ کے واسطے سے ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ
 فرماتے ہیں میں نے تقسیم کر دی نماز اپنے اور بندے کے درمیان نصف میرے لیے ہے
 اور نصف میرے بندے کے لیے۔ بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین اللہ تعالیٰ
 فرماتے ہیں حمد فی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
 مجد فی عبدی بندہ کہتا ہے مالک يوم الدين اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی
 علی عبدی اور یہ میرا حصہ ہے اور اگلی آیت میری اور میرے بندے دونوں کی نصف
 نصف ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اور باقی حصہ سورۃ کا میرے بندے
 کا ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب
 علیہم ولا الضالین۔

۴۶۔ محمد بن یزید بصری کے واسطے سے ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز میں بھی سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ خدا جہ ہے
 خدا جہ ہے خدا جہ ہے تا تمام ہے۔ عبد الرحمن نے کہا اے ابو ہریرہ جب میں نام کے
 پیچھے ہوں تو کیا کر دوں فرمایا اے فارسی کے بچے دل میں پڑھتا جا کیونکہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان نصفاً نصف تقسیم کر دی ہے۔ نصف میرا حصہ ہے اور نصف میرے بندے کا جو سوال والا حصہ ہے۔ جب بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمد فی عبدی۔ بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجد فی عبدی بندہ کہتا ہے مالک يوم الدين اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اننی علی عبدی اور اگلی آیت میری اور میرے بندے کی ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین اور سورۃ کا باقی حصہ بندے کے لیے ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

۶۷۔ ذہیر بن محمد عنہری کے واسطے سے ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گئی پس وہ مردہ ہے اور ساری حدیث بیان کی۔

اس باب میں حضرت سعد بن سعید، یوسف بن عبد الرحمن، سعید بن سلمہ، عبد الرحمن بن اسحاق اور حسن بن عمارہ عن العلاء ابن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابی ہریرہ کی روایات بھی ہیں۔ لیکن (تطویل) کتاب بڑھ جانے کے خوف سے چھوڑ دی ہیں۔

۶۸۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو وہ مردہ نا تمام ہے۔ ایک آدمی نے کہا اے ابو ہریرہ میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کروں تو فرمایا دل میں پڑھتا جا اے فارسی کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سورہ (فاتحہ) اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے ہے جب بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذکر فی عبدی۔ بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمد فی عبدی اسی طرح ساری حدیث

ذکر کی ہے۔

یہ زیادت اس حدیث میں ابن سمان کی ہے جو قوی نہیں اور اس زیادت کے علاوہ یہ حدیث ابن سمان سے بالکل محفوظ ہے۔ علاء اور ابوسائب کی روایتوں سے زیادہ صحیح ہے۔ صرف ایک بات ہے کہ علاء بن عبد الرحمن کبھی یہ حدیث اپنے پاس سے بیان کرتا کبھی ابوسائب اور کبھی دونوں سے روایت کرتا ہے لیکن اس کی صحت پر دلیل ہے کہ ثقافت کی ایک جماعت نے دونوں سے روایت کی ہے۔

۳۹ - مزید ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ تہ پڑھے پس وہ مردہ ہے۔ مردہ ہے نا تمام ہے۔ میں نے کہا ابوسائب نے کہا کبھی میں امام کے پیچھے ہوں تو دیکھا کہ دل حضرت ابو ہریرہ نے میرے بازو کو جھنجھوڑا اور فرمایا اے فارسی دل میں پڑھ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر لی ہے نصف میرا اور نصف میرے بندے کا ہے جو سوال والا حصہ ہے۔ بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدانی عبدی بندہ کہتا ہے الدعوت الدعوت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اتنی علی عبدی بندہ کہتا ہے۔ مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدانی عبدی اور یاک نعید وایاک نستعین میری اور میرے بندے کی ہے۔ سید سوال والا حصہ میرے بندے کا ہے اهدنا الصراط المستقیم سے آخر تک۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عن احمد بن جعفر عن النضر بن محمد عن ابی اویس سے درج فرمایا ہے۔

۴۰ - مزید ایک اور سند سے ابو ہریرہ کی روایت ہے۔

۴۱ - ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں قرآن سے کچھ نہ پڑھا اس کی نماز خداج خداج نا تمام ہے۔ اس روایت کو امام زہری نے بھی بیان کیا ہے۔

۳۳ ۷۱ - ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی تہانہ مردہ نام تمام ہے میں نے کہا کہ اے ابو ہریرہ میں انام کہے پیچھے ہوتا ہوں فرمایا تجھ پر افسوس ہے اے فارسی دل میں پڑھے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور سوال بندے کے لیے ہے جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدی عبدی بندہ کہتا ہے اللہم ارحم الراحمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنیٰ علی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مداحی عبدی اور جو باقی ہے بندے کا حصہ ہے اور سورۃ آخر تک پڑھی۔

اس روایت کو صفوان بن سلیم نے بھی ابوسائب سے بیان کیا ہے۔

۷۲ - ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ مردہ نام ہے (یعنی مردہ)

۷۳ - ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ مردہ نام ہے۔

اس روایت کو علاء بن عبد الرحمن عن ابیہ اور عن ابی السائب کے واسطے کے علاوہ بھی بیان کیا گیا ہے جو آگے بیان ہیں

۷۴ - ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو وہ مردہ نام ہے۔

۷۵ - ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے مردہ ہے۔ تین مرتبہ فرمایا۔ ابو علی کہتے ہیں کہ یہ روایت محمد بن عمرو پر موقوف ہے۔

۷۶ - یہ بھی روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے اور وہ بھی موقوف ہے۔

۷۷ - ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں

سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مرد ہے مرد ہے۔ اس روایت کو معمر بن سلیمان نے بھی بیان کیا ہے لیکن وہ سند موقوف ہے اور اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں اور امام قراءت کر رہا ہو تو کیا کہیں۔ تو ابو سلمہ نے جواب دیا کہ امام دو دفعہ نماز میں قراءت سے رکعت ہے ان کو غنیمت بجاؤ اور اس میں پڑھ لو، لاہام سکتات فاعتقوا ہما۔

یہ روایت ایک اور سند سے مرفوعا بھی مروی ہے۔

ایک روایت میں عبد الرحمن بن یعقوب اور ابو السائب عن ابی ہریرہ بھی ہے جو کہ اس کے درجہ کے لیے کافی ہے اور عبد الرحمن ثقات معروفین میں سے ہے اور ابو السائب مدنی آزاد شدہ غلام ہیں ہشام بن زہرہ کے اور وہ ابو ہریرہ کے ہم مجلسوں میں سے تھے۔ ابو السائب نے ابو ہریرہ، ابو سعید خدری اور مغیرہ بن شعبہ سے روایات کی ہیں اور ابو السائب سے یہ روایت علاء بن عبد الرحمن بن یعقوب نے کی ہے اور وہ اس سے بالکل صحیح مروی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

پھر یہ روایت امام زہری اور صفوان بن سلیم سے بھی مروی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

پھر یہ روایت اس سے شریک بن عبد اللہ اور بکر بن عبد اللہ اور حنیف بن اقلح اور محمد بن عمرو بن عطا اور عبد اللہ بن عمر نے بھی ہر ایک نے علیحدہ سند سے بھی روایت کی ہے۔ اور جس شخص سے ایسے ثقات روایت کہیں اس کی تو موقوف روایت بھی قابل قبول ہے اس کے باوجود ہم نے اس روایت کی متابعت عبد الرحمن بن یعقوب سے بیان کر دی ہے۔

اس کے علاوہ ہم نے روایات جابر بن عبد اللہ الصاری اور اس کے علاوہ اور صحابہ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔

یاد رہے: ابو ہریرہ کی خداج والی روایت کے دوسرے ساتھ صحابی جس میں یہ الفاظ

اس میں کہ جس نے سورہ فاتحہ نماز میں نہ پڑھی اس کی نماز مردہ ہے اور فرق نہیں کیا گیا کہ انام ہو یا مقتدی یا منقرہ ہو۔

۷۹۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے دو سندوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کو میں نے اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر لیا ہے۔ سوال بندے کے لیے جب بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدی عبدی جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اتنی علی عبدی جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہجرتی عبدی پس یہ میرے لیے ہے اور باقی بندے کے لیے ہے۔

۸۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو سندوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھلی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز مردہ نامم ہے۔

دو لوں سندوں میں سے جو وہی والی روایت ہے اس میں غیر تمام کا لفظ نہیں ہے۔

پھر ان دو لوں سندوں کی متابعت بنیدین ہارون وغیرہ نے ابن اسحاق سے کی ہے امام بخاری نے بھی خزائن القراءۃ میں اس سے احتجاج کیا ہے۔ اگرچہ اپنی جامع میں درج نہیں کیا۔ پھر یہ روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ ہشام بن سواد عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

پھر نفس مسئلہ میں اگرچہ ہمیں ضعیف روایات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی بطور شاہد کے بعض کو بیان کیا ہے اور اعتماد و ثقافت کی روایات پر ہی ہے۔

۸۱۔ ایک اور سند سے حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے اور کچھ زیادہ بھی تو وہ مردہ ہے۔

۸۲۔ ایک اور سند سے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ کی قرات نہ کی جائے وہ مردہ ہے۔ تین مرتبہ فرمایا۔

ابو احمد کہتے ہیں کہ اس کی سند میں جو عمارہ بن غزیب عن ہشام سے یہ عمارہ نہیں اور کسی حدیث میں نہیں جانتا۔

۸۳۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ ہر نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس روایت کو ابو عبد اللہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور جس نے اسے روایت کیا ہے اس کی کتاب میں نے خود لکھا دیکھا ہے اس نے حسین بن حسن طوسی عمید الملک بن مسلمہ سے روایت ہے جو کہ بالکل درست ہے۔

تغنی عبد اللہ بن مسلمہ نے بھی عبد الرحمن سے روایت کیا ہے لیکن وہ سند مرفوع نہیں ہے اس سے آگے سند بیان کی ہے۔

۸۴۔ عمرو بن شیبہ عن ایبہ عن جده (دو سندوں سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جس نماز میں بھی سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے۔ مردہ ہے مردہ ہے۔

ایک سند میں لفظ دام سورہ فاتحہ کام ام الکتاب ہے اور دوسری میں فاتحہ الکتاب ہے۔

اس روایت کو امام بخاری نے بھی اپنی جزء القراءت میں درج فرمایا ہے۔

۸۵۔ ایک اور سند سے عمرو بن شیبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے۔

اس کو حسین المعلم نے بھی روایت کیا ہے اور اس سے بھی امام بخاری رح نے احتجاج کیا ہے۔

۸۶ - عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے بھی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز مردہ اور ناکمل ہے۔

۸۷ - ایک اور سند سے عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے جس کے الفاظ ہیں کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے مردہ ہے۔

۸۸ - عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے لا صلوات لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب کہ جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔

۸۹ - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اتنی الفاظ سے یہ روایت ہے۔

۹۰ - حضرت جابر سے ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

باب :- ہر نماز کی نماز کا افتتاح ہی سورہ فاتحہ سے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں نام مقتدی اور منفرد کا کوئی فرق نہیں۔

۹۱ - ابو ہریرہ، ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کیا نہ سکھاؤں میں تجھ کو ایک ایسی سورت جو نہ تو تو رات میں اتاری گئی نہ انجیل میں

نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں اس جیسی کوئی سورت اور ہے۔ میں نے کہا حضرت ضرور سکھائیے

آپ نے فرمایا مجھے مسجد کے دروازہ سے باہر نکلنے سے پہلے سکھا دوں گا یعنی کہ جب حضرت

باہر جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا۔ میرا لہجہ آپ کے ہاتھ میں

کھا اور آپ باتیں کر رہے تھے میں سنتا سنتا آپ کے ساتھ چلتا رہا کہ میں آتیانے سے پہلے ہی تشریف

نہ لے جائیں جب ہم دروازہ کے قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا حضرت وہ سورت

جس کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھتا ہے تو کیسے قرائت

کرتا ہے میں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر سنا لی تو آپ نے فرمایا یہی ہے اور یہ سبع مثانی ہے راہی بات

۹۰ آئیں ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولقد اتیناھ

سبعاً من المثانی والقرآن العظیم یہ ہی ہے جو میں دیا گیا ہوں۔

۹۲ - حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر ایک

ایسی سورۃ نازل کی گئی ہے کہ اس جیسی سورۃ آخ نک نازل نہیں ہوئی پس حضرت ابی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا تیرے دروازے سے نکلنے سے پہلے بتاؤں گا کہ تو جان لے گا پھر آہستہ سے چلا اور حضرت ابی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا تو اپنی نماز میں قرأت کیسے کرتا ہے تو اس نے سورۃ فاتحہ پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نہ تو رات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ قرآن میں۔

راوی نے شک کیا کہ آپ نے قرآن میں کہا، یا فرقان میں۔ اور یہ سبع المثانی

اور قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں۔

۹۳ - حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب کے پاس سے گزرے اور ابی اس وقت نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے آواز دی ابی ابی ادھر آؤ پس ابی بن کعب نے جلدی جلدی نماز ختم کی کہ آنحضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ نے فرمایا ابی میں نے تجھے بلایا تو تو نے کئے میں دیر کیوں کر دی۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا استجبوا للہ وللرسول اذا دعاکم الا یہ کہ جب تجھے اللہ کا رسول بلائے تو فوراً قبول کرو۔ تو ابی نے کہا یا آنحضرت غلطی ہوئی آئندہ آپ جب بھی بلائیں گے حاضر ہو جایا کر دوں گا اگرچہ میں نماز ہی کیوں نہ پڑھتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا نہ سکھاؤں تجھے ایسی سورت کہ نہ اس جیسی توراہ میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں کوئی سورت اس جیسی ہے۔ ابی نے کہا حضرت ضرور ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا تیرے دروازے سے باہر نکلنے سے پہلے بتاؤں گا اور آپ دروازہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب آپ دروازہ سے نکلنے لگے تو ابی نے کہا حضرت پھر بتائیے وہ سورت آپ نے فرمایا اچھا تو بتاؤ نماز میں قرأت کیسے کرتے ہو تو حضرت ابی نے سورہ فاتحہ پڑھی پس فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ سورت نہ تو رات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں کوئی سورت اس جیسی ہے اور یہ وہی سبع المثانی ہے جو اللہ

مجھے عطا فرمائی ہے۔

۹۴ - (ایک اور سند سے) ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابی بن کعب کے پاس سے گزرے اور ساری لمبی حدیث بیان کی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ یا حضرت جو آپ نے وعدہ فرمایا تھا وہ سورت ارشاد فرمائیے تو آپ نے فرمایا تو نماز میں قراءت کیسے کرتا ہے پھر میں نے سورہ فاتحہ پڑھی۔

اسی طرح ایک اور روایت حفص بن یسیرہ عن العلاء بن عبد الرحمن نے موصولاً

بیان کی ہے۔

علاء بن عبد الرحمن کے واسطے سے ابی بن کعب کی اور سندیں بھی

میں جن کو..... امام مالک نے اپنے مؤطا میں درج فرمایا ہے۔

۹۵ - عامر بن کہیرہ، حضرت ابی بن کعب سے (دوسرے سے) روایت کرتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو بلایا اور وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہو کر گئے تو آپ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور آپ مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرے مسجد سے

نکلنے سے پہلے تجھے ایک ایسی سورت سکھاؤں جو نہ تو راست میں ٹانگی ہوئی ہو نہ الجھیل میں اور نہ اس جیسی قرآن میں ہی اور ہو۔ حضرت ابی نے کہا کہ میں نے دیر کی تاکہ آپ

سے پوچھ کر جاؤں..... پھر میں نے کہا حضرت جس سورت

کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا وہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب نماز شروع کرتا ہے

تو کیسے کرتا ہے میں نے سورہ فاتحہ آخر تک پڑھ دی آپ نے فرمایا یہ ہی وہ سورت

ہے اور یہ صلح ثانی اور قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں۔

استدلال:- حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو فرمایا کہ تو نماز کیسے پڑھتا ہے تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ سورت

فاتحہ ثانی اور کسی قسم کی تخصیص نہ کی کہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو یا اس چیز کا دلیل ہے

کہ سب پر قراءت فاتحہ فرض ہے

تیز اس بات پر بھی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام میں بالکل مشہور و معروف تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کو متعین فرمادیا ہے۔ کیونکہ یہی سکھلانا مقصود تھا کہ قرائت فی الصلوٰۃ میں سورۃ فاتحہ لازم ہے۔ اگرچہ سورہ فاتحہ کے علاوہ بھی قرائت کرنا صحیح رکا۔
ثواب ہے۔

دیہاں تک امام بیہقی رحمہ اللہ نے وہ احادیث ارشاد فرمائی ہیں جن سے صرف قرات کا لزوم ثابت ہوتا ہے اور ہر نمازی کے لیے عام روایات تھیں۔ اب وہ روایات بیان ہوں گی جو صرف مقتدی کے لیے خاص ہیں۔

باب

وہ احادیث جو خاص طور پر مقتدی پر فائقہ کو واجب کرتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو۔ اور نماز بھی خواہ جہری قراءت والی ہو یا سبیری قراءت والی ہو۔

۹۶ - عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت دو سند سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ پر قراءت کچھ بوجھل ہوئی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو۔ تمام صحابہ نے جواب دیا کہ ہاں اے اللہ کے رسول ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا کہ رسول نے سورہ فائقہ کے کیونکہ جو وہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

احمد بن خالد کی روایت میں قلنا اجل والله یا رسول اللہ کے لفظ ہیں اور یزید کی روایت میں قلنا نعم یا رسول اللہ ہذا ہیں۔

۹۷ - یہی روایت مزید پانچ سندوں سے اپنی الفاظ اور اسی معنی سے عبادہ بن صامت سے مروی ہے۔

یہ اس روایت کی متابعت یزید بن ابی حبیب، حماد بن سلمہ، محمد بن ابی عدی، عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ اور عمر بن حبیب عن محمد بن اسحاق بن یسار نے بھی روایت کیا ہے۔

۹۸ - عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی صبح کی پس آپ پر قراءت کچھ بوجھل ہوئی تو آپ ہم پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو جب کہ امام اونچی آواز سے قراءت کرتا ہے ہم نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہ پڑھا کہہ دو سورۃ

فاتحہ کے کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۹۹ - ایسے ہی ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں محمد بن اسحاق کے مکتول سے سماع کا صریح ذکر ہے۔ اس کو امام بخاری نے بھی جزء الفوائد میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند احمد بن خالد و سبی عن محمد بن اسحاق ہے اور اس سے احتجاج کیا ہے نیز فرمایا ہے کہ میں نے علی بن عبداللہ المدینی کو دیکھا وہ بھی ابن اسحاق کی حدیث سے احتجاج کرتے تھے اور علی بن مدینی۔ ابن عیینہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس روایت میں کسی نے بھی ابن اسحاق کو متہم نہیں کیا ہے۔

امام زہری نے بھی کہا ہے کہ جس نے مغازی حاصل کرنا ہو تو اسے محمد بن اسحاق سے سیکھنا چاہئے۔

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی بھی نہیں دیکھا ہے جو ابن اسحاق کو متہم کرتا ہو۔ ابن مدینی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ابن اسحاق ثقہ ہے اس میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ وہ دماغزی ہیں، اہل کتاب سے روایات لے لیتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ امام زہری کے پاس محمد بن اسحاق تشریف لائے تو انہوں نے دیر کی۔ جب ملے تو امام زہری نے پوچھا کہ تم کہاں تھے تو ابن اسحاق نے کہا کہ تیرے دربانوں کے ہوتے ہوئے تجھ سے کون مل سکتا ہے۔ چنانچہ امام زہری نے اسی وقت اپنے دربانوں کو بلا کر کہا کہ ابن اسحاق جب تشریف لائیں تو انہیں مت روکا کریں۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابو بکر ندلی سے میں نے سنا وہ کہتے ہیں کہ امام زہری کہا کرتے تھے کہ ابن اسحاق جب تک مدینہ میں ہیں اس وقت تک مدینہ میں علم کی فراوانی رہے گی۔

امام شعبہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق محدثین کے امام ہیں پوچھا گیا کس وجہ سے فرمایا اس کے حافظہ کی وجہ سے۔ یہ روایت امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عبید بن یعیش سے روایت کی ہے۔

حضرت شعبہ کہتے ہیں کہ اگر میرے بس میں ہو تو میں محمد بن اسحاق کو محدثین پر امیر مقرر کر دوں۔

نیز فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کے ساتھ رہنا کیونکہ وہ حافظ ہے ابو العباس کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق بن یسار مغازی میں امام تسلیم کیے گئے ہیں اور روایت میں بہت سچے ہیں۔ یہ ہیں اقوال ہمارے اماموں کے محمد بن اسحاق کے بارے میں۔

اب رہی وہ بات جو امام مالک بن انس سے ان پر جرح نقل کی گئی ہے تو اس کے متعلق یہ بات ہے کہ محمد بن اسحاق نے امام مالک کے نسب کے متعلق کوئی بات کہی تھی اور امام مالک اس سے یہ بات پہنچی تھی کہ اس نے کہا کہ امام مالک کے علم کو مجھ پیش کر میں اس کا ڈاکٹر ہوں تو یہ بات امام مالک کو ناگوار گذری تو انہوں نے یہ جرح کی۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر امام مالک کی بات واقعی درست ہے تو یہ بھی ہوتا ہے کہ آدمی کسی شخص کی ایک بات کو غلط کہہ دے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ ہر بات میں متہم سمجھتا ہے۔

امام بخاری نقل کرتے ہیں ابراہیم بن منذر سے وہ محمد بن فلح سے کہ امام مالک نے مجھے قریش کے دو بزرگوں سے پتہ لینے سے روکا۔ اور خود ہی ان سے موٹا میں روایات کہیں اور ان کو قابل احتجاج سمجھا دیتا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اکثر ائمہ نے بعض الناس را احسان کی بات کو قبول نہیں کیا یا کھل اسی طرح جیسا کہ ابراہیم کی بات شعبی کے معاملہ میں قبول نہیں اور شعبی کی بات عکرمہ کے معاملہ میں قبول نہیں کی۔ اور ایسی جرح کو اہل علم نے بغیر لائل کے قابل التفات نہیں سمجھا اور نہ ہی بلا دلیل ثابتہ کسی کی عدالت سا حفظ ہوتی ہے۔

محمد بن اسحاق سے امام شعبہ۔ امام ثوری۔ ابن ادریس۔ حماد بن زید۔ یزید بن زریع۔ ابن علیہ۔ عبدالوارث۔ ابن مبارک نے روایت کی ہے اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین اور عام اہل علم نے ان کی روایت کو قبول کیا ہے۔

پھر امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابی بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسحاق کی کتاب (بیاض) کو دیکھا مجھے صرف دو حدیثوں کے متعلق تردد ہوا اور ممکن ہے کہ وہ بھی صحیح ہی ہوں۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ جن دو حدیثوں کے متعلق ابی بن عبد اللہ نے تردد بیان کیا، ان کی تفسیر یعقوب بن سفیان نے ابی بن عبد اللہ سے کی ہے کہ ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں مجھے منکر معلوم ہوئی ہیں ایک نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اذ انص احدکم لیوم الجمعة۔ اور دوسری زہری عن عمرو بن زید بن خالد کی اذ انص احدکم فرجہ کہ یہ دو روایتیں ان کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیں۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں علی بن مدینی نے پہلی روایت کو اس لیے منکر کہا ہے کہ وہ عمر بن دینار عن ابن عمر موقوف روایت ہے جس کو محمد بن اسحاق نے دوسری سند سے عن نافع عن ابن عمر مرفوع بیان کی ہے حالانکہ واقعی یہ روایت اور سند سے مرفوع ثابت ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔ اخبرنا ابو ذکریا بن ابی اسحاق اخبرنا عبد الباقی بن قانع حدیثنا محمد بن نصر بن منصور الصانع حدیثنا احمد بن عمر الوکیعی حدیثنا عبد الرحمن بن محمد المحاربی عن یحییٰ بن سعید الانصاری عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا انص احدکم فی الصلوة فی المسجد یوم الجمعة فلیتجول من مجلس الی غیرہ اور دوسری حدیث جو عروہ عن بسرة بنت صفوان سے مشہور ہے اس کو ابن اسحاق نے عن عروہ عن زید بن خالد الجہنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے انہ قال اذا انص احدکم ذکرہ فلیتوضأ یعنی بسند صحیح روایت کیا ہے حالانکہ اس روایت کو اکیلے محمد بن اسحاق نے بھی بیان نہیں کیا بلکہ امام احمد بن حنبل نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ پس محمد بن اسحاق اس اعتراض سے بھی بہی الذمہ ہو گئے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ دونوں حدیثیں بھی صحیح ہوں ایک اور اعتراض جو ہمیں علی بن مدینی سے پہنچا ہے یہ ہے کہ ابن اسحاق حدیث

بیان کرتے ہیں فاطمہ بنت منذر سے۔ کیا ابن اسحاق فاطمہ بنت منذر سے ملے تھے؟
اس کا جواب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے کہ اہل مدینہ کے نزدیک لکھ کر
دی ہوئی حدیث کی روایت بھی درست ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فاطمہ بنت منذر نے
حدیث لکھ کر دی ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پردہ کے نیچے سے سنا ہو جو فاطمہ
بنت منذر نے اس کے لیے بیان کیا ہو اور ہشام بن عمار نے اس سے اور فاطمہ بنت
مندر کا خاوند ہے اس وقت پاس نہ ہو۔

ابو احمد بن عدی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسحاق کی تمام روایات کی پوری طرح
تفتیش کی لیکن ان میں کوئی بھی ایسی حدیث نہ تھی جس کو بوجہ ضعف کے قطع کیا جا
سکے (یعنی ناقابل قبول گردانا جائے) اور نہ ہی ائمہ ثقافت نے ان کی روایت قبول کرنے
سے انکار کیا ہے۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبادہ بن صامت کی حدیث میں محمد بن
اسحاق کی متابعت کھول وغیرہ شاہی ثقافت نے بھی کی ہے (جیسا کہ آگے آ
رہا ہے۔

۱۰۰۔ بواسطہ کھول (عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہونی جس نے سورہ فاتحہ
نہیں پڑھی خواہ امام ہو یا امام کے علاوہ یعنی مقتدی ہو۔

اس کو عبد اللہ بن عمرو بن عارض عن محمود بن ربیع نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے
جیسا ابن اسحاق نے عن کھول عن محمود بن ربیع بیان کیا ہے۔ یعنی کھول کے علاوہ اور متابعت ہے
۱۰۱۔ محمود بن عبادہ بن صامت کے شاگرد ہیں انہوں نے عبادہ کے ساتھ کھول کے

ہو کر نماز پڑھی۔ حضرت عبادہ امام کے پیچھے قرائت کرتے رہے (یعنی سورہ فاتحہ
پڑھتے رہے) جب نماز ختم ہوئی تو محمود نے ان سے قرائت کے متعلق پوچھا تو حضرت عبادہ نے فرمایا ایک دن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہم سے پوچھا جبکہ قرائت میں کچھ خلط ہوا کہ میرے
ساتھ تم بھی قرائت کرتے ہو ہم نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ میں تعجب کرتا تھا

کہ میرے ساتھ قرآن میں منازعت دھکڑا کر کون کر رہا ہے۔ آئندہ جب امام قراءت کیے تو اس کے ساتھ قراءت مت کر دو سوائے سورہ فاتحہ کے۔ اس حدیث کو ایک جماعت نے عمرو بن عثمان جمہمی سے روایت کیا ہے۔

۱۰۲۔ ایک اور سند سے یہی واقعہ کہ عبادہ بن صامت کے شاگرد محمود نے ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ پس اس نے سنا کہ حضرت عبادہ امام کے پیچھے قراءت کر رہے ہیں اسی طرح اوپر کی روایت کے مطابق واقعہ فرماتے کے بعد الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تعجب کرتا تھا کہ کون مجھ سے قرآن چھین رہا ہے جب امام قراءت کرے تو تم میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ قراءت نہ کرے سوائے ام القرآن کے۔

اس کو معاویہ بن یحییٰ نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۰۳۔ ایک اور سند سے محمود بن ربیع البصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ میرے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے پس انہوں نے امام کے ساتھ قراءت کی اور امام بھی قراءت کر رہا تھا۔ پس جب نماز ختم کر کے پھرے تو میں نے کہا اے ابو ولید حضرت عبادہ بن صامت کی کنیت ہے، تیری قراءت سنی جاتی تھی۔ حالانکہ امام ابو بختی آواز سے قراءت کر رہا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءت کی تو حضرت بھول گئے پھر تسبیح پڑھی۔ پھر جب نماز پڑھ لی تو آپ نے سلام کے بعد فرمایا کیا میرے ساتھ قراءت کرتے ہو۔ ہم نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ میں تعجب کرتا تھا کہ مجھ سے قرآن میں کون جھگڑ رہا ہے۔ جب امام پڑھے تو تم اس کے ساتھ مت پڑھو سوائے سورہ فاتحہ کے کیونکہ جو اسے نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایات توہم نے بیان کر دیں لیکن اعتماد اسی ابن اسحاق کی روایت پر ہے اور اس کی متابعت کی روایات پر نیز اس حدیث کو زید بن واقد نے حرام بن حکیم سے بھی بیان کیا ہے اور کچھول نے نافع بن

محمود سے بھی بیان کیا ہے، یعنی دو اور سندیں متابعت میں ہیں، جیسا کہ ابھی آگے آ رہا ہے۔

۱۰۴۔ (دوسرے سے) محمود انصاری عبادہ بن صامت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایلیا کے گورنر تھے۔ ایک دن صبح کی نماز میں دیر سے پہنچے اور ابو نعیم نے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ ابو نعیم وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے بیت المقدس میں اذان کہی۔ پس میں حضرت عبادہ کے ساتھ آیا۔ اور ہم دونوں صفت میں کھڑے ہو گئے اور ابو نعیم ادبچی آواز سے قرائت کر رہے تھے پس عبادہ بن صامت نے سورہ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ اس کو ختم کیا۔ حافظ کی روایت میں ہے کہ میں سمجھ رہا تھا کہ حضرت عبادہ سورہ فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ یعنی تھوڑا تھوڑا آواز سے پڑھا، جب سلام پھری تو میں نے کہا کہ میں آپ کو سورہ فاتحہ کی قرائت کرتے سن رہا تھا انہوں نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ادبچی قرائت والی نماز پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے ہمیں حکم دیا کہ مت پڑھے تم میں سے کوئی بھی جب میں ادبچی آواز والی قرائت کر دوں سوائے سورہ فاتحہ کے۔

۱۰۵۔ (ایک اور سند سے) محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ کے ساتھ صبح کو مسجد میں جایا کرتا تھا۔ پس ایک دن دیر ہو گئی سب ہم مسجد میں آئے تو ابو نعیم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے صبح کی پس ہم ان کے پیچھے صفت میں کھڑے ہو گئے پس میں نے سنا کہ حضرت عبادہ نے سورہ فاتحہ پڑھی جب انہوں نے نماز ختم کی تو میں نے کہا اے ابو ولید آپ نے امام کی قرائت کے ساتھ ہی قرائت (فاتحہ) شروع کر دی یہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے یہ کام عدا کیا یا بھول کر انہوں نے کہا میں بھولا نہیں بلکہ عدا کیا کیونکہ ہم نے بعض ادبچی قرائت والی نمازوں میں سے آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھی اور آپ پر کچھ التباس ہوا۔ آپ نے نماز ختم کرنے کے بعد پوچھا کیا تم بھی میرے ساتھ پڑھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں فرمایا سورہ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس کے رفات ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے اس کو امام ابو داؤد اپنی سنن میں محمد بن اسحاق کی روایت کے بعد لائے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم مؤذن تھا اور عبادہ سے روایت کرنے والے محمود بن ربیع نہیں اس میں دلید نے غلطی کھائی ہے۔ نیز ہم نے زید بن داؤد کی روایت بیان کی ہے اس میں بھی اس غلطی کا ذکر ہے۔

نیز فرماتے ہیں شامی علماء کی ایک جماعت نے کھول کے واسطہ سے عبادہ بن صامت کا یہ واقعہ نماز کا مرسل طور پر بھی بیان کیا ہے۔

..... ان میں سے نعمان بن منذر۔ سعید بن عبد الغزیز۔ عبد الرحمن بن یزید۔

عبد اللہ بن عطاء اور محمد بن ولید زبیدی ہیں (حالانکہ ان کی موصول روایتیں مندرجہ ذیل میں)

۱۱۲۔ نعمان بن منذر کے واسطہ سے (عبادہ بن صامت نے لوگوں میں کھڑے ہو

کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی جس میں قرآن ادبھی آواز سے

پڑھا۔ پس آپ پر قراءت ملتی ہوئی جب آپ نماز سے لوٹے تو فرمایا کہ جب امام

جہر کرے تو کیا تم بھی قراءت کرتے ہو۔ صحابہ نے کہا ہاں ہم قراءت جلدی سے کر

لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تعجب کرتا تھا کہ مجھ سے قرآن پھینا جا رہا ہے۔

اور فرمایا کہ جب امام جہری قراءت کرے تو مت پڑھو سوائے سورہ فاتحہ کے کیونکہ

سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۱۱۳۔ سعید بن عبد الغزیز اور عبد اللہ بن عطاء دونوں سے بھی روایات دو سندوں

بالکل ادبھی کی روایت کی طرح مروی ہیں۔

۱۱۴۔ (زبیدی کے واسطہ سے) روایت اس طرح ہے حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا تم بھی میرے ساتھ قرآن پڑھتے ہو

جیکہ میں نماز میں ہوتا ہوں انہوں نے کہا ہاں یا حضرت ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں۔

یاریہ کہ ہم بھی پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو بلکہ صرف اپنے دل میں آہستہ سے

سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرو۔

یہ روایت ریاء بن حیوہ سے مرسل اور موقوف بھی مروی ہے۔

۱۱۵۔ چنانچہ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے ساتھ نماز میں قرآن پڑھتے ہو ہم نے کہا ہاں تو فرمایا سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔

۱۱۶۔ (ادزاعی کی روایت عن عمرو بن سعید عن عمرو بن شعیب عن عبادہ بن صامت) عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کیا تم میرے ساتھ نماز میں قرآن پڑھتے ہو انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لا تفعلوا الا بامر القرآن کہ سورہ فاتحہ کے بغیر کچھ نہ پڑھا کرو۔

۱۱۷۔ دو اور صحیح روایتیں ولید بن مسلم کی عن ادزاعی عن عمرو بن سعید (عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم پڑھتے ہو میرے ساتھ نماز میں انہوں نے کہا ہاں ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا فلا تفعلوا الا بامر القرآن۔

۱۱۸۔ (امام ادزاعی کی موصول روایت) عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو فرمایا کیا تم قراءت کرتے ہو جبکہ تم میرے ساتھ نماز میں ہوتے ہو انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں تو فرمایا کہ سو اسورہ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو۔

اس کی مزید چار سفیدیں بھی بیان کی گئی ہیں لیکن وہ موقوف ہیں۔ صحیح سند ہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

۱۱۹۔ رجاء بن حیوہ کے واسطہ سے عبادہ بن صامت کا واقعہ محمود بن ربیع بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عبادہ میرے ساتھ کھڑے تھے انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ نماز ختم ہونے کے بعد میں نے کہا اے ابو ولید میں نے تجھ سے سورہ فاتحہ (آواز سے) پڑھتے سنا ہے انہوں نے کہا ہاں سورہ فاتحہ پڑھے بغیر

اس حدیث کو کھول شامی (اور وہ اس شام کے اماموں میں سے ہیں) نے سنا محمود بن ربیع سے بھی اور نافع بن محمود سے بھی اور ان دونوں نے حضرت عبادہ بن صامت سے سنا۔

نیز اس کو حرام بن حکیم نے نافع بن محمود سے سنا انہوں نے عبادہ بن صامت سے۔

نیز اس کو رجا بن حیوۃ (وہ بھی المہاجر اہل شام میں سے ہیں) نے سنا محمود بن ربیع سے انہوں نے عبادہ بن صامت سے۔

اہل علم کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی روایت موصولی بیان کر دیتے ہیں اور کبھی مرسل مطلق کہ جب ان سے سند کے متعلق سوال کیا جائے تو سند ذکر کر دیتے ہیں ورنہ کبھی ایسے ہی موقوف بیان کر دیتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر کبھی سند موصول ہو تو اگرچہ بیان کرنے میں مرسل ہی کیوں نہ ہو وہ صحیح ہوتی ہے کیونکہ دوسری سند موصول ہوتی ہے اور مرسل سند صرف بطور شاہد ہی بیان کر دیتے ہیں۔

پھر حال اتنی کثیر اسناد اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ عبادہ بن صامت کی حدیث اطراف و جوانب میں بہت پھیلی ہوئی تھی اور بحیثیت مندوبوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی تھی اور بحیثیت ان کا فتویٰ ہی ہونے کے موقوف تھی۔

لیکن تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو ہر نمازوں میں قراءت فاتحہ خلف الامام کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ترک قراءت خلف الامام کے قائلین بطور دلیل کے آنحضرت کا ارشاد یہ تو بیان کر دیتے ہیں مالی انا نزع القرآن۔ لیکن انہوں نے

آنحضرت کا اثناء کرنا سورہ فاتحہ سے آہستہ پڑھے گا نہیں سنا اور آنحضرت کا ارشاد نہیں دیکھا کہ اس کی نماز ہی نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اور ان الفاظ کو حضرت

عبادہ بن صامت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور پورے یقین سے سنا اور اسے اسی طرح ادا فرمایا اور ظاہر کر دیا۔ اب اس حدیث کی طرف رجوع کرنا واجباً ہے۔

سفیان بن عیینہ نے نقباء الصغار کا ذکر کیا ان میں حضرت عبادہ کا بھی ذکر کیا۔ پھر امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں سفیان نے کہا حضرت عبادہ بدری (جنگ بدر میں شریک ہونے والے) عقبی ربیعہ میں شریک ہونے والے (احدی) جنگ احد میں شریک ہونے والے (شجری ربیعہ) مدینہ میں شریک ہونے والے (اور نقیب (سوار قوم) تھے۔ نیز ہم نے کتاب المدخل میں یہ روایت نقل کی ہے عبادہ بن ابی امیہ سے انہوں نے کہا کہ میں حضرت عبادہ کے پاس گیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے فقیہ تھے۔

یاب: حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث کے شواہد جن میں صحیح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا رسول اللہ نے حکم دیا ہے۔ اگرچہ حضرت عبادہ کی حدیث شواہد سے بے نیاز ہے۔

۱۲۱ - حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے (دوسرے سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو نماز پڑھائی۔ نماز ختم کرنے کے بعد قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ امام کی قراءت کے ساتھ تم بھی قراءت کرتے ہو صحابہ کرام چپ ہو گئے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو کہنے والے یا سب نے جواب دیا ہاں ہم کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ قراءت نہ کیا کرو اور صرف سورہ فاتحہ دل میں پڑھا کرو۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اپنی جزء القراءت میں اور اس کی روایت یحییٰ بن یوسف ذمی سے ہے۔

۱۲۲ - مزید پانچ سند سے حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ نماز ختم کرنے کے بعد ان پر متوجہ ہو کر فرمایا۔ تم نماز میں امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو جب امام بھی قراءت کر رہا ہو تو اصحاب چپ ہو گئے آپ نے تین مرتبہ دہرایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم قراءت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا صرف قراءت فاتحہ کیا کرو اور وہ بھی دل میں۔

اس روایت کے تمام ثقہ راویوں کا (یعنی پانچوں سندوں کے راویوں کا) اجماع ہے ان الفاظ پر یعنی متفق طور پر الفاظ یہی ہیں فلا تفعلوا والیقصر احدکم فاتحۃ الكتاب

فی نفسہ) یہ اس پتیر کی دلیل ہے کہ حضرت انس کی روایت جو یوسف بن عدی کے واسطے سے ہے اس میں یوسف بن عدی نے "فلا تفعلوا" کے بعد کے الفاظ چھوڑ دیئے ہیں وہ اس نے خود کمی کی ہے اور صرف "فلا تفعلوا" روایت کیا ہے اور دل میں قراءت فاتحہ کا حکم چھوڑ دیا ہے۔

چنانچہ اس واقعہ کو ابو عبد اللہ حافظ نے ابو علی حافظ سے بیان کیا ہے انہوں نے حسن بن فرج نخوی سے اس نے یوسف بن عدی سے اس نے علیہ اللہ بن عمرو سے پس انہوں نے روایت اس کمی کے ساتھ بیان کی ہے اور اتنی ہی بیان نہیں کیا یہ ان کی غلطی ہے اور بھول ہے لیکن اس نقصان کی وجہ سے جو بعض روایہ کی غلطی ہے حکم تبدیل نہیں ہو سکتا۔

صاحب شریعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصود ہے کہ قراءت خلف الامام سے روکا جائے اور سورۃ فاتحہ کا دل میں پڑھنے کو مستثنیٰ رکھا جائے۔ روایات کی ایسی غلطیوں کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

۱۲۳ - زید ایک اور سند سے حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ سے پوچھا تین مرتبہ تو صحابہ نے کہا کہ ہم پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا فلا تفعلوا لیقر احدکم بقائتہ الكتاب فی نفسه۔

ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ اپنے استاد کی بیاض سے لکھے ہیں۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے اس حدیث کی سند مختصر کر کے عن ایوب عن ابی قلابة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرسل بیان کیا ہے ولینتی حضرت انس کا نام چھوڑ گئے ہیں، ان میں سے حماد بن زید بھی ہیں۔

۱۲۴ - (ابو قلایبہ کی مرسل) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی پھر قوم پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم امام کے ساتھ قراءت کرتے ہو تو صحابہ چپ سوڑے آپ نے تین مرتبہ دہرایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم پڑھتے ہیں فرمایا مت پڑھا کرو وقر سورۃ فاتحہ دل میں پڑھا کرو۔

۱۲۵۔ ان میں سے حماد بن سلمہ بھی ہیں، ابو قتلابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ شاید کہ جب امام قراوت کرے تم بھی قراوت کرتے ہو۔ ایک آدمی نے کہا ہاں آپ نے فرمایا فلا تفعلوا دلکت لیقرأاً احدکم بقائتہ الكتاب۔

۱۲۶۔ ابو قتلابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا شاید کہ تم امام کے پیچھے قراوت کرتے ہو جب کہ امام قراوت کرتا ہے ایک آدمی نے کہا ہاں ہم کرتے ہیں فرمایا است کر دسوائے سورہ فاتحہ کے۔

اس روایت کو ابراہیم بن ابوطالب کے واسطہ سے بھی ابو قتلابہ نے بیان کیا ہے۔

۱۲۷۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے (دوسرے سے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہم پر متوجہ ہو کر فرمایا انقرؤن خلف الامام بثنیٰ کیا تم امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو بعض نے کہا کہ ہاں ہم پڑھتے ہیں اور بعض نے کہا کہ نہیں پڑھتے آپ نے فرمایا سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔

۱۲۸۔ (مزید ایک اور سند سے) علیہ کے واسطہ سے ادیر کی روایت کی طرح ہی ہے۔ ابو علی کہتے ہیں کہ اس سند میں علیہ یعنی ربیع بن بلد نے غلطی کی ہے اپنے استاد ابو ربیع کے بیان کرنے میں کیونکہ ادیر کی سند میں ابو ربیع نے سنیانی ہے اور اس میں ابو قتلابہ کا ثنا گرد ہے۔ ابو قتلابہ کی اور صحیح سند بھی ہے۔

۱۲۹۔ ابو قتلابہ کے واسطہ سے بسند صحیح دوسرے سے ابو عاتشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم بھی قراوت کرتے ہو جبکہ امام قراوت کرتا ہے صحابہ نے کہا ہاں تو فرمایا است قرأت کر دسوائے سورہ فاتحہ کے۔

یہ روایت اسی طرح عبدالمزاق بن ہمام۔ عبد اللہ بن دلید عدنی اور محمد بن یزید سفیان ثوری سے بیان کرتے ہیں۔

۱۳۰۔ (مزید ایک سند سے) ابو قتلابہ کی روایت بالکل مذکورہ روایت کی طرح ہے الفاظ اس طرح ہیں الا ان یقرأ احدکم فاتحۃ الكتاب فی نفسہ۔ اس کی سند ہے عن محمد

بن ابی قلابہ عن رجل من اصحاب البتہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت کے اصحاب میں سے جو شخص بھی ہو گا ثقہ ہی ہو گا اور محمد بن ابو عائشہ غلام تھا بنو امیہ کا۔

اس کو امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا ہے اور ابو قلابہ عبد اللہ بن زید جرمی اکابر تابعین میں سے ہیں اور فقہاً تابعین میں سے تھے۔

اور یہ حدیث اسی طرح بشر بن مفضل اور اسمعیل بن علی نے بھی عن رجل من اصحاب البتہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔ اور کہا عبد الوہاب وہ آدمی ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور کہا کہ زید نے بھی اس بات کی تاکید کی ہے عن شہد ذلك اور یہ حدیث صحیح ہے اس سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے بھی فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اس روایت سے دلیل پکڑی ہے۔

امام بخاری کے واسطے سے بھی ابو قلابہ کی روایت ہے خالد الخزاز کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ تجھ سے کس نے بیان کیا ہے تو اس نے کہا محمد بن ابو عائشہ نے جو بنو امیہ کا غلام (آزاد کردہ) تھا اور وہ بھی بنو مروان کے ساتھ مدینہ سے علاء وطن ہوا تھا۔

امام ترمذی سفیان بن عیینہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو قلابہ اللہ کی قسم وہ تو عقلمند فقہا میں سے تھے۔

مسلم بن لیسا کہتے ہیں کہ اگر ابو قلابہ عمیروں میں سے ہوتے تو قاضی القضاة ہوتے۔ اسی سند سے ایوب فرماتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا میں تین دن تک مدینہ میں ہی مسئلہ ایک آدمی سے پوچھنے کے لئے ٹھہرا رہا جو کہ اپنی جاگیر پر گیا ہوا تھا۔

۱۳۱ - عبد الرحمن بن سوار کہتے ہیں کہ میں عمرو بن میمون بن ہرمان کے پاس تھا کہ اہل کوفہ میں سے ایک آدمی نے کہا اے ابو عبد اللہ میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ جو شخص فاتحہ خلف الامام پڑھے اس کی نماز برباد (خدا ج) ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو بات تجھے پہنچی ہے سچ پہنچی ہے کیونکہ مجھے اپنے باپ میمون سے انہیں اپنے باپ ہرمان سے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی

کہ سورہ فاتحہ پڑھے اور ساتھ ہی اور قرآن کا کچھ حصہ بھی پڑھے۔ پس اگر صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھے لے تو بھی کافی ہے اور جو شخص امام کی اقتدا میں ہو اسے چاہئے کہ امام کے قرائت شروع کرنے سے پہلے سکوت میں ہی سورہ فاتحہ پڑھے اور جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز مردہ ہے مردہ ہے۔

۱۳۹۔ عمرو بن شعیب کی ایک اور سند سے روایت ہے بالکل اوپر کی مثل خطبہ کا واقعہ ہے۔ اس میں خداج کا لفظ تین مرتبہ ہے۔

۱۴۰۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص بھی نماز پڑھے امام کے ساتھ فرض نماز تو وہ سورہ فاتحہ امام کے سنکات میں پڑھنا جائز ہے جب سورہ فاتحہ پڑھ لی تو اسے قرائت کافی ہو جائے گی امام کے سنکات سے مراد یہ ہے کہ جب امام ایک آیت پڑھے کہ ٹھہرے تو اس وقفہ میں مقتدی آیت پڑھے۔

۱۴۱۔ عمرو بن شعیب کی روایت عن ابیہ عن جده کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز فرض پڑھے فرض یا تفلی تو اسے چاہئے کہ اس میں سورہ فاتحہ بھی پڑھے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی اور اگر صرف سورہ فاتحہ پڑھے لے تو بھی کافی ہے یعنی قرائت فاتحہ فرض ہے اور غیر فاتحہ منقرد کے لیے مستحب ہے اور مقتدی کے لیے مندوع ہے اور جو شخص امام کے پیچھے بہری نماز پڑھے تو وہ امام کے سنکات میں سورہ فاتحہ پڑھے ورنہ اس کی نماز بیکار مردہ نام تمام ہوگی۔

۱۴۲۔ مزید دو سند سے اور روایت بھی ہے جس کے الفاظ ہیں کہ مقتدی کو چاہیے کہ امام کے وقفوں میں پڑھنا جائز ہے۔

یہ تمام شواہد عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده کے بالکل صحیح ہیں اور انہوں نے ان کے فعل کی خبر دی ہے اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے بھی شواہد درست ہیں اور ان کا فتویٰ

بھی یہی ہے اور ان کے فتوے ہم انشاء اللہ صحابہ کے اقوال میں ذکر کریں گے۔
باب :- اس بات کے دلائل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو امام کے
 ساتھ اپنی آواز سے قراءت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ صرف قراءت داہستہ آواز سے
 منع نہیں فرمایا تھا۔

۱۲۳۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن خدا فہ نے نماز پڑھی تو اپنی آواز
 سے قراءت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خدا فہ مجھے مت سنا اللہ تعالیٰ
 کو سنا یعنی اپنی آواز سے نہ پڑھا آہستہ آواز سے پڑھا۔

۱۲۴۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی
 تو آپ نے نماز کے بعد پوچھا کیا امام کی قراءت کے ساتھ تم بھی قراءت کرتے ہو آپ نے
 تین مرتبہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم پڑھتے ہیں فرمایا نہ قراءت کیا کرو صرف
 سورہ فاتحہ اپنے دل میں پڑھا کرو۔

اسی طرح ابوخلابہ کی روایت ابو عاتشہ سے عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ وسلم

باب :- مقتدی کے صرف سورہ فاتحہ پڑھنے پر استدلال اس واقعہ سے کہ جب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی سے پوچھا جس نے حضرت معاذ بن جبل کے پیچھے نماز
 پڑھی تھی کہ تو کیا پڑھتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو آپ نے
 اس سے انکار کیا نہ اسے کوئی تفصیل بتائی۔

۱۲۵۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں حضرت معاذ کا واقعہ کہ ایک شخص نے ان کے پیچھے نماز
 پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے پوچھا اے میرے بھتیجے تو کیسے کرتا
 ہے جب تو نماز پڑھتا ہے تو اس نے کہا کہ حضرت میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ
 سے جنت مانگتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور مجھے آپ کی اور معاذ کی گنگناہٹ کا پتہ نہیں
 کہ آپ کیا گنگناتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اور معاذ بھی تو یہی گنگناتے ہیں۔

باب :- مقتدی کی قراءت فاتحہ خلف اللام پر اس حدیث سے استدلال اور لوگوں

سے بائیں کرنے کی مانعت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے بائیں کرنے والوں کو روکا اور فرمایا کہ نماز میں ایسی باتیں کرنا مناسب ہے کیونکہ نماز تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن کا نام ہے اور آپ کے تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ اور اگر واقعی امام کے پیچھے قراءت منع ہوتی تو آپ ان مقتدیوں کو نہ فرماتے کہ نماز تلاوت قرآن کا نام ہے بلکہ ان کو تلاوت خلف الامام سے روک دیتے جیسا کہ پیچھے بائیں کرنے سے روک دیا۔

۱۴۴ - معاویہ بن حکم سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے اس کے جواب میں یہ حکم اللہ کہا تو قوم نے مجھے آنکھوں سے ڈانٹا میں نے کہا اے میں مرجاؤں تم مجھے ایسے کیوں دیکھتے ہو جب میں نے یہ بات کہی تو قوم نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارے میں نے محسوس کیا کہ لوگ مجھے چپ کر رہے ہیں تو میں چپ ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ میرے ہاں پاپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے اچھا معلم و معلم سکھانے والا نہ کبھی پہلے دیکھا تھا۔ بعد میں اللہ کی قسم نہ آپ نے مجھے مارا نہ ڈانٹا نہ کالی دی۔ فرمایا یہ جو ہماری نمازیں ہیں ان میں اس طرح لوگوں سے باتیں نہ کرنا چاہئے نماز تو تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن کا نام ہے یعنی اس میں تسبیحات و تکبیرات کہو اور تلاوت کہو اور پس اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں امام اوزاعی سے روایت کیا ہے **یاب:** مقتدی کے قراءت خلف الامام کرنے کا استدلال اس حدیث سے ہے جو آنحضرت نے فرمایا ہے کہ نماز میں اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور سرگوشی بولنے ہی سے ہوتی ہے چپ رہنے سے نہیں ہوتی اور آپ نے امام و مقتدی اور منفر د کا اس میں کوئی فرق نہیں رکھا۔

۱۴۵ - حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز کے لیے کھڑا ہو تو اس کو اپنے سامنے تھوکتا نہیں چاہئے کیونکہ جب تک نمازی نمازیں رہتا ہے اپنے رب سے سرگوشی میں رہتا ہے اور نہ ہی دائیں طرف

منہ کر کے تھوکتا چاہئے کیونکہ اس کی دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اگر ضرور تھوکتا ہی ہو تو بائیں طرف منہ کر کے یا پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اس کو دفن کر دے اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسحق بن نصر بن عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔

۱۴۸۔ دو سند سے حضرت انس کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے پس اپنے سامنے تھوکتا نہیں چاہئے اور نہ ہی دائیں طرف۔ اگر تھوکتا ہو تو بائیں طرف قدم کے نیچے تھو کے۔

ابوداؤد کی روایت عن قتادہ عن انس ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تمہارا جب نماز میں ہوتا ہے تو اپنے رب سے حاجات گرتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے صحیح میں آدم بن ابی ایاس سے اور مسلم نے دوسری سند سے شعبہ سے۔

باب ۱۰۔ اس بات میں کہ مقتدی پر قراءت لازم ہے اور استدلال میں حدیث ہے کہ جبکہ آپ نے فرمایا ہے ہر نمازی اپنے لیے نماز پڑھتا ہے اور قراءت بھی نماز ہی کا حصہ ہے پس امام کی قراءت مقتدی کے لیے قراءت نہیں ہو سکتی گویا کہ مقتدی نے بعض نماز اپنے آپ ادا کی اور اس کی نماز کا بعض حصہ امام نے ادا کیا..... حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ انسان کو اس کی اپنی کوشش کا صلہ دیا جائے گا اور دوسری جگہ فرمایا ہر نفس اپنی کوشش کی ہی جزا دیا جائے گا۔

۱۴۹۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھائی۔ پس جب آپ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا اے فلاں شخص تو اپنی نماز کو اچھی طرح سنوار کر کیوں نہیں ادا کرتا خبردار نمازی کو جب نماز پڑھے تو دیکھنا چاہئے کہ کیسے ادا کرتا ہے کیونکہ اس کی نماز اپنے نفس کے لیے ہی ہوگی (یعنی کسی دوسرے سے کچھ نہیں لینا ہے) اللہ کی قسم میں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔ روایت کیا اس کو امام مسلم نے ابوہریرہ سے ابن اسامہ سے

۱۵۰۔ (دوسرے سے) حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام ضامن ہوتا ہے اس لیے جو وہ کرے وہ کر اور ابن عمر نے نہ اس کی تاریخ ہی بیان کی ہے اور نہ ہی اس کی سند درست کہی ہے اسی لیے میں نے ابن خشیش کی سند سے اسی طرح بیان کیا ہے اور ایسے ہی ابو جاتم رازی نے حمید سے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے جو قراءت خلف الامام کے قائل ہیں ان کا استدلال اس سے واقعی صحیح ہے۔ شیخ نے کہا کہ امام بخاری نے بھی اس کی سند کی طرف اپنی تاریخ میں اشارہ فرمایا ہے۔

باب :- مقتدی کے لیے قراءت کے وجوب پر استدلال اس حدیث سے کہ جس شخص کو قرآن نہیں آتا مگر اس کو اس کے قائم مقام ذکر سکھایا یہ نہیں فرمایا کہ چپ چاپ اقتدا میں کھڑا رہے بغیر قراءت کے ہی یعنی قراءت فرض ہے تب ہی تو آپ نے اس کا قائم مقام ذکر فرمایا۔ اگر قراءت فرض نہ ہوتی تو آپ فرماتے کہ چپ کر کے کھڑا رہے۔ تیرے قراءت کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۵۱۔ حضرت رفاعہ بدری سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدوی آدمی مسجد میں آیا اور نماز پڑھی پس نہایت ہلکی سی نماز پڑھی پھر وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کہنے لگا تو آپ نے فرمایا تجھ پر بھی سلام ہو اپنی نماز دوبارہ پڑھ تیری نماز کوئی نہیں ہوئی۔ صحابہ کو یہ بات بڑی محسوس ہوئی گویا کہ جو شخص ایسی مختصر نماز پڑھتا ہے وہ نہ پڑھنے کے مترادف ہے۔ اس شخص نے دو تین مرتبہ نماز پڑھی ہر مرتبہ آپ فرماتے یہ نماز نہیں ہے۔ تب اس شخص نے کہا حضرت مجھے نماز سکھائیے کیونکہ میں ایک آدمی ہوں درست یعنی کر سکتا ہوں غلطی بھی کر سکتا ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو وضو اس لیے کر جسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر اللہ اکبر کہہ اور اگر تجھے کچھ قرآن آتا ہو تو پڑھ اگر تجھے قرآن نہیں آتا تو الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہتا رہ پھر جب تو رکوع کرے تو اتنی دیر کر کہ تیرا دل مطمئن ہو جائے پھر جب تو رکوع سے اٹھے تو بالکل بیدھا کھڑا

ہو پھر جب تو سجدہ کرے تو بالکل درست کر پھر دوبارہ جب کھڑا ہو اسی طرح آرام سے درست کر کے نماز ادا کر سنی کہ نماز ختم ہو جائے اس طرح نماز ادا کرنے سے صحیح نماز ہوتی ہے اور اگر تو اس میں کمی کرے گا تو تیری نماز ناقص رہ جائے گی۔

۱۵۲۔ عبد اللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت میں قرآن اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا مجھے آپ کوئی ایسی چیز سکھا دیں جو مجھے قرآن سے کفایت کرے آپ نے فرمایا یہ کہ لیا کر سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر و لا حول ولا قوۃ الا باللہ جب اس نے اس کا اقرار کر لیا تو پھر کہا کہ حضرت یہ سب اللہ تعالیٰ کی تعریفیں ہی ہیں میرے لیے کیا ہے تو آپ نے فرمایا تو کہ اللہم اغفر لی وارحمنی واہدنی وارزقنی وعافنی اس شخص نے یہ کلمات بھی یاد کر لئے پھر حضرت نے فرمایا کہ اس شخص نے دونوں ہاتھ خیر برکت سے پڑ کر لئے۔

۱۵۳۔ (مزید سند سے) عبد اللہ بن ابی اوفی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا حضرت میں قرآن نہیں یاد کر سکتا آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھائیں جو مجھے کفایت کر جائے آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ پھر حدیث ذکر کی۔

قراءت خلف الامام کے بارے میں آثار صحابہ

کا تذکرہ

آثار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۴۔ یزید بن شریک تمیمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق سے پوچھا اے امیر المؤمنین کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا اگرچہ آپ ہی قراءت کر رہے ہوں فرمایا اگرچہ میں قراءت کر رہا ہوں۔

۱۵۵۔ (اور سند سے) یزید بن شریک نے حضرت عمر فاروق کو پوچھا اے خلیفہ الامام کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا اگرچہ آپ

کے پیچھے ہوں فرمایا ہاں اگرچہ میرے پیچھے ہی ہو۔

اس کو ابو بکر بن خزیمہ نے بواسطہ امام حفص عمر فاروق سے متصل سند سے بیان کیا ہے اس کے الفاظ میں کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قراءت کر اگرچہ امام ہر سے پڑھ رہا ہو سورہ فاتحہ پڑھا اور اگر کچھ اور بھی ہو تو بھی اس نے کہا اگرچہ آپ کے پیچھے ہوں فرمایا اگرچہ میرے پیچھے ہی ہو۔ اور ابو کریب کی سند سے زیادہ ہے کہ اگرچہ آپ جہر کر رہے ہوں فرمایا اگرچہ میں جہر کر رہا ہوں۔

۱۵۶۔ (مزید اور دو سند سے) یزید بن شریک نے حضرت عمر فاروق سے پوچھا عن القراءة خلف الامام وقراءت کے متعلق امام کے پیچھے فرمایا صرف سورہ فاتحہ پڑھ کہا اگرچہ آپ ہوں فرمایا اگرچہ میں ہی ہوں۔ کہا اگرچہ آپ ہر سے قراءت کر رہے ہوں فرمایا اگرچہ میں ہر سے قراءت کر رہا ہوں۔ اس کو حضرت جو اب اور عمارت دونوں نے روایت کیا ہے یزید بن شریک سے۔ دارقطنی وغیرہ نے کہا ہے اس کو ثقاہت نے روایت کیا ہے۔

۱۵۷۔ (مزید اور سند سے) عمارت بن سوید اور یزید تمیمی دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حکم کیا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت (فاتیحہ) کریں۔

اس روایت میں جو راوی اشعث ہے وہ ابن سوار ہے اور ابو یزید وہ عبدالملک بن بیسر ہے یہ ابو القاسم طبرانی کا قول ہے اس روایت کے مطابق یہ احتمال ہے کہ جو اب رداوی سند یزید بن شریک سے اور ابراہیم نے عمارت بن سوید سے پھر ان دونوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ لیکن سوال یزید بن شریک نے ہی عمر فاروق سے کیا تھا اور جو ابراہیم کی روایت میں عمارت ہے اس نے بھی یزید سے ہی روایت کیا ہے کیونکہ اس نے بھی حضرت عمر کا یہ اسناد تھا پس اس کا جیسا کہ حضرت عمر نے فرمایا تھا جس طرح عبد الرزاق کی روایت میں آتا ہے۔

اس روایت کو شیخانی نے اس سے زیادہ مضبوط سند سے بھی بیان کیا ہے اور ابراہیم بن محمد نے بھی اس کو اور سند سے بیان کیا ہے

۱۵۸۔ ابراہیم بن عدی کی دوسری سند (بنو تمیم کا ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق سے متا فرماتے تھے کہ بغیر فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی عیت تک نہ پڑھا جائے نماز نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو فرمایا دل میں پڑھ۔

۱۵۹۔ اور ابراہیم کی سند سے عبادہ بن رواد کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے ساتھ ایک جماعت میں تھے..... آپ نے فرمایا کہ نماز جائزہ نہیں مگر فاتحہ کے ساتھ اور کچھ اور بھی اسکے ساتھ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں یا یہ کہا کہ اگر میرے آگے امام ہو تو کیا کر دوں فرمایا دل میں پڑھ۔

اسی روایت کی طرح حضرت سفیان ثوری نے بھی ابراہیم بن محمد سے روایت کیا ہے۔

اور سلیمان بن اعمش نے خثیم بن عبدالرحمن عن عباہ بن ربیع عن عمر بن الخطاب سے بیان کیا ہے اور عباہ بن ربیع اور عباہ بن رواد ایک ہی ہیں صرف بات یہ ہے کہ محمد بن منتشر اس کو عباہ بن رواد کہتے ہیں اور خثیم اور سلمہ بن کہیل دونوں اس کو عباہ بن ربیع کہتے ہیں امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اسی طرح لکھا ہے۔

۱۶۰۔ امام اعمش کے واسطہ سے حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ اور کچھ اور نہ پڑھا جائے وہ نماز بے فائدہ ہوتی ہے۔

اس روایت کو محاضر بن مودع عن اعمش عن خثیم عن عباہ بن ربیع عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔ پس اس کو بغیر شک کے روایت کیا ہے۔

۱۶۱۔ اثر صحیحہ امیر المؤمنین ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۱۶۲۔ دو سند سے امام زہری کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم کیا کرتے تھے کہ امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھا کر۔

اس روایت کو یزید بن مارون عن سفیان بن حبیب سے ایسے کے ذکر کے بغیر بھی بیان کیا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

۱۶۲ - (ایک اور سند سے) ابو رافع کاتب حضرت علی کہتا ہے کہ حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھی اور کوئی سورت بھی ضرور پڑھا کرے۔

ابو بکر حفص نے عن الاشعث عن الحكم اور حماد نے حضرت علی سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں کان یا صریبا لقراءة خلف الامام۔

۱۶۳ - دمزید اور سند سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ پھیلی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اثر

۱۶۴ - ابو بکر بن کعب کہتے ہیں کہ ابی بن کعب ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت خلف الامام کیا کرتے تھے۔

۱۶۵ - دوسری روایت میں ہے کہ ابو بکر بن کعب نے پوچھا اقرأ خلف الامام یعنی کیا میں امام کے پیچھے قراءت کیا کروں فرمایا ہاں۔

۱۶۶ - امام بیہقی رحمہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی کتاب میں ہے کہ پڑھا کہ ابی بن کعب قراءت خلف الامام کیا کرتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا اثر

۱۶۷ - ابو شیبہ ہری کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت معاذ سے پوچھا قراءت خلف الامام کے متعلق تو فرمایا جب امام پڑھے تو اس وقت صرف سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھا کرے اور اگر تو امام کی قراءت کو نہیں سنتا تو بے شک جتنی چاہے دل میں قراءت کرتا جا اور اپنے دائیں بائیں والوں کو راد پئی پڑھا کرے تکلیف نہ دینا۔

اثر عبادہ بن صامر رضی اللہ عنہ

۱۶۸ - محمود بن ربیع بیان کرتے ہیں میں نے جماعت سے نماز پڑھی حضرت عبادہ کے ساتھ کھڑے ہو کر تو میں نے ان کو سورہ فاتحہ پڑھتے سنا۔ نماز کے بعد میں نے کہا اے ابو ولید آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ انہوں نے کہا ہاں کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں

ہوتی۔

ابن عون کہتے ہیں کہ حضرت رجاء سے کہا جاتا تھا کہ بہر قراءت میں بھی امام کے پیچھے پڑھنا چاہئے فرمایا فاتحہ ضرور پڑھ خواہ قراءت بہر ہو یا نہ بہر ہو کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

۱۶۹۔ محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے ۷۶ میں نے پوچھا تو فرمایا اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔

۱۷۰۔ (دوسرے سے) حماد بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع و سجدہ پورا نہیں کرتا تھا تو آپ نے اس کو بازو سے پکڑ کر فرمایا اس آدمی جیسی نماز مست پڑھا کرو۔ نماز بغیر سورہ فاتحہ کے نہیں ہوتی اگر تو امام کے پیچھے بھی ہو تو بھی دل میں پڑھ اور اگر اکیدا ہو تو اپنے کانوں کو سنا اور اپنے دائیں بائیں والوں کو تکلیف نہ دے۔

۱۷۱۔ مزید ایک اور سند سے بھی ایسا ہی آیا ہے۔

اثر حضرت عبداللہ بن مسعود ^{رض}

۱۷۲۔ (دوسرے سے) عبداللہ بن زیاد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا وہ ظہر اور عصر میں قراءت کیا کرتے تھے۔

۱۷۳۔ (ایک اور سند سے) کہ عبداللہ بن مسعود عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اور ۷۷ سورت بھی پڑھتے تھے۔

اثر حضرت عبداللہ بن عباس ^{رض}

۱۷۴۔ ابو خالد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں اقرأ خلف الامام بفاتحۃ الكتاب کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ۔

۱۷۵۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس نے فرمایا اقرأ خلف الامام بھراو لحدی بھرا کہ امام کے پیچھے ضرور پڑھ خواہ نماز بہری ہو یا سری ہو۔

۱۷۶۔ (دوسری سند سے) کہ سورہ فاتحہ مت چھوڑ خواہ امام آہستہ پڑھے یا اونچی آواز

سے پڑھے۔

۷۷۔ ارتقش کہتے ہیں کہ ابن عباس قرأتے ہیں کہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے ہر رکعت میں پڑھا کر۔

اشتر عبد اللہ بن عمر بن الخطاب

۷۸۔ ابن صفوان نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا اے ابو عبد الرحمن کیا آپ نماز میں قراءت کرتے ہیں فرمایا کہ میں خانہ کعبہ کے مالک سے شرم کرتا ہوں کہ کوئی بھی دو ایسی رکعت ادا کرے جن میں سورہ فاتحہ یا پھر کچھ زائد نہ پڑھوں۔

۷۹۔ ابو عالیہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کیا کیا ہر نماز میں قراءت ہے؟ فرمایا میں خانہ کعبہ کے مالک سے شرم کرتا ہوں کہ کوئی بھی ایسی نماز پڑھوں کہ اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھوں اور پھر اور بھی جو بیس ہو قراءت سے۔

۸۰۔ امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کی کتاب القراءت میں پڑھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر سے سوال کیا گیا امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق تو انہوں نے فرمایا امام کے پیچھے دل میں پڑھنے سے کوئی حرج نہیں۔

اشتر عبد اللہ بن عمرو بن عاص

۸۱۔ مجاہد کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔

۸۲۔ (دوسری سند سے) کہ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے انہوں نے سورہ ہریم سے قراءت کی۔

۸۳۔ حصین کہتے ہیں میں نے علیہ اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو انہوں نے امام کے پیچھے قراءت کی پھر میں مجاہد کو ملا تو ان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے سنا وہ بھی قراءت خلف اللہام کیا کرتے تھے۔

۸۴۔ (مزید سند سے) کہ عبد اللہ بن عمرو نے ظہر و عصر میں امام کے پیچھے قراءت کی

اثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۷۹

۱۸۵۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی شخص نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز مردہ نامتام ہے۔ حضرت عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے ابو ہریرہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کرو فرمایا اے ابن فارسی دل میں پڑھتا جا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دی ہے۔ نصف میرے لیے ہے اور نصف سوال والا حصہ بندے کے لیے ہے۔ بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حمداتی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اتنی علی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمداتی عبدی اور یہ آیت نصف میری اور نصف بندے کے ہے ایسا کہ بعد و دایا کہ نستعین اور باقی سورۃ میرے بندے کے لیے ہے۔

اس کتاب میں ہم نے سفیان عن عبدالرحمن سے بھی بیان کیا ہے کہ میں امام کی قرائت سنتا ہوں تو فرمایا اے فارسی کے بیٹے دل میں پڑھ۔

۱۸۶۔ قاسم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے کہ جب امام خاموش ہو تو تم قراءت کرو اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو کیونکہ قراءت کے بغیر نماز بے کار ہے۔

اثر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما

۱۸۷۔ احمد صالح کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ دونوں حکم کیا کرتے تھے قراءت خلف الامام کا ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کا بھی اور کچھ اور بھی قرآن سے اور حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ پھیلی رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔

اس اثر کو مزین ابی قیس عن عاصم نے بھی بیان کیا ہے

۱۸۸ - ابو قیس کی سند سے یہ الفاظ میں انھما کاتا یریان القراءۃ
خلف الامام۔

اثر ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ

۱۸۹ - حمید بن ہلال کہتے ہیں ہشام بن عامر نے قراءت خلف الامام کی
تو انہیں کہا گیا کہ آپ امام کے پیچھے قراءت کہتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم سب
صحابہ اسی طرح ہی کیا کرتے ہیں۔

اثر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

۱۹۰ - ابو نضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری سے قراءت خلف الامام
کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا سورہ فاتحہ پڑھا کر۔

جاہل بن عبد اللہ کا اثر

۱۹۱ - (دوستد سے) حضرت جاہل فرماتے ہیں کہ امام بھی اور مقتدی بھی دونوں کو
پہلے کہ پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ بھی پڑھیں اور سورہ بھی پڑھیں اور پچھلی میں
سورہ فاتحہ فقط۔

۱۹۲ - (مزید سند سے) حضرت جاہل فرماتے ہیں کہ میں پڑھتا ہوں الحمد بھی اور
سورہ بھی پہلی دونوں رکعتوں میں اور پچھلی میں صرف سورہ فاتحہ۔

اور شعبہ کے واسطے سے لفظ جمع کے ہیں کہ ہم سب صحابہ پڑھا کرتے تھے

ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اور سورہ بھی اور
دوسری دو میں صرف سورہ فاتحہ۔

۱۹۳ - اور اسی طرح شعبہ کی مزید ایک سند سے بھی ہے۔

حضرت ابو درداء کا اثر

۱۹۴ - حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ ابو درداء فرماتے ہیں کہ قراءت فاتحہ خلف الامام

امت چھوڑ امام بہر قراءت کرے یا آہستہ قراءت کرے۔

اکثر طور پر تو یہی لفظ مروی ہیں لیکن ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر امام رکوع

چلا جائے اور تو توقع رکھے کہ اگر سورہ فاتحہ پڑھ لے تو رکوع کے آخر پر مل جائے گا۔
تو بھی سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر۔

۱۹۵۔ (دوسری سند سے) حضرت ابو درداء کہتے ہیں کہ اگر میں امام کو رکوع کی حالت
میں پاؤں تو بھی میں یہی پسند کرتا ہوں کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر ہی ملوں۔

اثر انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۱۹۶۔ حضرت ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انس ہمیں حکم کیا کرتے تھے امام کے پیچھے
قرأت کرنے کا کہتے ہیں کہ میں حضرت انس کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں
نے سورہ فاتحہ بھی پڑھی اور قرآن پاک کی ایک اور سورت بھی پڑھی اور اس
طرح پڑھی کہ ہم سن سکیں تاکہ ہم ان سے اس مسئلہ میں سبق حاصل کر سکیں۔

۱۹۷۔ ایک اور سند سے اسی طرح روایت ہے۔ صرف اس میں راوی عوام بن
حوشب مع کفایت بیان کیا ہے۔

اثر عمران بن حصین رضی اللہ عنہما

۱۹۸۔ حسن کہتے ہیں کہ عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ مسلمان کی نماز قبول نہیں ہوتی
بغیر وضو اور رکوع اور سجدہ اور فاتحہ کے خواہ مقتدی ہو یا غیر مقتدی ہو۔
۱۹۹۔ (دوسری سند سے) عمران بن حصین کہتے ہیں کہ بغیر سورہ فاتحہ اور کم از
کم دو آیتوں کے نماز جائز نہیں ہوتی۔

اثر عبد اللہ بن معقل مرقی کا

۲۰۰۔ عمران بن ابوسحیم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن معقل مرقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے صحابی ہیں یہ سکھایا کرتے تھے کہ ظہر و عصر کی نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں امام
کے پیچھے سورہ فاتحہ کے علاوہ اور سورت بھی پڑھا کریں اور پچھلی دو میں صرف
سورہ فاتحہ۔

آثار جماعت صحابہ سے اور ان صحابہ سے جن کے نام نہیں لیسے گئے۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کی جماعت کے

۲۰۱۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده فرماتے ہیں کہ تمام صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے جبکہ آنحضرت خاموش ہوتے اور جب قراءت کرتے تو صحابی خاموش رہتے اور پھر جب آپ خاموش ہوتے تو صحابی قراءت کرتے (یعنی سکوت میں پڑھتے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مرد ہے۔

عبد الحمید بن جعفر کے واسطے سے بھی یہ روایت اسی طرح آئی ہے۔

۲۰۲۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ پچھلے لوگ اس طرح کیا کرتے تھے کہ جب تکبیر رخصت ہو کر آتے تو امام کچھ دیر خاموش رہتے اور اندازاً اتنی دیر خاموش رہتے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں۔

۲۰۳۔ دوسری سند سے الفاظ یہ ہیں اذا کبروا لا یفتحون القراءۃ حتی یعلم ان من خلفہ قد قرأ و فاتحۃ الكتاب۔

۲۰۴۔ اور امام بخاری کی کتاب القراءت خلف الامام میں ہے پڑھا۔ ابن نعیم نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قراءت کر دوں فرمایا ہاں اگرچہ تو امام کی قراءت ہی کیوں نہ سن رہا ہو کیونکہ آج لوگوں نے نئے نئے مسائل نکال لیے ہیں جو کہ پہلے لوگ نہ کرتے تھے۔ کیونکہ (علمائے) سلف جب امامت کرتے تو تکبیر رخصت کے بعد اتنی دیر خاموش رہتے کہ لوگ سورہ فاتحہ سے فارغ ہو جاتے پھر امام قراءت شروع کرتے پہلے سورہ فاتحہ پڑھتے۔ پھر

دوسری سورت پڑھتے اس کے بعد پھر چپ ہو جاتے۔

اس روایت کو اس معنی میں ابن خزیمہ نے بھی اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔
۲۰۵۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ انہیں کہا کرتے تھے
بیٹا امام کے سکنات میں قراءت ضرور کرو کیونکہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز پوری
نہیں ہوتی۔

ابو عبد اللہ کی روایت میں ہے بیٹا! امام جس نماز میں سکوت کرے تم اس
میں پڑھتے جاؤ اور جس نماز میں جہر کرے اس میں خاموش رہو اور فرمایا کہ بیٹا! اس
شخص کی نماز ہی درست نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا پھر اوپر بھی کچھ ہو
سکے تو پڑھو خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔

۲۰۶۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے
وہ برباد ہی برباد ہے۔ کسی نے کہا جب امام قراءت کرے تو کیا کیا جائے تو ابو
لئے جواب دیا کہ امام دو دفعہ قراءت میں چپ کرے تاہم پس اس کو غنیمت جانو ایک
دفعہ تو جب تکیر کرتا ہے چپ کرے اور دوسری دفعہ جب سورہ فاتحہ تمم کرتا ہے
چپ کرے۔ یہ جواب ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے سائل کو حضرت ابو ہریرہ کے
سامنے دیا۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ نے انکار نہیں کیا۔

اور علاء بن عبد الرحمن کی روایت اس کی صحت کی شہادت دیتی ہے۔

اس روایت کو ایک اور سند ہے بھی ابو ہریرہ سے روایت کیا گیا ہے اس
میں ابو سلمہ کا جواب نہیں۔

۲۰۷۔ حضرت یحییٰ بن یوسف کہتے ہیں کہ دل میں سورہ فاتحہ ضرور پڑھ اگرچہ امام اونچی آواز
سے قراءت کر رہا ہو تو اس کے سکنات میں پڑھ اور اگر سکتہ نہ کرے تو پڑھنا جائز خواہ
امام سے پہلے پڑھ یا ساتھ پڑھ یا بعد میں پڑھ کسی حال میں سورہ فاتحہ مت چھوڑ
۲۰۸۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ بہت سے آدمی جو وقت کے امام تھے وہ
قراءت خلف الامام کرتے تھے۔

۲۰۹ - حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں امام کے پیچھے دل میں فاتحہ پڑھا کر۔

۲۱۰ - ایک اور سند سے ہے کہ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ بھی اور اور سورت بھی پڑھ۔ اور پچھلی میں صرف فاتحہ پڑھ۔

۲۱۱ - امام شعبی فرماتے ہیں کہ پانچوں نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔

ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ پانچوں نمازوں میں قراءت خلف الامام کیا کرو

۸۶

۲۱۲ - حضرت حصین کہتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کے ساتھ نماز میں کھڑا تھا اور میں نے انہیں امام کے پیچھے پڑھتے سنا میں نے حضرت مجاہد سے پوچھا تو انہوں نے پوچھا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے سنا ہے کہ وہ ظہر کی نماز میں سورہ مریم کی آیات پڑھ رہے تھے۔

۲۱۳ - امام احمد بیہقی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کی کتاب القراءت میں پڑھا ہے جس میں انہوں نے حضرت حسن بصری - سعید بن جبیر - میمون بن ہریران سے نقل فرمایا کہ بے شمار تابعین اور اہل علم قراءت خلف الامام کے قائل ہیں اگرچہ امام ادبھی ہی قراءت کہہ رہا ہو۔

بلکہ مجاہد کا قول ہے کہ امام کے پیچھے اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے۔ عبید اللہ بن زبیر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

۲۱۴ - موسیٰ بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت کحول کو میں نے امام کے پیچھے قراءت کرتے سنا اور وہ ہمیشہ قراءت خلف الامام کیا کرتے تھے۔ اور امام پڑھ رہا ہوتا۔

۲۱۵ - امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ امام پر حق ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سکوت کہے اور اسی طرح سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد بھی سکوت کرے تاکہ پچھلے لوگ سورہ فاتحہ پڑھ سکیں اور اگر امام مقتدیوں کو فاتحہ پڑھنے کا موقع نہ دے تو پھر چاہئے کہ اس کی قراءت کے ساتھ ہی جلدی جلدی سورہ فاتحہ پڑھ کر فارغ ہو جائے پھر سماع کرے۔

پاب۔ ان لوگوں کے دلائل کا بیان جو آہستہ قرأت
والی رکعات میں امام کے پیچھے قراءت کو واجب
سمجھتے ہیں لیکن چہری قراءت والی رکعات میں نہیں۔
ابو اور یس شافعی کی طرف بھی ایک قول اسی قسم کا

مفسوپ ہے

اگر ان دلائل کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی ظہر اور عصر کی چاروں چاروں رکعات
میں اور مغرب کی آخری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعات میں تو مقتدی پر قراءت
خلف الامام ثابت ہوگئی۔ جیسا کہ بعض عراقی یعنی فقہائے احناف کا مذہب ہے
اس کا خلاف تو پھر بھی ثابت ہو گیا ان کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا فرمان و اذا قرأ
القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون ہے۔

۲۱۶۔ مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انصار کی قراءت کی
آواز نماز میں سنی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حالانکہ حضرت مجاہد قرآن کی قراءت کے ساتھ ذکر و اذکار میں حرج نہیں سمجھتے

نیز یہ روایت منقطع ہے

۲۱۷۔ ابو عالیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو صحابہ نے بھی قراءت
کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر لوگ خاموش ہو گئے اور حضرت قراءت کرتے رہے اور یہ بھی منقطع ہے

۲۱۸۔ عبد اللہ بن مقفل کی روایت میں ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے۔

۲۱۹۔ اس کو ابو اسامہ نے بھی روایت کیا ہے۔ معاویہ بن قرہ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے بعض صحابی استادوں سے سنا ہے اور غالباً وہ عبداللہ بن مغفل ہی ہیں کہ کیا ہر قرآن جب پڑھا جائے تو اس کا سنتنا اور قراءت سے رکنا واجب ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ امام کی قراءت سننے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۲۲۰۔ کثیر بن ہشام کی روایت میں ہے کہ ہم نے عبداللہ بن مغفل کو یا عائد بن عمر کو کہا کہ کیا ہر قرآن پڑھنے والے کی قراءت کو سنتنا اور چپ رہنا فرض ہے تو انہوں نے کہا یہ صرف امام کی قراءت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۲۲۱۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مومن کو اجتماع کے بارے میں وسعت ہے یعنی اجتماع کرنے یا نہ کرنے۔ مگر فرض نمازوں میں یا جمعہ کے دن یا عیدین کے دن یعنی اذا قرئ القرآن کے مطابق سننے۔

۲۲۲۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آیت فرض نمازوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔

۲۲۳۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ

۱۵ حالانکہ ابن عباس اس آیت کے نازل ہونے سے چار سال بعد پیدا ہوئے۔ نیز اگر اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیں تو بھی نفل نماز تراویح وغیرہ میں فاتحہ خلف الامام جائز ہوئی اور خصوصاً سری نمازوں میں تو مانع ہی کوئی نہیں۔ حالانکہ اختلاف کے وہ بھی خلاف ہے۔

یہ تمام آثار جو اس بارے میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر منقطع ہیں اور کچھ ضعیف ہیں اگرچہ حدیث نبوی کے مقابلہ میں کوئی صحیح اثر اور قول بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ چہ جائے کہ ان میں سے اکثر منقطع ہیں اور جو بھی اثر صحیح ہے وہ صریح نہیں ہے اس کے الفاظ میں یہ نماز کے بارہ میں آیت ہے چنانچہ آگے ایسے صحیح آثار آ رہے ہیں جن میں یہ الفاظ ہیں کہ نماز کے بارہ میں ہے یعنی نماز میں گفتگو بند کرنے کے لیے یہ وصفت سے آگے آ رہا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ چہری قراءت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا مسلک بھی صرف اقوال و آثار کے بل بوتے پر ہی ہے اور جو سری میں نہ پڑھنے کے قائل ہیں ان کے پاس تو کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے نہ احادیث صحیحہ میں نہ آثار بلکہ وہ مسلک صرف من گھڑت روایات پر ہی مبنی ہے۔

نے بھی قراءت کی اور صحابہ نے بھی قراءت کی پس آپ پر خلط ملط ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ تو یہ آیت فرض نمازوں کے لیے ہے۔ پھر ابن عباس نے یہ کہا کہ اگر ہم چھنے والوں کو سنیں نہیں تو ہم گدھوں سے بھی گٹے گڈے سے ہیں اس کی سند ضعیف ہے ۲۲۴۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیت واذا قرئ القرآن کا حکم ہر فارسی کے لیے ہے تو انہوں نے کہا نہیں یہ صرف نمازوں کے لیے ہے۔

ایسے ہی کہا ہے کہ یہ قول عبداللہ بن عباس کا ہے لیکن درست یہ ہے کہ یہ قول ابن عباس کا نہیں بلکہ عطاء کا قول ہے اور ابن عباس سے ابن جریج نے پوچھا کہ تمہارا اس کی سند ابن عباس تک نہیں پہنچتی۔

۲۲۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ جب امام قراءت کر رہا ہو تو چپ رہ جیسا کہ قرآن کا حکم ہے کیونکہ امام کی قراءت میں امام کے پیچھے قراءت اپنا شغل ہے جیسے امام کا فی سب سے اس میں سورہ فاتحہ کی تصریح نہیں یہ فاتحہ کے سوا کے لیے حکم ہے۔

۲۲۶۔ عبداللہ بن مسعود کا ایک اور واقعہ ہے کسی شخص نے (نام نام معلوم) بیان کیا کہ ابن مسعود نے نماز پڑھائی تو ان کے ساتھیوں نے امام کے پیچھے قراءت کی جب فارغ ہوئے تو فرمایا تم ابھی تک نہیں سمجھے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو چپ کر کے سنبو۔ (واقعی سورہ فاتحہ کے علاوہ چپ کر کے ہی سنا چاہیے)

۲۲۷۔ محمد بن کعب (تابعی) کا قول ہے کہ لوگ رسول اللہ کی قراءت سے سن کر قرآن یاد کرتے تھے تو جب آنحضرت قرآن پڑھتے تو صحابہ بھی ساتھ پڑھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو چپ کر کے سورہ پہلی سورہ فاتحہ کے لیے نہیں کیونکہ وہ سب کو یاد ہوتی ہے۔

۲۲۸۔ مجاہد کا قول ہے کہ آیت واذا قرئ القرآن تمانس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ایک دوسری روایت میں بھی اسی طرح ہے۔

۲۲۹۔ ایک اور روایت میں مجاہد کا قول ہے کہ فرض نماز میں نازل ہوئی۔

۲۳۰۔ ایک اور روایت میں مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔

۲۳۱۔ ۲۳۲ ایک اور سند سے مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارے میں ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے۔

۲۳۳۔ ایک اور سند سے مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت جمعہ کے خطبہ کے بارہ میں ہے۔

۲۳۴۔ ایک اور سند سے اسی طرح ہے یعنی باوجود مختلف اقوال کے جو صحیح مطلب ہے وہ یہ ہے کہ جب امام قراءت سورہ فاتحہ کے علاوہ کہے تو سب کو خاموشی سے سنا چاہیے متفق علیہ ندیب یہی ہے)

۲۳۵۔ سعید بن مسیب (تابعی) کا قول ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۳۶۔ ابو عوارہ نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی اگرچہ اس کی سند لاشعے ہے۔ کیونکہ عن اصحابہ سے تعیین ہی ختم ہو جاتی ہے اور اڑتی اڑتی بات ہو جاتی ہے)

۲۳۷۔ حسن کہتے ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

۲۳۸۔ شعبی کہتے ہیں کہ جب امام بھری قراءت کرے تو اللہ کے حکم کے مطابق چپ کر کے سنے۔

۲۳۹۔ زہری کا قول ہے کہ اگر امام بھر قراءت کرے تو اس کے پیچھے قراءت نہ کی جائے بلکہ مقتدی کو امام کی قراءت کافی ہے۔ اگرچہ اس کی آواز نہ سن سکے لیکن جب امام بھر قراءت نہ کرے تو اس وقت مقتدی کو سری قراءت ضرور کرنی چاہئے اور مقتدی کو امام کے پیچھے بھری قراءت کے وقت قراءت کرنا درست نہیں ہے۔

نه سرّاً نه علانیةً کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واذا قرأ القرآن فاستمعوا
لہ وانصتوا۔

دو چہ استدلال مقتدی کو قراءت کے وقت چپ رہنے کا حکم،
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس قسم کی کچھ اور
روایات مرفوعہ و موقوفہ بھی بیان کی ہیں لیکن میں اپنی کتاب کو ایسی (غیر صحیح)
قسم کی روایات سے گند اٹھیں کہ تا چاہتا ہوں سے لوگ احتجاج کرتے ہیں۔
بعض نے امام شافعی کا قدیم قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے بھی اس آیت
سے استدلال کیا ہے۔

بالفرض اگر مان بھی لیں تو بھی امام شافعی کی بات ہماری قراءت میں مقتدی کو
قراءت سے روک سکتی ہے نہ کہ سری قراءت میں۔ ہمارے نزدیک امام شافعی
کا قدیم قول سنی جانے والی قراءت سے روکا دست تو ہو سکتا ہے اور نہ سنی جانے والی
قراءت کے موقع پر مقتدی کیوں خاموش رہے۔ ابو عبیدہ وغیرہ اہل علم و ادب نے
بھی اس آیت سے اس قسم کا استدلال کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے
کہ سماع تو اس قراءت کا ہو گا جو سنی جائے۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس استدلال سے بھی ان لوگوں کی بات نہیں
بنتی جو کہتے ہیں کہ مقتدی کو حکم رہنے اور چپ رہنے کا اگرچہ امام بھرنہ ہی کرے
کیونکہ اہل لغت کے نزدیک سماع اس چیز کا ہوتا ہے جو سنی جائے اور اگر ایک
بات سنی ہی نہ جائے تو پھر سماع و القراءت کیسا ہوا۔

اسی لیے بعض صحابہ اور تابعین اس طرف گئے ہیں کہ جب امام جبر قراءت
کرے تو مقتدی قراءت نہ کرے بخلاف غیر بھرنہ کیے کیونکہ وہ اہل زبان ہیں۔

۹۳ ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ جو شخص کسی قوم کی کوئی بات دیکھو
چھپے رہے جبکہ وہ قوم اس بات کو چھپائے تو اس سے بے خبر نہ رہو کہ انہوں میں
قیامت کو سید بگھلا کر ڈالا جائے گا۔ تو یہ حدیث ہمیشہ دیکھو اس بات پر ہے جو

سوتی جا کے بیکر بات کرنے والے کو پتہ نہ لگے اور اگر ایک آدمی بات سنتے کی گوشش کرے لیکن سن نہ سکنے تو وہ اس وعید کا مستحق نہیں ہوگا۔ اگرچہ قسداً اس نے گناہ کیا چونہ ہو سکا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص گناہ کا قصد کیسے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ گناہ نہ کرے اور نہ ہی وہ وعید کا مستحق ہوگا۔

اب ہر وہ شخص جو امام کی قراءت نہیں سن رہا ہے بہر اہو سننے کی وجہ سے ہو یا امام سے دور کھڑا ہو سننے کی وجہ سے ہو تو وہ علماً تو سامع ہو سکتا ہے۔ لغتاً سامع نہیں ہو سکتا۔

مقتدی کے سماع و انصات میں صحیح مسلک

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے اور حقیقتاً صحیح بھلی یہ ہے کہ مقتدی پر امام کے جیسے قراءت واجب ہے خواہ امام ہر قراءت کرے یا غیر ہر قراءت کرے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم اس آیت کے نماز اور خطبہ کے بارے میں نازل ہونے کے منکر نہیں ہیں جس طرح کہ ہمارے بعض سلف کا مسلک ہے۔ البتہ بعض لوگوں نے اس روایت کو مختصر بیان کیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ حالانکہ اسی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے جو کہ اپنے زمانہ میں صحیح سے زیادہ حاقط حدیث تھے اور پھر ان کے پیچھے نکلنے والے صحابہ اور تابعین نے بڑا بڑی حدیث بالتفصیل مقیداً و مفسراً بیان کی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے لوگ کیا کرتے تھے اور آیت کے نازل ہونے کے بعد کس چیز سے رک گئے۔ ہمیں چاہئے کہ عمل واقعہ کی جانچ پڑتال کریں۔

صرف یہ کہہ دینے سے کہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی واجب قراءت ہو شرعاً و اصلماً حقیقتاً واجب ہے نہیں رکھا جاسکتا۔ اگرچہ بقرض محال تسلیم بھی کہ لیا جائے تو بھی قراءت و استماع اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں

انشاء اللہ تعالیٰ۔

۲۴۰۔ حضرت ابو ہریرہ سے (دوسرے سے) روایت ہے کہ لوگ نماز میں کلام کرتے تھے پس یہ آیت نازل ہوئی: **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا۔**

۲۴۱۔ دوسری حدیث ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ آیت **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ** کے نازل ہونے سے پہلے نماز میں لوگ باتیں کر لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۴۲۔ تیسری حدیث ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ۔** یعنی **بِذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ** یعنی نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

۲۴۳۔ چوتھی حدیث حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ سزوجل کے لئے یہ آیت نازل فرمائی **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ** پس نماز میں خشوع کا حکم دیا گیا اور باتیں کرنے سے منع کیا گیا۔

۲۴۴۔ پانچویں حدیث ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ** اس وقت نازل ہوئی جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں پیچھے کھڑے ہو کر اونچی آواز سے باتیں کر لیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نماز کے بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

۲۴۵۔ عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں کھڑے ہو کر بھی اور جمعہ کے دن اور عیدین کے دن خطبہ کی حالت میں اونچی آواز سے باتیں کر لیا کرتے تھے تو اس آیت **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ** سے باتیں کرنے سے روکا گیا ہے۔

۲۴۶۔ زہری کا قول ہے کہ ایک اشجاری نوجوان آنحضرت کے پیچھے اس طرح آیت پڑھتا جس طرح آنحضرت آیت پڑھتے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی **رَبِّ قَوْلٍ مِّنْكَ**۔

۲۴۷۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جب کوئی نمازی اس حالت میں آتا کہ جماعت میں

لوگ کھڑے ہوتے تو پوچھ لیتا کہ کتنی نماز پڑھی ہے اور کتنی باقی ہے تب یہ آیت نازل ہوئی

۸۷ ۲ - معاویہ بن قمر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اذقیری القرآن نماز کے بارہ میں نازل فرمائی۔ کیونکہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے۔

استدلال: پس یہ واقعات بیان کرنے والوں نے بیان کیے ہیں۔ پس یہ تمام روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت میں جس الفاظ کا حکم کیا گیا ہے وہ باتیں کہنے سے چپ کرانے کے متعلق ہے جو کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے یا پھر قراءت کے ہوتے ہوئے جو مقتدی اونچی آواز سے قراءت کرتے تھے انہیں خاموش کرایا گیا ہے۔ اس میں قراءت اور ذکر اذکار سے نہیں روکا گیا جو دل میں کیا جاتا ہے۔

۵۴ ۲ - زید بن ارقم سے دو روایتیں ہیں کہ لوگ نماز میں اپنے ساتھ والے سے باتیں کر لیا کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی تو مولدہ قانتین پس ہم کو چپ رہنے کا حکم ہوا اور باتوں سے روک دینے گئے اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ سے بیان کیا ہے اور امام بخاری نے یحییٰ القطان اور اسکے علاوہ محدثین نے اس میں سے بیان کیا ہے۔

۲۵۰ - اور جو روایت عبد اللہ بن مسعود کی ہے کہ ہم نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہہ لیا کرتے تھے اور سلام کا جواب بھی دے دیا کرتے تھے پس حبیب بن جاسم نے شاہ حبشہ کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے سلام کہا تو ہمیں جواب نہ ملا ہم نے کہا کہ اے اللہ کے سہل آپ ہمیں سلام کا جواب دے دیا کرتے تھے اب کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نماز میں شتمل ہوتا ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں ابن فضیل عن اعمش سے بیان کیا ہے۔

۲۵۱ - دو سہری حدیث عبد اللہ بن مسعود سے ہے کہ ہم نماز میں جہر کلام کر لیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو سلام کہہ لیا کرتے تھے کوئی کام ہو تو وہ بھی کہہ دیا

کرتے تھے پس ایک دن میں آیا اور آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے سلام کہا آپ نے جواب نہ دیا میں پہلے اور پچھلے حالات سے متعجب ہوا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں نیا حکم دے دیتے ہیں۔ اب نیا حکم نازل ہو رہا ہے کہ نماز میں باتیں مت کیا کرو۔

استدلال :- امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ زید بن ارقم کی حدیث میں جس سکوت کا حکم قوماً اللہ قانتین سے ہوا ہے وہ وہی سکوت ہے جس کا حکم پہلے ابو ہریرہ وغیرہ کی احادیث میں بمطابق اذا قرئی القرآن آچکا ہے اور جو دوسرا نیا حکم عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے اس سے وہ سکوت مراد ہے جو ضروری کاموں کی گفتگو سے ہوا اور نماز میں ایک دوسرے پر سلام کہنے سے چپ کرانے کیلئے آیا ہے یہ تو وہ القنات میں جن کا حکم قرآن کی آیت واذا قرئی القرآن وغیرہ میں آیا ہے اور جو ذکر اذکار اور نماز کی لازمی قراءت جو کہ قراءت فاتحہ ہے اس سے القنات کا حکم نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود کی دوسری روایت میں بالکل ظاہر ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

۲۵۲۔ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں آنحضرت کی خدمت میں نماز کی حالت میں حاضر ہوتا اور سلام کہتا تو آپ اس کا جواب دے دیا کرتے تھے ایک دفعہ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے جواب نہ دیا حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں میں نے اس جیسی بوجھل نماز کبھی نہیں پڑھی۔ چنانچہ جب آپ نے نماز ختم کی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں نیا حکم نازل فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نماز کے بارہ میں نیا حکم نازل فرمایا ہے کہ باتیں مت کیا کرو۔ صرف ذکر و اذکار اور جو نماز میں تمہارے لئے ضروری قراءت ہے وہ کیا کرو۔ اس کے علاوہ خاموشی سے نماز پڑھا کرو۔

۲۵۳۔ عبد اللہ بن مسعود سے ہی (دوسرے سے) روایت اسی کے مطابق بیان کی ہے اور بواسطہ تمہارا ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے بارہ میں نیا حکم نازل فرمایا ہے کہ نماز میں کلام مت کیا کرو۔ صرف ذکر اور جو ضروری ہے تمہارے

یہ نمازیں وہ کرے اور خاموش رہے۔

اس حدیث کو امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے اور دلیل بکڑھی ہے کہ یہ حدیث واضح کہتی ہے کہ نمازیوں کو کلام کرنے سے روکا گیا ہے۔ ذکر الہی اور جو نمازی کے لیے ضروری چیزیں ہیں اور قراءت سے نہیں روکا گیا کیونکہ یہ نمازی کے لیے ضروری ہیں۔

۲۵۲ اس کے بعد امام ابن خزیمہ نے صحیح ثابت شدہ حدیث بطور دلیل پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کو لوگوں کے ساتھ نمازیں میں کلام کرنے سے روکا تھا اور حکم دیا تھا کہ تکبیرات کہیں اور تسبیحات پڑھیں اور تلاوت قرآن کریں اگرچہ مقتدی ہی ہوں۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

۲۵۵ - معاویہ بن حکم سلمی سے دو سند سے روایت ہے کہ میں آنحضرت کے ساتھ نمازیں شامل تھا کہ ایک آدمی کو پھینک آئی تو میں نے اسے کہا یہ حکم اللہ اللہ تجھ پر ہم کہے، تو لوگوں نے مجھے آنکھوں سے گھور کر دیکھا میں نے کہا کہ ہائے میں مرجاؤں۔ تم مجھے کس طرح دیکھتے ہو تب لوگوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارے ہیں سمجھ گیا کہ مجھے چپ کر رہے ہیں میں خاموش ہو گیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوئی ہیں نے اس سے پہلے اور بعد کبھی کبھی ایسا اچھا سکھانے والا نہیں دیکھا اللہ کی قسم نہ آپ نے مجھے ڈانٹنا نہ مارا نہ غصے ہوئے فرمایا کہ جو ہماری نمازیں ہیں اس میں اس طرح کی باتیں وغیرہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ نماز تو تکبیر و تسبیح و تلاوت قرآن کا نام ہے۔ یہ الفاظ اوزاعی کی روایت کے ہیں۔

اور فلیح بن سلیمان عن ہذا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ نماز تو تمام ہی قراءت قرآن اور ذکر الہی کا ہے اس لیے جب تو نماز کی حالت میں ہو تو صرف یہی کرتا جا بیٹھے۔

۲۵۶ - پھر فلیح بن سلیمان کی روایت کی سند بیان کی۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی

صحیح میں بیان کیا ہے۔

استدلال :- ان احادیث میں واضح دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز میں بھی تلاوت قرآن اور تکبیر و تسبیح اسی طرح شامل ہے جس طرح امام اور منفرد کی نماز میں تلاوت قرآن اور تکبیر و تسبیح شامل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن حکم کو سکھایا کہ ان کی نماز میں لوگوں سے باتیں کرنا درست نہیں بلکہ تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن کرنا چاہئے حالانکہ معاویہ بن حکم اس نماز میں مقتدی تھے۔ نہ امام تھے اور نہ منفرد تھے۔ نیز اس میں یہ بھی بیان ہے کہ آنحضرت نے جس چیز سے روکا تھا وہ نماز میں لوگوں کی آپس میں باتیں کرنا تھیں نہ کہ ذکر الہی اور تلاوت قرآن۔ کیونکہ ان چیزوں کو آپ نے نماز فرمایا۔

پہنچنے ہی اس آیت کا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ آیت عام ہے۔

خواہ کلام الناس ہو یا قراءت وغیرہ ہو کیونکہ جس طرح صحابہ کے اقوال سے ہم آیت کو نماز اور خطبہ کے لیے مخصوص کر سکتے ہیں جس میں کہا ہے کہ یہ نماز اور خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور نماز اور خطبہ کے علاوہ ہر سامع کو سماع و انصات سے خارج کر سکتے ہیں یا بالکل اسی طرح ہی دوسرے اقوال سے کلام الناس اور امام کے پیچھے اونچی آواز سے قراءت سے روکنے کے لیے بھی مخصوص کر سکتے ہیں خصوصاً جبکہ واقع الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ ذکر الہی اور قراءت فاتحہ اس نہی کے حکم میں داخل ہی نہیں ہیں نہ ہی قرآن کی آیت روکتی ہے نہ احادیث روک رہی ہیں۔ بلکہ معاویہ بن حکم سلمی کی حدیث میں وارد ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باتیں نہیں کرو بلکہ تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن کرو۔ اور ان چیزوں کو نماز فرمایا ہے۔

نیز عبادہ بن صامت وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی احادیث سے بھی ثابت ہے کہ امام کے پیچھے اونچی آواز سے پڑھنے کو ناپسند فرمایا ہے اور دل میں سورہ فاتحہ آہستہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اب ہم پر یہ تمام ارشادات قبول کرنے واجب ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی ہو جائے کہ لوگوں سے باتیں نہ کی جائیں اور امام کے پیچھے اونچی آواز سے قراءت نہ کی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ہو جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے معانی بیان کرنے پر مامور فرمایا ہے اور سورہ فاتحہ آہستہ آواز سے امام کے پیچھے پڑھ لی جائے۔

انصات کا معنی

نیز واذا قرئ القرآن کے بعد کی آیت بھی اس معنی کی تائید کرتی ہے جو سنت سے ثابت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واذکر ربك في نفسك وتضرعا وخفية ودون الجهم من القول يا لعداو والاصال ولا تكن من الغافلين دیکھئے کہ اپنے رب کو اپنے دل میں نہایت خشیت سے یاد کرتا جا اور اونچی آواز سے نہیں بلکہ آہستہ آواز سے صبح و شام کی نمازوں میں بھی یاد کرتا رہ اور غافلوں سے نہ ہو اس آیت میں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص ہے لیکن امت کا بھی اس میں شامل ہونے کا احتمال ہے کیونکہ قرآن میں بہت جگہوں میں اس طرح سے امت کو خطاب فرمایا ہے تو اس صورت میں امت کو حکم دیا گیا ہے کہ خاموشی سے سنیں یعنی اونچی آواز نہ نکالیں یہ پہلی آیت کا حکم ہے اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ دل میں پڑھیں۔ ذکر و اذکار کریں سورہ فاتحہ پڑھیں لیکن آہستہ آواز سے۔

۱۰۱

اب اگر آدمی اونچی آواز کی بجائے آہستہ آواز سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو گویا وہ دونوں آیتوں پر عمل کرتا ہے۔ امام زید بن اسلم جو مشہور تابعی اور علمائے تفسیر ہیں سے ہیں نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ باسند وارد ہے۔

۲۵۷ - سند بیان کرنے کے بعد عبد القریب بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے زید بن

اسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد و اذ اقرئ القرآن کے حکم کے بعد
مقتدی کے لیے خاص کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و اذ کوردیک فی نفسک
کہ خاموش رہ کر دل میں اپنے رب کو یاد کر یعنی حکم دو نزل اکٹھے ہیں کہ خاموش بھی رہ اور
اپنے رب کو یاد بھی کر۔ تو پھر القصات سے مراد اونچی آواز سے نہ پڑھنا ہوگا۔ تاکہ
نا فرمان نہ ہو جائے اور یا کھل خاموش رہنا اس کا مطلب درست نہیں ہوگا۔

تیز شریعت کے عرف میں القصات کا معنی صرف ایسی خاموشی ہے کہ اونچی
آواز نہ ہو کیونکہ اہل حدیث میں اس کی کافی تائید ہوتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے
کہ القصات اور سکوت عام لغت اور اونچی آواز نہ نکالنے کو کہتے ہیں دل میں ذکر و
اذکار اس کے متافی نہیں ہے۔

۱۶ ۲۵۸۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (تین سند سے) حدیث مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے کے لیے تکبیر کہتے تو
قرأت سے پہلے کچھ دیر چپ رہتے میں نے پوچھا یا حضرت میرے مانتا آپ
آپ پر قربان ہوں آپ تکبیر اور قراءت کے درمیان جو خاموشی رہتے ہیں اس
خاموشی میں آپ کیا پڑھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں اللہم باعد
بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق و المغرب اللہم نقنی
من خطایای کما یتقی الثوب الابيض من الدنس اللہم اغسلنی من
خطایای بالماء و الثلج و البود۔ یہ الفاظ جو یہی روایت کے ہیں۔

امام بخاری نے جو عبد الواحد کے واسطہ سے بیان فرمایا ہے اس کے الفاظ میں
ادایت اسکاتک بین التکبیر و القراءۃ ما نقول کہ تکبیر اور قراءت کے درمیان
جو آپ خاموش رہتے ہیں اس وقت آپ کیا پڑھتے ہیں۔ اور امام مسلم نے جو یہ اور
عبد الواحد دونوں کے واسطہ سے حدیث بیان کی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ القصات کا معنی اونچی پڑھنا ہے اگرچہ
دل میں ذکر الہی کرنا ہو یا قرآن پڑھا ہو اور لغت عرب میں سکوت اور القصات

میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۵۹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی تو پوچھا تھا کہ تکبیر اور قراءت کی خاموشی میں آپ کیا پڑھتے ہیں اور آپ نے بھی اس کو یہ جواب نہیں دیا کہ میں چپ نہیں رہتا ہوں بلکہ واقعی وہ خاموشی تو ہوتی ہے۔ البتہ یہ فرمایا کہ میں اپنے سکوت یعنی چپ رہنے میں یہ پڑھتا ہوں۔

۲۶۰ - حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید دونوں سے روایت ہے دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور مسواک کی اور اگر ہو تو خوشبو لگائی اور اچھے کپڑے پہنے پھر مسجد میں آیا اور لوگوں کی گردنیں نہیں بھلاتا گیس پھر جو اسے توفیق ہوئی نماز پڑھی پھر حیب امام خطبہ کے لیے آیا تو خاموش ہو گیا حتیٰ کہ جمعہ کی نماز ہو گئی تو اس کے پچھلے جمعہ تک کے یعنی ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ تین دن زیادہ کے بھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر نیکی دس گنا بڑھ جاتی ہے۔

امام بیہقی نے یہ حدیث اس لیے بیان فرمائی ہے کہ اس میں وہی لفظ نصت ہے جو قرآن کی آیت میں ہے۔

۲۶۱ - ابوالیوب الصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اگر ہو تو خوشبو بھی لگائی اور اچھے کپڑے پہنے اور مسجد میں آیا اور کچھ نفل وغیرہ بھی پڑھے نہ اس نے اپنے کسی ساتھی کو دکھ دیا۔ پھر حیب امام خطبہ کیلئے آیا تو خاموش ہو گیا یہاں تک کہ نماز پڑھ لی تو اس کے سابقہ جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔

۲۶۲ - اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث وارد ہے اور اس کے علاوہ بھی۔

بعض روایات میں لفظ ثم تبصت حتی لیقضی الامام صلوتہ بھی آیا ہے جبکہ

سابقہ روایات میں لفظ الصلۃ آیا ہے۔ اور اس روایت میں امام کے نماز پورا کرنے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایات میں اس کے اپنی نماز پورا کرنے کا ذکر ہے۔
 پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روایات میں نمازی کو خطبہ شروع ہونے سے لے کر نماز ختم ہونے تک خاموش رہنے کا یہ ثواب ارشاد فرمایا ہے حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ نماز میں تکبیرات نہ کہے اور رکوع و سجود میں تسبیحات نہ پڑھے اور التقیات و تشہد کی حالت میں دعائیں وغیرہ نہ پڑھے یا نماز ختم کرنے کے لیے سلام نہ کہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ آپس میں باتیں نہ کریں حتیٰ کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے بالکل اسی طرح سورہ فاتحہ سے بھی خاموشی کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ دل میں پڑھنا الصلوات کے معنی میں نہیں اور اس میں زبردست دلیل ہے کہ الصلوات اونچی کلام کرنے اور آپس میں باتیں کرنے سے روکتا ہے نہ کہ دل میں پڑھنے اور ذکر اذکار کرنے سے روکتا ہے۔

۲۶۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ امام ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ بھی پڑھے اور دل میں سورہ بھی پڑھے اور مقتدی بھی چپ رہیں اور دل میں پڑھیں اور امام پھلی دونوں رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے ہر رکعت میں اور بخشش مانگے اور اللہ کو یاد کرے اور اسی طرح عصر میں بھی کرے۔

(امام بیہقی فرماتے ہیں) کہ حضرت علی کا قول دیتصنون من خلفہ و یقرؤن فی انفسہم اس بات کی دلیل ہے کہ الصلوات ترک جہر کو کہتے ہیں کہ دل میں پڑھے اونچی آواز سے نہ پڑھے اس کا یہ معنی نہیں کہ دل میں پڑھنا عیب ہے چنانچہ اسی لیے بعض نے عیب سمجھتے ہوئے امام کے چپ رہنے میں پڑھنا اور امام کے پڑھنے میں چپ رہنا دینی سکنات میں پڑھنا پسند کیا ہے تاکہ الصلوات کا حکم بھی پورا ہو جائے اور قرآن اور حدیث دونوں پر عمل بھی ہو جائے۔ حالانکہ سکنات اتنے کم ہوتے ہیں کہ ان میں پڑھے جانے کا امکان ہے بھی اور نہیں بھی

باقی رہا تغافل دونوں حدیثوں میں ایک جس میں حکم ہے دونوں سکنات میں
 پڑھو اور دوسری یہ کہ دوسری رکعت کے قیام میں قراءت کرو اور چپ نہ کھڑے
 رہو حالانکہ حدیث سکوت میں التکبیر والفاختہ اور حدیث سکنتین ثابت شدہ ہے
 اور اس سے ہی دلیل لی ان لوگوں نے جو کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے امام کی قراءت
 کے وقت قراءت نہیں کرنی چاہیے اور چپ بہتے کے وقت قراءت کرنا چاہیے
 اور ہم نے اسی کتاب میں ان صحابہ اور تابعین وغیرہ کا نام بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اس
 صورت میں بھی وہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ضروری سمجھتے ہیں اگر پہلے سکنت میں پوری نہ پڑھی
 جائے تو دوسرے سکنے میں پوری کر لی جائے اور ممکن بھی ہے کہ اس طرح پڑھنے
 والا سورہ فاتحہ پڑھ سکے۔ اور اگر پھر بھی نہ پڑھ سکے یعنی دونوں سکنوں میں بھی سورۃ
 فاتحہ پوری نہ سکے تو اسے پہاڑیے کہ امام کے ساتھ ساتھ ہی دل میں سورہ فاتحہ پڑھتا
 چلتے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادہ بن صامت وغیرہ کی احادیث میں
 ارشاد فرمادیا ہے۔ ہم ان صحابہ کے نام بھی بیان کیے ہیں۔ اس طرح سورہ فاتحہ دل
 میں پڑھنے والا امام کی قراءت کے استماع اور انکصات سے باہر نہیں نکل جاتا جیسا کہ
 ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔

ایک سکنہ تکبیر اولیٰ اور قراءت کے درمیان کرنے کی روایات ہم بیان کر
 چکے ہیں اب دو سکنوں کی روایات بھی سن لیجئے۔

۲۴۴۔ حضرت سمرہ جب تکبیر کہتے اس وقت بھی حضور اٹھرتے اور جب سورۃ
 سے فارغ ہوتے اس وقت بھی حضور اٹھرتے۔ حضرت عمران بن حصین نے اسے
 صحیح نہ سمجھتے ہوئے ابی بن کعب کی طرف حضرت سمرہ کی شکایت لکھی تو انہوں نے
 جواب دیا کہ سمرہ درست کرتا ہے۔

۲۴۵۔ عتیم بن بشیر نے یونس بن علی سے حدیث بیان کی ہے کہ جب والا الضالین
 پڑھتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے۔ تب انہوں نے ابی بن کعب کی خدمت میں شکایت
 لکھی تو انہوں نے فرمایا کہ سمرہ درست کرتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

اسی طرح ہے۔

۲۶۶۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جبرہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس وقت قراءت کرتے جب آپ خاموش ہوتے اور جب آپ قراءت شروع کرتے تو اس وقت وہ چپ ہو جاتے پھر جب آپ چپ ہوتے تو وہ قراءت شروع کر دیتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جاوے وہ برباد ہے۔

۲۶۷۔ نیز ابن خزیمہ نے بھی اسی سند سے ایک حدیث بیان کی ہے۔

اور ابن خزیمہ نے ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ سے بیان کی ہے کہ امام کے سکنات میں پڑھتے جاؤ جس کے آخر کے الفاظ میں کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ برباد ہی برباد ہے۔

کسی نے حضرت ابو سلمہ سے بھی پوچھا کہ امام قراءت کیسے تو پھر کیا کہوں تو انہوں نے فرمایا کہ امام قراءت میں دو دفعہ رکتا ہے ان کو غنیمت جان کہ اس میں پڑھ لو پہلی مرتبہ تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ سے پہلے امام رکتا ہے اور دوسری مرتبہ سورہ فاتحہ کے بعد امام رکتا ہے۔ یہ ساری گفتگو ابو سلمہ نے اپنے استاد ابو ہریرہ کی موجودگی میں کی لیکن حضرت ابو ہریرہ نے انکار نہیں کیا اور یہ تو یقینی طور پر ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ امام کے پیچھے قراءت کرنے کو ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ پیچھے وہ آیات میں گذر چکا ہے۔

۲۶۸۔ امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام روایات باسناد پیچھے گذر چکی ہیں۔ نیز سعید بن جبیر کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں ارشاد ہے کسی نے ان سے قراءت خلف الامام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ آج لوگوں نے ایسے نئے طریقے اختیار کر لیے ہیں جو علمائے سلف نہیں کرتے تھے اس وقت طریق یہ تھا کہ امام تکبیر کے بعد اتنی دیر بٹھرتا کہ اسے یقین ہو جاتا کہ مقتدیوں نے سورہ فاتحہ پڑھ لی ہے کیونکہ خواہ تو امام کی قراءت سن سکے یا نہ سن سکے سورہ

فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔

۲۶۹ - امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ بیٹا امام کی خاموشی میں پڑھتا جا اور اس کی قراءت میں چپ رہ اور وہ نماز ہی پوری نہیں ہوتی جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے یا پھر کچھ زیادہ بھی خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز ہو۔ اس کی سند بھی پیچھے گزر چکی ہے۔

۲۷۰ - امام بخاری ہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عطاء قرظی نے اس امام کی بہتری نمازوں میں قراءت سے پہلے پہلے جلدی سے سورہ فاتحہ پڑھ لیا کہ یا پھر چپ بعد میں چپ رہے اس وقت پڑھ لیا کہ اور جب امام قراءت کرنے لگے تو تو خاموش ہو جا۔

۲۷۱ - ابن ترمذیہ نے بھی اسی طرح کی ایک روایت بیان کی ہے۔

اس حدیث کا بیان جس میں امام کی قراءت کے وقت چپ رہنے کا حکم دیا ہے اور ان لوگوں نے بھی اس کو بطور دلیل بیان کیا ہے جو شافعی کے قدیم قول کی طرف گئے ہیں۔

۲۷۲ - ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تو چپ رہو۔ (اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے)

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سعید بن منصور اور قتیبہ بن سعید اور ابوکائل اور محمد بن عبد الملک عن ابی عوارہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ عن ابی اسامہ عن سعید بن ابی نرودہ اور ابو غسان مسمعی عن معاذ بن ہشام عن ایبہ کلہم عن قتادہ بیان کیا، لیکن کسی حدیث میں بھی واذا قرأوا نلتوا کالقط نہیں ہے لگویا کہ چھ سندوں میں یہ لفظ نہیں ہے۔

پھر اس حدیث کو اسحاق بن ابراہیم عن جریر عن سلیمان عن قتادہ سے بیان کیا ہے پھر اس کے بعد یہ فرمایا کہ جریر عن سلیمان عن قتادہ کی روایت میں واذا قرأوا نلتوا

کے لفظ زیادہ میں بحالانکہ دوسری کسی سند میں یہ لفظ نہیں آتے۔
 پھر اس حدیث کو اسحاق بن ابراہیم سے اور ابن ابی عمر عن عبد الرزاق عن معمر بن
 قتادہ سے بھی بیان کیا ہے اس میں بھی یہ زیادتی نہیں ہے۔

۳۷۲۔ پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی اسناد بیان کرنا شروع کی
 میں حدیث ابو عوانہ عن قتادہ اور حدیث ابن ابی عروہ (کی دو سندیں) اور حدیث
 ہشام دستوائی کی اور حدیث معمر بن راشد کی تمام نے قتادہ کے واسطے سے ابو
 موسیٰ کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ نے صحابہ کو نماز پڑھانی تو جب
 بیٹھے تو کسی ایک شخص نے کہا اقرت الصلوۃ بالبر والذکوۃ حضرت ابو موسیٰ جب
 نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا یہ الفاظ کس نے کہے تھے لوگ خاموش رہے حضرت
 ابو موسیٰ نے تین مرتبہ پوچھا پھر کہا کہ اے حطان شاید کہ تو نے یہ کہے میں نے
 جواب دیا کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے میں ڈرا کہ آپ کہیں ناراض نہ ہوں لگیں کہ اتنے
 میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے لیکن میں نے اپنے خیال میں کوئی بے
 لفظ تو نہیں کہے۔ تب ابو موسیٰ نے کہا تم جلتے نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا پس ہمیں نماز سکھلائی اور اس کا طریقہ بیان فرما
 دیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنی صفیں سیدھی کرو اور
 کوئی عم ایک تم سے امامت کرائے جب امام اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو جب
 امام غیر المعصوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تم سے محبت
 کرے گا۔ پھر جب امام تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو پس
 امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے ہی رکوع سے اٹھے گا تو تمہارا فاعل
 بھی اس کے مطابق ہوتا جائے گا پھر جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہو ربنا
 لك الحمد اللہ نے تمہاری بات کو سن لیا۔۔۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
 پیغمبر کی زبان سے سمع اللہ لمن حمدہ کہلوا یا ہے پھر جب تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو
 تم بھی تکبیر کہو اور سجدہ کرو کیونکہ امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور پہلے ہی سجدہ سے

اٹھے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس طرح تمہارا قافلہ بھی اس کے برابر ہو جائے گا پھر جب تم
 بیٹھو تو سب سے پہلے یہ الفاظ کہو اللّٰہمَّ صَلِّ عَلَی الصّٰلِحِیْنَ وَصَلِّ عَلَیْہِمْ
 عَلَیْہِمْ اِنَّہُمْ لَیْسَ بِہُمْ اِلَّا رُحَمَآءُ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ عَلَی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْہَدُ
 اَنَّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

یہ الفاظ ابو عروہ کی روایت کے ہیں۔ اسی طرح یزید بن زریح اور اسمعیل بن علیؓ
 اور عبیدہ بن سلیمان اور ابو اسامہ حماد بن اسامہ اور روح بن عبادہ قیس اور مروان بن
 معاویہ قرامی اور عبادہ بن عوام اور شعیب بن اسحاق اور عبداللہ بن شاذیب اور
 عثمان بن مظہر ان سب نے سعید بن ابی عروہ عن قتادہ سے بیان کیا ہے لیکن اذا قرأوا
 کسی نے بھی بیان نہیں کیا ہے۔

پھر ابن ابی عروہ کے ساتھ شام دستوائی نے بھی اور معمر نے بھی اور ابو عوانہ
 بہام بن یحییٰ نے بھی اور حماد بن سلمہ نے بھی اور ابان بن یزید نے بھی اور حجاج بن حجاج
 باہلی وغیرہم نے بھی قتادہ سے بیان کیا ہے لیکن ان میں سے بھی کسی نے اذا قرأوا
 ذکر نہیں کیا۔

صرف سالم بن نوح عن عمر بن عامر و سعید بن ابی عروہ عن قتادہ کی سند سے یہ
 الفاظ ہیں اذا کبر فکبروا اذا قرأوا فاصتوا۔ اس حدیث میں یہ زیادتی سلیمان
 تیمی کا وہم ہے پھر سالم بن نوح نے بھی اسی طرح وہم کے ساتھ ہی اس کو بیان
 کر دیا ہے۔

چنانچہ امام ابو داؤد فرماتے ہیں اذا قرأوا فاصتوا لیس لشیء کہ ان الفاظ کی
 کوئی وقعت نہیں۔

حافظ علی حسین بن علی کہتے ہیں کہ سلیمان تیمی نے ابو قتادہ کے تمام شاگردوں
 کی مخالفت کی ہے۔ میرے نزدیک یہ ان کا وہم ہے اور صحیح حدیث وہ ہے جو قتادہ
 سے شام دستوائی اور بہام اور سعید بن ابی عروہ اور معمر بن راشد اور ابو عوانہ اور
 حجاج بن حجاج سے الفاظ بیان کیے ہیں وہ محفوظ ہیں۔

ابو علی کہتے ہیں کہ سالم بن نوح نے عمر بن عامر کی روایت میں اسی طرح غلطی کھائی ہے جیسے ابن ابی سعید کی حدیث میں اسکو غلطی لگی ہے۔ کیونکہ سعید کی حدیث جسے یحییٰ بن سعید اور یزید بن زریع اور اسمعیل بن علیہ اور ابن ابی عدی نے روایت کیا ان کے مقابلہ میں سالم بن نوح کی کوئی وقت نہیں ہے۔

حافظ علی بن عمر کہتے ہیں کہ سالم بن نوح یس یا القوی یعنی سالم بن نوح ثقہ راوی نہیں ہے۔ کیونکہ تمیمی کی حدیث میں اسے ہشام، سعید، شعبہ، ہمام، ابو عوانہ، ابان، عدی سب کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ سب نے قتادہ سے روایت کی ہے اور کسی نے بھی اذا قرآن لفتوا نہیں کہا۔ حالانکہ وہ حضرت قتادہ کے بہت بڑے حفاظ شاگرد ہیں۔

۱۱۰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں

نے اس حدیث میں زیا دتی کو غلط کہا ہے۔

۲۷۴ - یہ الفاظ ایک اور روایت میں عمربن عجلان سے بھی منقول ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے بتایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو جب وہ قرائت کیے تو تم چپ رہو۔

یہ روایت ابو خالد احمر سے مشہور ہے اس نے ابن عجلان سے روایت

کیا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ ابو خالد کی صحیح احادیث میں سے نہیں ہے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ بدلس راوی ہے یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ آدمی تو مسچا ہے لیکن اس نائق نہیں کہ اس کی بات بطور دلیل پیش ہو سکے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ کبھی یہ روایت حسان بن ابراہیم کہانی اور اسمعیل بن ابان غنوی عن محمد بن عجلان آتی ہے اور اسمعیل صنعیت سے حسان بن ابراہیم کی احادیث میں بعض منکر چیزیں بھی آجاتی ہیں

۲۷۵۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ ابن عجلان کی حدیث کے الفاظ اذا قرأنا لفتوا کی کچھ وقت نہیں۔

امام احمد بہشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو یحییٰ بن عمار ازی نے زید بن اسلم سے بھی بیان کیا ہے۔ حالانکہ یحییٰ بن عمار متروک ہے اس پر یحییٰ بن معین وغیرہ اہل علم علمائے حدیث نے بوجہ کی ہے۔

نیز ایک تہایت ضعیف سند سے اس کی متابعت بیان کی جاتی ہے جو عمر بن مارون عن خارجہ عن زید بن اسلم سے بیان کی جاتی ہے لیکن ثقہ روایات کے مقابلہ میں ایسی متابعت کوئی مقام نہیں رکھتی۔

۲۷۶۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ ابو خالد احمر عن ابن عجلان کی روایت کے الفاظ (و اذا قرأنا لفتوا) ابن عجلان کی اپنی بلاؤں سے ہے۔ یہ کلمہ غیر محفوظ ہے۔

اس کو خارجہ بن مصعب نے بھی بیان کیا ہے لیکن وہ بھی قوی نہیں ہے۔ ۲۷۷۔ ابن عجلان کے واسطہ سے ابو ہریرہ سے ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے جب امام قراوت کرے تو تم چپ رہو۔ لیکن یہ بھی باطل ہے اور غلط روایت ہے کیونکہ اس کی سند میں جو ابو سعید صغانی ہے اس نے ابن عجلان کے اوپر سند میں تبدیلی کر دی ہے اور میں نے اسناد کو درست کر دیا ہے اور جن ثقات نے ابن عجلان سے روایت کی ہے یہ روایت ان کے مخالف ہے ابو سعید پر یحییٰ بن معین وغیرہ حفاظ نے بوجہ کی ہے۔

۲۷۸۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبد اللہ یعنی ابن یوسف نے یث سے اس نے ابن عجلان سے اس نے ابو زناد سے اس نے مزج سے اس نے ابو ہریرہ سے دوسری سند میں ابن عجلان سے سعید سے اس نے ابو ہریرہ سے دوسری سند میں ابن عجلان نے مصعب بن محمد سے اور ققاع سے بھی اور زید بن اسلم سے بھی ابو صالح سے اس نے ابو ہریرہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

چوتھی سند میں ایک مرتب نے ابن عجلان سے اس نے ابو الزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابو ہریرہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث بیان کی ہے لیکن ان میں سے کسی نے اذا قرأ فانتوا ذکرہ نہیں کیا۔

۲۷۹۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ سہیل بن ابو صالح نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکن اس روایت میں بھی یہ الفاظ نہیں جو ابو خالد نے ابن عجلان سے زیادہ بیان کیے ہیں اسی طرح ابو سلمہ بہام، ابو یونس، اور اور بھی لوگوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے لیکن کسی نے بھی ابو خالد کی زیادتی کی متابعت نہیں کی ہے۔

۲۸۰۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابو سائب کو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا تھا کہ اے فارسی اپنے دل میں پڑھتا جا۔ (یعنی حضرت ابو ہریرہ کا نذیب سے سورہ فاتحہ ضرور پڑھینی چاہئے خواہ امام ہریرہ سے قراءت کیوں نہ کرتا ہو)

۱۱۲ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر اوپر کی روایت کو صحیح مان لیا جائے تو چونکہ حضرت ابو ہریرہ کا نذیب بالکل ظاہر ہے اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے سورہ فاتحہ کے علاوہ قراءت کے متعلق اذا قرأ فانتوا ذکرہ فرمایا ہوگا یا پھر یہ کہ امام کے سکوت میں قراءت کی جانے باقی رہا سورہ فاتحہ کے چھوڑ دینے کا مسئلہ تو یہ اس روایت سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے واقعی یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت اور تکبیر کے درمیان خاموش رہتے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ سمرہ کی حدیث میں بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سے پہلے بھی اور بعد بھی کچھ دیر خاموش رہتے تھے۔

۲۸۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب کوئی سورہ فاتحہ امام کے چپ کرنے میں پڑھے تو ابو خالد کی حدیث کی مخالفت ویسے ہی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ تو امام کے سکوت میں پڑھتا ہے اور امام کے پڑھنے میں چپ کر جاتا ہے

ابوبکر محمد بن اسحاق ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ واذا قرأ
فانصتوا راوی کا دہم ہے۔ کیونکہ امام لیت بن مسعود جو مصر کے معروف و مشہور عالم
اور اپنے زمانہ کے متفق علیہ قضیہ و محدث، صاحب حفظ و القان اور صاحب کتاب
ہیں نے بھی ابن عجلان کی روایت ذکر فرمائی ہے اور اس روایت کا تذکرہ کیا ہے جس کو بخاری
نے روایت کیا ہے اور ان میں سے کسی میں بھی واذا قرأ فانصتوا کے لفظ نہیں ہیں
۲۸۲۔ پھر ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ہلی نے فرمایا لیت کی حدیث
ابو خالد عن ابن عجلان کی حدیث سے ازروٹے متن کے بہت زیادہ صحیح ہے۔ اور اس
واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ واذا قرأ فانصتوا محفوظ نہیں ہیں۔ کیونکہ
صحیح متواتر روایات جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں ان میں یہ الفاظ نہیں ہیں
ابو خالد اور ان لوگوں کی روایت کے الفاظ ہیں جو اہل حدیث کے نزدیک کچھ وقعت
نہیں رکھتے۔

پھر ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو محمد بن عمر عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ
سے بیان کیا ہے اور اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ سے بھی بیان کیا ہے اور سہیل بن ابی
صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ سے بھی بیان کیا ہے لیکن اس میں ان الفاظ کی زیادتی
نہیں ہے۔

نیز صحیح ابن خزیمہ میں اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ کی حدیث اور سہیل بن
ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ کی حدیث اور ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ کی
حدیث اور ہمام بن منبہ اور ابو علقمہ ہاشمی اور ابو یونس مولیٰ ابی ہریرہ کلمہ عن ابی
ہریرہ کی حدیثیں بھی ہیں لیکن ان میں بھی یہ الفاظ واذا قرأ فانصتوا نہیں ہیں۔
نیز صحیح میں ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ کی حدیث میں بھی اور ابو زبیر عن
ہبابہ میں بھی ان الفاظ کی زیادتی نہیں ہے۔

نیز صحیح میں یہ حدیث مالک بن انس اور معمر بن راشد اور لیت بن سعد اور یونس
بن یزید اور سفیان بن عیینہ عن الزہری عن انس سے بھی ہے لیکن اس میں بھی یہ الفاظ

زیادہ نہیں ہیں۔

نیز اس کو محمد بن عبدالرحمن طفاوی عن ایوب عن الزہری عن انس نے بھی ان الفاظ کے بنیر ہی روایت کیا ہے صرف حسن بن علی معمری نے غلطی کی ہے اور اس قسم کی غلطیاں اس کی افراد میں پائی جاتی ہیں۔

۲۸۳۔ چنانچہ حسن بن علی معمری کے واسطہ سے حضرت انس کی روایت جس کے الفاظ اذا قرأ الامام فانصتوا ہیں۔

۲۸۴۔ ابوسعدا لیبنی کہتے ہیں کہ معمری نے ابواشعث عن الطفاوی بیان کیا ہے اس نے اذا قرأ فانصتوا کے الفاظ زیادہ کر دیے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اس پر بہت جرح کی ہے۔

ابو احمد کہتے ہیں میں حافظ عبدالان ابو ازی نے جب معمری کے الفاظ کی زیادتی کے متعلق رہائے تحقیق لکھ کر بھیجا تو انہوں نے جواباً لکھا کہ محمد بن بکار اور اسمعیل بن سلیف اور ابواشعث تینوں نے ہم سے حدیث بیان کی ہے لیکن ان تینوں کی روایت میں اذا قرأ فانصتوا الی زیادتی نہیں ہے۔

۲۸۵۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے اپنی سواری کے گھوڑے گرے اور آپ کے پاؤں چوڑائی تو اصحاب آپ کی تیمارداری کو گٹے اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے نماز پڑھائی بیٹھ کر اور صحابہ کھڑے تھے پس ان کو اشارہ کر کے بٹھا دیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے جب اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور حدیث ذکر کی۔

اس حدیث کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک ہے اور وہ متروک ہے اس پر امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین دونوں نے جرح کی ہے۔

ابوسعدا لیبنی نے امام بخاری سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ متروک ہے۔

۲۸۶۔ بعض لوگوں نے حضرت عمر فاروق سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی۔ آپ کے پیچھے ایک آدمی نے دل میں قراءت کی نماز کے بعد آپ نے پوچھا کہ کیا میرے پیچھے تم میں سے کسی نے قراءت کی ہے؟ ایک آدمی نے کہا کہ ہاں میں نے سبوح اسعد بک الاعلیٰ پڑھی ہے آپ نے فرمایا کہ میں کہتا تھا میرے ساتھ قرآن میں کون بنازعیت کر رہا تھا کیا تمہیں امام کی قراءت کافی نہیں ہے امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ قراءت کرے تو تم چپ رہو۔

یہ حدیث عمران بن حصین کی حدیث کے مخالف ہے۔ عمران کی حدیث میں اسی واقعہ میں فی نفسہ (یعنی دل میں پڑھے) کا لفظ نہیں ہے اس میں الفاظ یہ ہیں کہ میں نے سبوح اسعد بک الاعلیٰ پڑھی لیکن عمران کی حدیث میں ہے کہ حضرت نے پوچھا کہ سبوح اسعد بک الاعلیٰ کس نے پڑھی تھی (کیونکہ اس نے اپنی آواز سے پڑھی تھی) اس بات میں دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا آواز سنکر یہ فرمایا تھا۔ نیز آپ نے پھر یہ بھی فرمایا کہ تم نے میری قراءت کو خلط بلط کر دیا اگر وہ آدمی اپنی آواز سے نہ پڑھتا تو آنحضرت سے مخالفت اور منازعت نہ ہوتی۔

نیز جو الفاظ عبد المنعم والی حدیث (جو کہ اوپر گذر چکی ہے) میں جو زیادہ میں وہ عمران کی حدیث میں نہیں ہیں۔ حالانکہ حاقظ ابو احمد بن عدی نے عبد المنعم کا تذکرہ اپنی کتاب الصغفاء میں کیا کہ یہ منکر روایتیں بیان کرتا ہے اور اس کی متابعت بھی کسی نے نہیں کی۔

۱۱۵

اس روایت کا دوسرا راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم وہ بھی مشہور ضعیف راویوں میں سے ہے جس پر نقادان فن.... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ..... اور اس کے بعد والے علماء اہل حدیث نے جرح کی ہے۔

۲۸۷۔ نیز اسی زید بن اسلم کے واسطے سے اس کے مخالف روایت بھی نقل ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت واذا قرئی القرآن اس وقت نازل

ہوئی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اونچی آواز نکالتے تھے۔
 ۲۸۸۔ تیز عبدالعزیز بن محمد بن زید بن اسلم سے صحیح روایت مروی ہے کہ جو شخص
 امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَادْكُرْ رَبَّكَ
 فِي نَفْسِكَ** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے رب کو یاد بھی کر اور خاموش بھی رہ یعنی
 اونچی آواز سے نہ پڑھ اپنے دل میں یاد کر۔ گویا کہ اس حدیث میں حکم دیا ہے اونچی
 آواز نہ نکال اور اونچی آواز سے چپ رہ اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد
 کرتا رہ۔

۲۸۹۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ دونوں روایات میں تطبیق
 ممکن ہے کہ قراءت اونچی آواز سے نہ کرے تو امام کے لیے خاموشی کے حکم
 میں رہا اور دل میں آہستہ آواز سے پڑھتا بھی رہا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
 سلم قراءت اور تکبیر کے درمیان خاموش رہ کر آہستہ آواز سے دعا پڑھتے رہتے
 اس حالت میں کہ زبان تو پڑھ رہی ہے لیکن آواز اونچی نہیں نکال رہے بلکہ دل
 میں پڑھ رہے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ زید بن اسلم
 کے قول کو پورا بیان نہیں کرتے بلکہ ان کی عادت ہے کہ اپنے مطلب کا حصہ
 بیان کر دیتے ہیں باقی نہیں کرتے تاکہ پڑھنے والا وہم میں پڑ جائے کہ کتنی زبرد
 دلیل بیان ہو رہی ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتا کہ اللہ تعالیٰ جو بھیدوں کو جاننے
 والا ہے اس کی اس حرکت کو بھی دیکھ رہا ہے اور اگر کوئی عالم شخص اس کو پڑھتا
 ہے تو وہ اس کی بددیانتی کو جان لیتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو ایسی حرکات سے
 محفوظ رکھے۔

۲۹۰۔ بعض لوگ مغیرہ بن مسلم کی روایت کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ
 حضرت عثمان نے امیر معاویہ کو لکھا کہ جب نماز میں گھڑے ہو تو سنا اور خاموش
 رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے

کہ نہ سننے والے اور خاموش رہنے والے کو بھی سن کر خاموش رہنے والے کے برابر اجر ملتا ہے۔

۲۹۱ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ نماز میں آنے والوں کو حکم دے کہ اپنی صفوں کو سیدھا رکھیں اور اپنے کندھوں کو برابر رکھیں اور خاموش رہیں اور سنیں حالانکہ یہ حدیث بالکل منقطع ہے اور اس کے راوی اس لائق ہی نہیں کہ ان کی بات کو بطور دلیل بیان کیا جائے۔

۲۹۲۔ حالانکہ صحیح روایت جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ خطبہ کے لیے ہے اور وہ بھی موقوف ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان قریباً ہر خطبہ میں ارشاد فرماتے کہ جب امام خطبہ کے لیے جمعہ کے دن کھڑا ہو تو تم سناؤ اور خاموش رہو۔ کیونکہ نہ سن کر خاموش رہنے والوں کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا نہ سن کر خاموش رہنے والے کو ملتا ہے پھر جب نماز کھڑی ہو تو صفوں کو سیدھا کیا کرو اور کندھوں کو برابر کیا کرو کیونکہ صفوں کا سیدھا کرنا بھی نماز کی تکمیل میں سے ہے اور ساری حدیث بیان کی۔

۲۹۳۔ ایک اور سند سے ہے کہ جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے لیے کھڑا ہو تو اس وقت سناؤ اور خاموش رہو کیونکہ خاموش رہنے والا جو سن نہیں رہا اجر میں اس کے برابر ہے جو خاموش ہے اور سن رہا ہے گویا کہ یہ الفاظ خطبہ میں باتیں کرنے سے روکنے کے لیے فرمائے۔

زیادت ثقہ میں فیصلہ کن بات

علامہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی روایت میں کسی راوی نے کوئی لفظ اپنی طرف سے زیادہ کر دیا ہو تو اس معاملہ میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہم ہر زیادت کو جس کو کسی ثقہ حفاظ میں سے (بطور تشریح) زیادہ کیا ہو رد نہیں کر دیتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب روایت علم، جہادت اور مصرفت حدیث میں برابر کے مرتبہ کے ہوں

تو ایک حافظ عالم حدیث کوئی کلمہ بطور تبیین زیادہ کر دے تو اس کی زیادتی کو قبول کیا جائے گا۔ لیکن اگر ایک طرف متواتر روایات ہوں جو کہ اہل علم اور عدل و محقق کے علماء ایک حدیث کو بیان کر رہے ہوں تو دوسری طرف کوئی شخص علم و عدل میں اس مرتبہ کا بھی نہ ہو تو اس کی زیادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

۱۱۷ امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن خرزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے اور امام شافعی نے مسئلہ اعتناق احد الشرکین میں فرمایا ہے کہ امام مالک اور ان کے متابعین نے اس روایت میں زیادت کی ہے الا فصد عتق منہ ما عتق تو یہ زیادت غلط ہے کیونکہ اس کے خلاف جو ہیں وہ حفظ میں بھی بہت زیادہ ہیں یا پھر جو چیز زیادہ کی جا رہی ہے اس کے خلاف بحیثیت عدد راوی زیادہ ہوں تو بھی زیادت نامقبول ہوگی۔

یہ حدیث (اذا قرأوا لفستوا) دونوں وجہوں سے غلط ہے کیونکہ جن روایات نے اس لفظ کو بیان نہیں کیا وہ حفظ اتفاق میں زیادہ ہیں اور بحیثیت افراد کے بھی زیادہ ہیں اس لیے ان الفاظ کے قبول کرنے میں توقف کیا جائے گا اگرچہ اس میں احتمال یہ بھی ہے کہ یہ حکم سورہ فاتحہ کے علاوہ کے لیے ہو نیز اس قراءت کے لیے ہو جس سے مخالفت و منازعت ہو۔

۲۹۳ - ایک اور دلیل ان کی جنہوں نے امام شافعی کے قدیم قول کو قبول کیا ہے یعنی بھری قراءت میں چپ رہتے ہیں اور دوسری قراءت میں قراءت کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ادبھی قراءت والی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میرے ساتھ کسی نے قراءت کی ہے تو ایک شخص نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا میں کتنا تھا کہ مجھ سے قرآن کو چھینا جا رہا ہے اس کے بعد لوگ نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے ساتھ قراءت کرنے سے رک گئے جب یہ ارشاد سنا۔

۱۱۸ اس حدیث کو مالک بن انس، یحییٰ ابن سعید انصاری، یونس بن یزید اہلبیہ

بن ولید زبیدی، نعمان بن راشد اور معمر بن راشد نے عبد المرزاق کے ذریعے سے بیان کیا ہے اور یزید بن زریع نے امام زہری کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ لیث بن سعد اور عبد الملک بن عبد العزیز نے امام زہری کے ذریعے سے مالی انذاع القرآن تک بیان کیا ہے آگے فانتھی الناس زیادہ نہیں کیا۔

۲۹۴۔ حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہر قراءت سے نماز پڑھاٹی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے پوچھا کہ میرے ساتھ ابھی کسی نے قراءت کی ہے۔ صحابہ نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا کہتا تھا کہ مجھ سے قرآن میں متاخذت ہو رہی ہے۔

۲۹۵۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آپ نے بہر قراءت کی ایک نماز پڑھاٹی۔ سلام کے بعد آپ لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے لوگوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا میں نے کہا کہ مجھ سے کوئی قرآن چھین رہا ہے۔

۲۹۶۔ ابو ہریرہ کی حدیثیں کہ آپ نے نماز پڑھاٹی جو غالباً صبح کی نماز تھی اور مالی انذاع القرآن تک حدیث بیان کی۔

حضرت سفیان کہتے ہیں کہ پھر امام زہری نے آئینتہ سے بات کی جسے میں سن نہ سکا۔ چنانچہ میں نے معمر سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ امام زہری نے کہا تھا کہ پھر لوگ رک گئے۔

۲۹۷۔ ابو علی کہتے ہیں کہ فانتھی الناس امام زہری کا قول ہے۔

۲۹۸۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ فانتھی الناس زہری کا قول ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ عن معمر کی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ کلمہ زہری کے کلام سے ہے۔

اسی طرح حضرت لیث جو بہت بڑے حفاظ میں سے ہیں کی حدیث دلالت

کرتی ہے کہ صلیٰ اناذح القرات کے بعد کے الفاظ حدیث ہیں بلکہ امام زہری کا قول ہے اسی طرح امام زہری کا قول اور حدیث علیحدہ علیحدہ ہو گئیں اگرچہ یہ حدیث سند بھی درست نہیں ہے۔

۲۹۹۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی بہری نماز میں قراءت کی۔ نماز کے بعد آپ نے متوجہ ہو کر صحابہ کو فرمایا کہ میرے ساتھ ابھی کسی نے قراءت کی ہے صحابہ نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا میں کہہ رہا تھا کہ مجھ سے قراءت میں منازعت کوئی کر رہا ہے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس واقعہ سے نصیحت حاصل کی اور بہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنے سے رک گئے۔

اسی طرح امام اوزاعی کے تمام شاگردوں نے امام اوزاعی سے نقل کیا کہ اوزاعی سے سندیں غلطی ہوئی جبکہ اس نے کہا کہ میں ابن اکیمہ سے سناؤں سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں امام اوزاعی یہ زہری کی بات سمحت ابن اکیمہ بھول گئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ سعید بن مسیب نے کہا ہے کیونکہ زہری نے ابن اکیمہ کی حدیث سے سعید بن مسیب کے واسطے سے جو روایت ہے اس میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں آپ نے فرمایا کہ جب میں قرآن کو آہستہ آواز سے قراءت کروں تو تم میرے ساتھ قراءت کیا کرو اور جب میں اونچی آواز سے قراءت کروں تو قراءت نہ کیا کرو۔

ابو علی کہتے ہیں کہ اس روایت میں ترکہ یا نے خطا کی ہے یحییٰ بن کثیر سے بالکل اسکا اصل ثابت نہیں کیونکہ اسکی سند میں اوزاعی کو غلطی ہوئی اس نے زہری عن سعید بن مسیب عن ابی ہریرہ کہہ دیا کیونکہ دراصل اس نے حافظ دارقطنی کہتے ہیں کہ اس روایت میں ترکہ یا بن یحییٰ منفرد ہے اور وہ منکر الحدیث اور متروک ہے کیونکہ ایک اور سند سے اوزاعی عن الزہری میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔

۱۰۰۔ عبد اللہ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی اور فائز بن العباس کے الفاظ بیان کر کے یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ اس روایت کے غلط ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

۱۲۰۔ ابن مسیب کا ذکر کیا ہے

۱۲۱۔ ابن اکیمہ سے سعید بن مسیب بیان کیا ہے اسی طرح زہری نے کہا ہے۔

۳۰۲۔ اور مالک، معمر ابن عیینہ، لیث بن سعد، یونس بن یزید اور زبیدی سے زہری عن ابن اکبیر عن ابی ہریرہ روایت کیا
 امام ابن خزمیہ نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا راوی ابن
 شہاب کا بھتیجا ہے اس نے آنحضرت کے دور کعت سے قیام پر سہو کی حدیث بیان کی اور اس میں غلطی کی۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت بیان کی
 جاتی ہے جس میں عمر بن صہبان سے اور وہ بھی بالکل ضعیف راوی ہے۔ اور
 جس حدیث کو الحدیث کی ایک جماعت نے امام زہری عن ابن اکبیر عن ابی ہریرہ بیان کیا
 ہے دائیں اکبیرہ کو عمار بھی کہتے ہیں اور عمارہ بھی کہتے ہیں اور یہ جموں شخص ہے جس
 سوائے زہری کے کسی نے روایت نہیں کی ہے۔

حمیدی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اکبیرہ جموں شخص ہے جس سے کسی اور نے
 روایت نہیں کی۔

ابن خزمیہ کہتے ہیں کہ ابن اکبیرہ غیر معروف شخص ہے ہم نے زہری کے علاوہ
 کسی سے اس نام کا راوی نہیں سنا اور نہ ہی ہم نے اسلام میں کوئی ایسی حدیث سنی
 ہے جس کو ابن اکبیرہ نے بیان کیا ہو سوائے اسے ایک حدیث کے۔ یا پھر ایک اور
 حدیث میں ابن اسحاق نے غلطی سے اس کا نام لیا ہے کیونکہ ابو اویس نے وہی
 روایت زہری اکبیرہ کے بغیر بیان کی ہے۔

امام احمد بیہقی بیان کرتے ہیں جس میں ابو ہریرہ کے نزد تروک
 میں شامل ہونے کا تذکرہ ہے اور ابو اویس نے اس کی مخالفت کی ہے۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ سے جبکہ ثابت شدہ حدیث
 ہے انہوں نے حکم کیا کہ امام کے پیچھے قراءت فاتحہ مت چھوڑو اور ضرور پڑھو
 اگرچہ امام قراءت ہی کر رہا ہو تو پھر اس جموں شخص کی روایت کے مقابلہ میں اسے
 کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ حالانکہ بشرط قبول اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے
 مراد فاتحہ کے بعد کی سورت ہو اور سورۃ فاتحہ کو اس سے مستثنیٰ سمجھتے ہوں۔
 کیونکہ آپ حکم فرماتے تھے کہ سورہ فاتحہ ضرور پڑھو اگرچہ امام جہر قراءت ہی

کیوں نہ کر لایا ہو۔
 ۳۰۳۔ ابو ہریرہ سے ایک اور روایت بھی کرتے ہیں بشرطیکہ صبح ہو کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو لائق نہیں کہ جب امام اونچی آواز سے قراءت
 کرتا ہو تو وہ بھی قراءت کرے۔

یہ روایت سخت مشکوک ہے کیونکہ مجھے آج تک کسی سے بھی اس کی تصدیق نہیں ہو
 سکی۔ اور اگر بھروسہ حال تسلیم بھی کر لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کی قراءت کے
 ساتھ سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی قراءت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ سورہ فاتحہ کا تو دل میں پڑھنے
 کا حضرت ابو ہریرہ نے حکم دیا ہے جو بالکل یقینی طور پر ثابت ہے۔

اس میں دلالت اس بات پر بھی ہوتی ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قراءت
 نہ کرے تو پھر مقتدی کو قراءت کرنی چاہئے۔ اگرچہ روایت شاذ ہونے کی وجہ سے
 اس سے دل متفرق ہے اور اس سے دلیل نہیں یعنی چاہئے۔

اقوال

۳۰۴۔ حضرت سالم کا قول اپنے باپ سے ہے کہ جب امام پھر قراءت کرے
 تو وہ تجھے بھی کافی ہے اور ابن عمر کا فعل کہ جب امام پھر سے قراءت کرتا تو وہ
 خاموش رہتے اور اس کے ساتھ قراءت نہ کرتے۔

۳۰۵۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب امام پھر سے قراءت
 کرتا اس وقت قراءت کرتے تھے۔

۳۰۶۔ نافع کے متعلق ہے کہ جب امام پھر سے قراءت نہ کرتا تو اس وقت وہ
 قراءت کرتے

۳۰۷۔ ابن شہاب کے متعلق بھی اسی طرح روایت ہے۔

امام مالک کہتے ہیں یہ مسلک میرا پسندیدہ ہے۔

قصیبی کہتے ہیں مجھ پر امام مالک نے تمام آثار پڑھے لیکن اس میں ابن شہاب کا اثر نہ تھا۔

لیکن ان آثار میں بھی قراءت خلفت الامام سے منع نہیں کیا گیا۔ نیز
 ۳۰۸۔ ہشام بن عروہ سے یہ اثر بھی نقل ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو امام کے سگت
 میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نا کمل
 رہتی ہے۔

۳۰۹۔ ابن زبیر کا اثر بھی ہے کہ جب امام جبر کہے تو قراءت نہ کر اور آہستہ پڑھے
 تو قراءت کیا کر۔

باب

ان روایات کا بیان جن سے وہ لوگ دلیل لیتے ہیں جن کا خیال ہے کہ امام کے پیچھے
 کسی حالت میں بھی قراءت نہیں کرنی چاہئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات کا بیان اور ان کے علیل ہونے کا بیان۔

۳۱۰۔ حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جو شخص امام کے
 پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

۳۱۱۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت
 کی تو ایک شخص نے نماز کے بعد اسے روکا تو اس نے کہا کیا تو مجھے آنحضرت کے پیچھے قراءت
 کرنے سے روکتا ہے پس ان کا تنازع ہو گیا حتیٰ کہ بات آنحضرت تک پہنچی تو آپ نے فرمایا
 کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

اس حدیث کو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں نے موصول بیان کیا ہے لیکن امام
 عبد اللہ بن مبارک نے اس کی مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے اسے مرسل بیان
 کیا ہے۔

۳۱۲۔ عبد اللہ بن شہاد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام
 ہو تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔ یعنی اس میں حضرت جابر کا ذکر نہیں مرسل ہے۔

یہ روایت بھی مرسل ہے اور امام ابو حنیفہ کے اکثر شاگردوں نے ایک اور سند سے مرسل بیان کی ہے اور حسن بن عمارہ سے موصول بھی ہے۔

۳۱۳ - جابر رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز آنحضرت نے پڑھائی آپ کے پیچھے کسی نے سبح اسم ربک الاعلیٰ سورت پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے فرمایا میرے پیچھے کس نے قراءت کی ہے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو ایک شخص نے کہا کہ میں تھا یا حضرت آپ نے فرمایا تو مجھ سے جھگڑا کر رہا ہے یا مجھ سے قرآن چھین رہا ہے۔

جو شخص تم میں سے امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی تمہاری

قراءت ہے۔

اس روایت میں حسن بن عمارہ راوی متردک ہے اس پر شیبہ بن حجاج اور سفیان بن عیینہ اور اس کے علاوہ بھی علماء نے التجدید کے لئے جرح کی ہے۔ اور جو سند موصول ہے اس کو طلحہ عن موسیٰ سے روایت کیا گیا ہے جس کا راوی جمہول ہے۔ جو شخص ہے۔ چنانچہ وہ یہ ہے۔

۳۱۴ - حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ اس میں اس نے قراءت کی تو اسے ایک شخص نے اشارہ سے روکا لیکن وہ نہ رکنا نماز کے بند اس نے کہا کہ کیا تو مجھے آنحضرت کے پیچھے قراءت کرنے سے روکتا ہے پس یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ نے سن لی اور فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

۳۱۵ - حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے پیچھے سبح اسم کس نے پڑھی ہے لوگ چپ رہے آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو ایک شخص نے کہا اپنے پڑھی تھی تو آپ نے فرمایا میں معلوم کر رہا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے خلیبان میں ڈال دیا۔

حافظ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں قلعی ہے درست سند اس طرح ہے (آگے سند بیان فرمائی ہے) امام ابو علی فرماتے ہیں اس میں عبد اللک بن شعیب نے وہم

یعنی غلطی کھاتی ہے۔

۱۶۱۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حافظ ابو علی نے جو فرمایا ہے بالکل درست ہے۔ کیونکہ ایک صحیح سند سے جسے بیان فرمایا ہے سے اصل روایت اس طرح ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے سب سے پہلے اسم ربک الا علی پڑھا تو آپ نے جب پوچھا تو لوگ سچے رہے سہی کہ تین مرتبہ پوچھا تب ایک شخص نے کہا کہ میں نے پڑھا تھا۔ تب آپ نے فرمایا میں نے کہا کہ میرے ساتھ کوئی غلجبان کہہ رہا ہے۔

اور جو دوسری سند سے الفاظ ہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی نماز تھی اور ایک آدمی سے مذاکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے تو اس کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابو ولید مہول شخص ہے۔

۱۶۲۔ امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں اس کی اور سندیں بھی ہیں ان میں صرف ہی الفاظ ہیں قراءۃ الامام لہ قراءۃ اور واقعہ کسی قسم کا بیان نہیں ہے اور ایک روایت لیث سے ہے۔ اس میں سب سے پہلے اسم ربک کا پڑھنے کا واقعہ ہے۔ لیکن اس میں یہ الفاظ قراءۃ الامام لہ قراءۃ نہیں ہیں اور یہ روایت عمران بن حصین سے ہے جو انشاء اللہ آگے آئے گی۔

اور جس میں قراءۃ الامام لہ قراءۃ کے الفاظ ہیں تو وہ روایت ابو حنیفہ عن موسیٰ عن عبد اللہ بن شداد عن ابی الولید عن جابر ہے اس میں ابو الولید غیر معروف شخص ہے امام دارقطنی نے ہی طرح کہا ہے کہ یہ دلیل پکڑنے کے لائق نہیں ہے۔

اور جن لوگوں نے دارقطنی کی روایت بیان کی ہے اور اس میں سے ابو الولید کو ساقط کر دیا ہے اور پھر حاکم کی روایت کی ہے اور اس سے ابن شداد کو ساقط کر دیا ہے تاکہ یہ وہم ہو کہ ابو ولید کی کنیت ہی ابن شداد ہے تو یہ لوگ روایت حدیث میں سچائی کی راہ پر نہیں چلتے اسی طرح اور بھی کچھ سندوں سے ہے جس کے کوئی کئی سبب سے متن گڑھے ہوئے ہیں تاکہ ان کا مطلب درست ہو جائے اور لوگ اکثر شبہات میں پڑ جائیں میں ان کو ذکر کرنا بھی پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل و کرم سے ایسی نجات سے بچائے۔ (آمین)۔

علامہ ابن خزمیر نے بھی ابو ولید کو راجل مہول کہا ہے جس کا پتہ ہی کوئی نہیں جس طرح امام

دارقطنی نے کہلے۔

نیز اس حدیث میں جس میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے کا واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے آپ کے پیچھے اونچی آواز سے قراءت کی تھی آہستہ آواز نہ تھی تو آپ نے فرمایا کہ سبح اسم کس نے پڑھلے۔ اگر آپ نے مقتدی کی قراءت کو ناپسند فرمایا ہے تو وہ اونچی قراءت کو ناپسند فرمایا ہے جس سے آپ کی قراءت میں خلجان واقع ہو۔

نیز ابو ولید کی حدیث جس میں ذکر ہے کہ کسی نے سبح اسم پڑھنے والے کو چپ کرانے کیلئے اشارہ کیا حالانکہ اہل عراق نمازیں ایسے اشارے سے منع کرتے ہیں جس سے کوئی بات سمجھی جا سکے اور ابو ولید کی کیا حیثیت ہے کہ ایسی روایت کو صحیح احادیث پر ترجیح دی جا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اور اس کے لیے ذرا بھی غور و فکر نہیں کرتے۔

نیز اس حدیث میں حضرت جابر کا ذکر ہے کہ تاؤ خش غلطی سے (کیونکہ یہ روایت مرسل بھی ہے اور منقطع بھی ہے) اسی طرح امام بیہقی نے بھی کہلے ابو ولید کا ذکر ہے بھی حضرت جابر سے پہلے کہ تاؤ غلطی ہے۔ بلکہ اصل روایت صرف ابن شداد سے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (لوگوں نے ابن شداد عن ابی الولید عن جابر بیان کیا ہے) لیکن تمام محدثین بحفاظ اہل علم و معرفت نے عن موسیٰ ابن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مرسل بیان کیا ہے۔ شعب بن حجاج جو اپنے زمانہ کے عالم حدیث ہیں اور سفیان ثوری جو عراق کے اہل حدیث کے امام و حافظ ہیں۔ ان اپنے ہم عصر علماء میں سے ان کا کوئی بھی ہم پلہ نہیں تھا۔ ابن عیینہ جو اہل مکہ کے امام الحدیث تھے اور ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی حافظ حدیث نہ تھا ان سب نے بھی اور ان کے علاوہ بھی ایک جماعت نے یہ روایت مرسل ہی بیان فرمائی ہے اور اس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

ہمارے استاد حافظ ابو عبد اللہ نے حافظ ابو علی حسین ابن علی سے بیان کیا ہے کہ واقعات ہی رو میں جن کو امام ابو حنیفہ نے ابن ابی عائشہ سے بیان کیا ہے اور ان سے ہی دونوں حدیثوں کے راوی مختلف بیان ہو گئے ہیں۔ جو سبح اسم ربک الاعلیٰ والا واقعہ ہے وہ توراہ بن اونی عن عمران بن حصین سے ہے اور جو قراءۃ الامام لہ قراءۃ والا واقعہ ہے یہ مرسل ہے۔

ابن عائشہ بھی سب طرق سے مرسل ہی روایت ہے۔

جو شخص محض مخالف ہونے کی وجہ سے صحیح روایات سے استدلال نہیں کرتا جو کہ صحیح بھی
میں ثابت بھی ہیں اور غلط روایات پر اس صحیح کو ترجیح نہیں دیتا تو اس شخص سے غلط روایات
سے صحیح کو پہچاننے کی معرفت ہی سلب کر لی جاتی ہے۔

جو شخص ان ضعیف اور جہول راویوں کی روایت کو موصول ثابت کر کے صحیح روایات
کے خلاف بطور دلیل پیش کرتا ہے وہ بھی بالکل اسی طرح زیادتی ہے جیسا کہ امام شافعیؒ
کے خلاف مسئلہ قتل مرتدین حضرت علیؑ کی روایت میں زیادتی کی گئی ہے امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا تو نے
علمائے الہدایت سے کسی سے سلب ہے جو کہتا ہو حفاظ نے حضرت علیؑ سے یہ روایت درست
حفظ نہیں کی اور جو زیادتی کی ہے وہ غلط ہو۔ اس نے کہا روایت تو ثقہ سے ہے ہم نے کہا
دیا کہ استدلال غلط ہے حالانکہ یہ صرف خیال ہے پھر میں نے کہا یہ روایت ثقفی یعنی عبدالوہاب
بن عبد الحمید نے کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔ اس نے جعفر بن عبد اللہ بن محمد سے اس لئے اپنے باپ

سے اس نے جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے۔ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ
تو تو کہہ دیتا ہے چونکہ حفاظ نے حضرت جابر کا تذکرہ نہیں کیا یہ دلیل روایت کے غلط ہونے
کی ہے۔ اب اگر ہم کہتے ہیں کہ یہ خام خیال ہے کیونکہ ثقفی ثقہ ہے اگرچہ کسی اور نے ہی روایت
میں رد و بدل کیا ہو تو آپ اسے خلاف القضاہ کہتے ہیں اسی طرح یہاں تم بھی القضاہ نہیں کرتے
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے القضاہ کیا ہے اور مسئلہ
قضاہ الیمین مع الشاہدین ثقفی کی روایت کو بطور دلیل قبول نہیں کیا ہے مگر جب اس کے جابر
سے موصول ہونے پر حمید بن اسود، عبد اللہ بن عمر الحمیری، ہشام بن سعد، ابراہیم بن ابی حمیہ
نے موافقت کی ہے کیونکہ انہوں نے عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بیان کیا ہے لیکن ایک
جماعت حفاظ نے عن جعفر بن ابیہ مرسل بیان کیا ہے اور امام شافعی نے اس حدیث
کے علاوہ اور روایات پر جو موصول ہیں اعتماد کیا ہے اور جعفر کی روایت کو مرسل ہی بطور
تاکید بیان کیا ہے۔

بعض لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مرسل روایت بنسبت منقل کے زیادد قوی ہوتی ہے۔

وہ تو بالکل اس شخص کی طرح ہیں جو کہے کہ رات دن کی نسبت زیادہ روشن ہے اور نایاب بہ نسبت یثا کے زیادہ دیکھنے والا ہے۔ کیونکہ مرسل روایت حقیقت کو غائب کر دیتی ہے یہ علم ہی نہیں رہتا کہ یہ روایت کس شخص سے لی گئی ہے اور کس شخص کو گرایا گیا ہے اگر کوئی کہہ دے کہ وہ راوی ہمیشہ ثقہ روات سے روایت کیا کرتا ہے تو یہ بات تمام علماء اہل حدیث کے خلاف ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ثقات سے بھی روایت لے لیتے ہیں اور غیر ثقات سے بھی لے لیتے ہیں اور کئی مرتبہ خاموش بھی رہ جاتے ہیں دلیلی راوی کا نام نہیں لیتے) پھر جب پوچھا جاتا ہے تو بعض اوقات جو نام لیتے ہیں وہ روایت یا دیانت یا دونوں وجہ سے ناقابل قبول ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل علم ایسے راوی کی روایت قبول کرنے میں احتیاط کرتے ہیں تاکہ اس کا نام لیا جائے اور اس کے حال سے واقفیت حاصل کی جائے تاکہ اس کی عدالت یا جرح بالکل سامنے آجائے۔

انام ابن شہاب زہری نے باوجود مشہور و معروف ہونے کے ایک روایت مرسل بیان کر دی جب پوچھا گیا تو اس راوی کا نام سلیمان بن ارقم تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ انام زہری جیسا آدمی اگر سلیمان بن ارقم جیسے آدمی سے روایت کر سکتا ہے (اور اس کا نام گرا کر مرسل بیان کر دیتا ہے) تو اور دوسروں پر کیسے اعتبار رہ سکتا ہے۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب المدخل وغیرہ میں مرسل روایت کے نقائص بیان کر دیئے ہیں۔ یہ مسئلہ اصول کتاب سے اس لیے یہ جگہ اس کے بیان کی متحمل نہیں ہے۔

۳۱۸۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ روایت حضرت جابر کی ابن ابی عاصمہ کے علاوہ موصول بھی بیان ہوئی ہے جس کی سند ہے انہما ابو عبد اللہ الحافظ حدیثی ابو بکر محمد بن عابد الفقیہ بہ بخاری نا ابو الفضل محمد بن احمد سلمی نا العباس بن عزیز بن سیار نا سلطان الدوزی نا عتیق بن محمد الثیبی نا حفص بن عبد الرحمن عن ابی عاصمہ عن الحكم بن عتیبة عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقامہ الامام لقراءۃ۔

اس روایت کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ عباس القطان سے اسے قبول کر لیا جائے باوجودیکہ اس کی عدالت کا ہمیں کوئی علم نہیں لیکن ابوشیبہ عبد الرحمن بن اسحاق واسطی سے کیسے قبول کر لیا جائے جس کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیس لشیئ - منکر الحدیث یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن اسحاق کوئی متروک ہے اور امام بخاری نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ امام نسائی وغیرہ علما نے حدیث نے جرح کی ہے۔ اب جبکہ ہم جمہول الحال راویوں سے روایت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تو جن پر سخت جرح ہوئی سو ان کی روایت کیسے قبول کر لیں جب تک روایت کی عدالت و سچائی واضح نہ ہو اور روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔

اس روایت کو ایوب بن حسن اور محمد بن یزید سلمی نے حفص بن عبد الرحمن سے مرسل روایت کیا ہے۔

۳۱۹ - حضرت جابر کی ایک اور روایت اور اس کے ضعیف ہونے کا بیان۔

اس روایت کی سند میں جابر جعفی کا واسطہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کا امام ہو تو اس کی قراءت اسی کی ہے اس کی سند میں لیث اور جابر جعفی دونوں ابو ذرہ سے روایت کرتے ہیں۔

۳۲۰ - دوسری سند سے یہی روایت ہے اس میں صرف جابر جعفی کا واسطہ ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم اور جابر جعفی دونوں ایسے شخص ہیں جن کی روایت بطور دلیل پیش ہونے کے لائق ہی نہیں ہوتی۔ خصوصاً جبکہ ثقافت کے خلاف ہو تو کیسے قبول کی جاسکتی ہے۔ پھر یہ دونوں ابو ذرہ محمد بن مسلم کی سے روایت کرنے میں متفرق ہیں۔ اور محمد بن مسلم ایک مشہور آدمی ہے۔ اسی کے شاگرد بہت زیادہ ہیں اس لئے ان دونوں پر جرح کی ہے جو اتنی مشہور ہے کہ اس کے تذکرہ سے خواہ مخواہ کتاب کو طول نہیں دینا چاہتا۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم سے امام یحییٰ بن سعید قطان روایت نہیں کیا کرتے تھے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

اب بات یہ ہے کہ شعبہ کا قول جابر جعفی کی ثقاہت میں تو قبول کر لیتے ہیں اور جب محمد بن اسحاق کا معاملہ آتا ہے تو قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ جابر جعفی نے ان کے مذہب کی موافقت کی ہے اور محمد بن اسحاق نے ان کے مذہب کی موافقت نہیں کی۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کو علم حدیث میں کچھ بھی واقفیت ہے وہ محمد بن اسحاق اور جابر جعفی کو عدالت میں برابر نہیں کر سکتا۔ ان میں سے بعض اقوال جو ہم بیان کر چکے ہیں جن میں محمد بن اسحاق کی توثیق ثابت ہے اور جابر جعفی کی تکذیب و تکفیر ثابت ہے۔

اور اگر جابر جعفی کے متعلق کوئی جرح بھی نہ ہوتی..... تو بھی صرف امام ابو حنیفہ کا قول ہی کافی تھا کیونکہ انہوں نے اسے دیکھا بھی ہے اور اس کا تجربہ بھی کیا ہے اور اس سے ایسی باتیں سنیں جو اس کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

چنانچہ ابو سعید مالینی نے امام ابو حنیفہ کا قول نقل کیا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ آج تک میں نے حضرت عطا سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آجتک مجھے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا آدمی کوئی ملا ہے کیونکہ میں نے جب کبھی کوئی رائے بیان کی وہ فوراً اس کے موافق کوئی نہ کوئی حدیث بیان کر دیتا اور اس کا خیال تھا کہ میرے پاس ہزار احادیث اس قسم کی ہیں جن کو ظاہر نہیں کیا ہے۔

دوسری سند سے روایت اس طرح ہے کہ امام ابو حنیفہ کے پاس ایک آدمی آکر پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ امام ثوری سے حدیث نے یعنی چاہئے تو انہوں نے فرمایا کہ ان سے حدیث لکھنے میں کوئی حرج نہیں سوائے دو قسم کی حدیثوں کے۔ ایک تو محمد بن اسحاق کی وہ حدیث جو حارث کے واسطے سے علی سے ہو اور دوسری جابر جعفی کی روایت۔

تیسری سند سے امام صاحب سے ثابت ہے صا دا یت فیمین رأ یت ال کذب من جابر الجعفی۔

۳۲۲ - ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے جو ابو زبیر سے جابر جعفی کے واسطے کے بغیر ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خبر اس سند سے باطل ہے کیونکہ اگر یہ سند واقعی ایوب سختیانی عن ابی الزبیر عن جابر ہوتی اور اس میں کوئی اختلاف ہو لیکن اس سند کا دار و مدار سہیل بن عباس پر ہے اور وہ غیر معروف مہول شخص ہے۔

ابو بکر بن حارث فقیہ کہتے ہیں کہ حافظ ابو الحسن علی بن عمر نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ سہیل بن عباس متروک ہے۔

۳۲۳ - ابو زبیر کے واسطے سے ایک اس سے بھی زیادہ ضعیف روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی سند میں محمد بن احمد اثنی اور محمد بن اشرس دونوں مہول الحال ہیں حافظ ابو عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو لیسر انماطی نے حدیث بیان کی ابو اسحق محمد بن احمد منادیلی سے اور اس نے محمد بن اشرس سے۔ حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا محمد بن عبد اللہ کون ہیں تو اس نے اس کے حالات بیان کیے پھر میں نے پوچھا کہ (مالینی) یا دہشتی کس جافور کا نام ہے اس نے کہا وہ غیر معروف ہے۔ البتہ محمد بن اشرس کو اچھی طرح پہچانتا ہوں وہ متروک الحدیث ہے۔

ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب سے سنا جبکہ ان سے ابن اشرس کی روایت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس سے حدیث لینا درست نہیں ہے۔

یہ روایت ایک اور نہایت اندھیری گھناؤنی سند سے بھی مروی ہے جس میں ابراہیم بن رستم اور نوح بن ابی مریم دور ادوی میں جو متفرد اور منکرہ آیات بیان لے ابھی تک یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ لفظ کیسے ایک جگہ مالینی لکھا ہے اور یہ درست نہیں دوسری جگہ دہشتی لکھا ہے اور تیسری جگہ منادیلی لکھا ہے۔ مشہور و معروف آدمی کے نام کے اتنے شبہ نہیں ہو سکتے (مترجم)

کہتے ہیں جن کی روایات سے دلیل نہ لینا واجب ہے۔ جب اس قسم کے راویوں کی صحیح سند کی روایت سے دلیل لینا منع ہے تو اس روایت میں جبکہ ابداً اسیم جہول الحال ہے سے روایت کیسے درست ہو سکتی ہے۔

امام محمد بن سیرین فرمایا کرتے تھے کہ احادیث (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات) ہی دراصل دین ہے۔ تم پر لازم ہے کہ ان شخصوں کو بھی دیکھو جن سے تم دین حاصل کر رہے ہو (یعنی سیرا پرانے غیرے تھو تہرے کے کہہ دینے سے کوئی بات دین نہیں ہو سکتی بلکہ پہلے اسے دیکھو کہ وہ عالم آدمی دیندار اور پرہیزگار تو ہے۔)

۱۳۶

۳۲۴ - حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث اور اس کے غیر مرفوع ہونے کا بیان۔

حضرت جابر سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس شخص نے (دراصل) نماز ہی نہیں پڑھی سوائے اس کے کہ اگر امام کے پیچھے ہو۔

ابو احمد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو یحییٰ بن سلام کے علاوہ امام مالک سے کسی نے بھی مرفوع بیان نہیں کیا امام مالک نے اس روایت کو موٹا میں موقوف بیان کیا ہے۔ (یعنی یہ قول ہے حضرت جابر کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے) حافظ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں یحییٰ بن سلام کو وہم ہوا ہے جو اس نے امام مالک سے مرفوع بیان کیا ہے اور یحییٰ بن سلام کیسے بھی کثیر الوہم وہمی شخص ہے۔ امام مالک سے موٹا میں یہ اثر وہم بن کیسان کے واسطے سے بھی ہے۔

لیکن وہاں بھی حضرت جابر کا قول ہی ہے۔

۳۲۵ - ایک اور سند سے بھی اس کو مرفوع بیان کیا گیا ہے حالانکہ وہ بھی راوی کا وہم ہے اس کے الفاظ ہیں کہ ہر نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے۔ یہ سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو۔ حافظ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں اسماعیل سعدی روایت کیوں کہ نے مرفوع ہونے کا وہم کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ اسماعیل بن موسیٰ

سے ثقہ راویوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔

۳۲۶۔ آگے اسمعیل بن موسیٰ کی سند بیان کی گئی ہے جس میں حضرت جابر کا قول ہی ثابت ہوتا ہے۔

۱۳۷

امام سمری ابن خزمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ نے بھی سمری ابن خزمہ لمیہ سے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو مجھ سے مرفوع بیان کیا میں اس کو معاف نہیں کروں گا۔

..... کیونکہ یہ روایت میری کتاب میں موقوف ہے۔
حافظ ابو عبد اللہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت ابو عبد اللہ بن یعقوب سے بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا یہ جھوٹ ہے میں نے خود سمری بن خزمہ سے موقوف سنا ہے پھر فرمایا کہ میں نے یہ حدیث اسی طرح یعنی موقوف ہی بیان کی ہے اب جو شخص اس کو مجھ سے مرفوع کہتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ بن یعقوب سے سنا وہ ابیہم بن محمد صیدلانی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا اسمعیل بن بنت صدی سے انہوں نے امام مالک سے یہ حدیث مرفوع بیان کی تو فرمایا اس کو مالک سے پکڑو
(یعنی مالک سے پکڑ کر پھینک دو۔)

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ روایت کے جو منقول ہیں امام مالک سے سابقہ مرفوع روایت کو غلط ثابت کر رہے ہیں نیز ابن خزمہ اور سمری کا قول بھی اس روایت کے مرفوع ہونے کی تکذیب کر رہا ہے۔

اس روایت کی ایک اور سند بھی بیان کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اس جیسی خیانت سے بچا کر رکھے جس سے اپنی رائے پر تو مستصیب ہو اور خواہشات کی طرف رجحان ہو۔

۳۲۷۔ ایک اور سند بھی اس کی بیان کی جاتی جو اس سے بھی ضعیف تر ہے۔
امام مالک کے واسطے سے ہی جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے من

ایسی رکعت پڑھے جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو درحقیقت اس نے وہ رکعت ہی نہیں پڑھی سوائے اس حالت کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

اس قول سے ایک تویہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز میں قراءت متعین ہے یعنی جہاں بھی نماز میں قراءت کرنے کا حکم آئے گا اس سے مراد سورہ فاتحہ ہی ہوگی۔

دوسری یہ بات ثابت ہوتی کہ نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب ہے اس سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ نماز میں قراءت متعین نہیں ہے اور یہ کھلی کہتے ہیں کہ (ظہر و عصر کی) پھلی دور کعتوں میں قراءت واجب نہیں ہے۔

اور جابر بن عبد اللہ کا قول وراء الامام کا یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ امام کے پیچھے ہماری رکعتوں میں ترک قراءت کو جائز سمجھتے ہوں نہ کہ علمائے زمانہ نذا کی طرح حرام کہیں، کیونکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ کا یہ مذہب ہے کہ ظہر و عصر کی پہلی دور کعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت بھی پڑھنی چاہئے اور دوسری دور کعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔

اس سے یہ کھلی احتمال ہو سکتا ہے کہ جابر بن عبد اللہ کا خیال ہو کہ اگر امام رکوع میں ہو اور مقتدی جماعت میں شامل ہو تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے (یعنی اگر عذر سے سورہ فاتحہ رہ جائے تو رکعت شمار ہو جائے) محمد بن اسحاق بن خریمہ نے اسحاق بن ابیہیم حنفی سے یہی تاویل نقل کی ہے۔

۱۳۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کا قول ہے (اور صحیح بالسنہ ہے) کہ پہلی دور کعتوں میں سورہ فاتحہ اور ساتھ کوئی دوسری سورہ بھی پڑھتے اور دوسری دور کعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔ اور فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام) یہی بات کہا کرتے تھے کہ سورہ فاتحہ اور کچھ اور بھی ساتھ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

یہ الفاظ عام ہیں، منقرہ، مقتدی اور امام سب کو شامل ہیں۔

۱۳۴۔ علیہ اللہ بن مقسم کی روایت سے حضرت جابر بن عبد اللہ کا قول ہے کہ قراءت کے معاملہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی دور کعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری

سورہ بھی اور دوسری دور کدت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔

والصحابی اذا قال سنة او کنا تحت فان جماعة من اصحاب
الحديث يخرجونه في المسانيد کحب صحابی یہ کہے کہ سنت طریقہ یہ ہے یا یہ کہے
کہ تم یہ کہا کرتے تھے تو پھر اس بات کو اصحاب الحدیث اپنی کتابوں میں بیان کر دیا
کرتے تھے (یعنی یہ قول بھی مسند مرفوع حدیث کے قائم مقام ہی ہوتا ہے)۔
۳۳۲۔ بعض لوگوں نے نہایت اندھیری بھیانک سند سے ترک فاتحہ خلف الامام
کی ایک روایت بیان کی ہے عن میمون بن مهران عن جابر عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم۔

حالانکہ ہمیں جو روایت پہنچی ہے وہ یہ ہے عن عمر بن میمون بن مهران
عن ایبہ میمون عن ایبہ مهران عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال من لحقہ أيام القراءان خلف الامام فصلوته حداج
کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز مردہ ہے۔
۳۳۳۔ ایک اور روایت بھی اپنی عن القراءۃ خلف الامام اور اس کے ضعیف
ہونے کا بیان۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز
پڑھا رہے تھے اور ایک آدمی نے آپ کے پیچھے قراءت کی۔ جب آپ نماز
سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری سورۃ پڑھنے کے ساتھ کس شخص نے خلیجان کیا۔ پھر
لوگوں کو قراءت خلف الامام سے روک دیا۔

ابن صاعد کہتے ہیں کہ نہی عن القراءۃ خلف الامام میں حجاج متقدم ہے۔ حالانکہ
قنادہ سے شعبہ نے، ابن ابی عروبہ نے، عمر نے، اسمعیل بن مسلم نے، حجاج بن حجاج
نے، ایوب بن ابی مسکین نے، بہام نے، ابان نے اور سعید بن کثیر نے روایت
کی ہے لیکن صرف حجاج نے یہ الفاظ کہے ہیں اور کسی نے نہیں کہے بلکہ شعبہ نے تو
قنادہ سے پوچھا کہ آپ نے جو فرمایا من ذالذی یخالجنی سودقی تو گویا آپ

لے قراءت خلف الامام کو ناپسند فرمایا؟ استاد نے جواب دیا نہیں اگر آپ قراءت خلف الامام کو ناپسند فرماتے تو روک دیتے۔

یہ بیان جو ابن صاعد کا ہے۔ ابن صاعد عراق کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ابو بکر بن عمار نے امام دارقطنی سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام دارقطنی نے بھی فرمایا ہے کہ نہا ہند عن القراءۃ خلف الامام حجاج کا وہم ہے صحیح وہی ہے جو شعبہ اور سعید بن ابی سروہ وغیرہ نے قتادہ وغیرہ سے بیان کیا ہے۔

۱۳۳۳۔ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو کسی آدمی نے اس میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ پڑھنے والا کون تھا تو ایک شخص نے کہا میں تھا آپ نے فرمایا میرا خیال تھا کہ مجھے کسی نے خلیجان میں ڈال دیا ہے۔ شعبہ نے قتادہ سے پوچھا کیا آپ نے اس کو ناپسند فرمایا کہا کہ آپ ناپسند فرماتے تو روک دیتے (یعنی آنحضرت نے قراءت خلف الامام سے مقتدیوں کو روکا نہیں)۔

۱۳۳۴۔ ایک اور سند سے عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھاٹی تو ایک شخص نے پیچھے پڑھا۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ۔ آپ حیب فارغ ہوئے تو فرمایا کس نے پڑھا تھا تو اس آدمی کے متعلق کہا گیا آپ نے فرمایا کہ میں سمجھا مجھے کسی نے خلیجان میں ڈال دیا ہے۔

ابو ولید کہتے ہیں کہ شعبہ نے حضرت قتادہ سے کہا کیا سعید کا قول نہیں ہے کہ انصت للقرآن کہ قرآن کے لیے خاموش رہو تو انہوں نے فرمایا یہ ہر قرآن پڑھنے کے وقت کے لیے ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ شعبہ نے حضرت قتادہ کو کہا کیا آنحضرت نے اسے ناپسند فرمایا کہا نہیں اگر ناپسند فرماتے تو منع فرمادیتے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ادھر کی حدیث میں جو لفظ میں ذالک اذا جھر بہ کہ یہ ہر قرآن پڑھنے کے وقت کے لیے ہے اور اس کا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ امام کے لیے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقتدی کے لیے یعنی مقتدی نہ قراءت

کرے جب امام جہر سے پڑھے۔ پس اگر تقدی اپنے دل میں قراءت کرے تو انصاف کے مخالفت نہیں ہوتا۔

نیز یہ سعید کا قول جس مذہب کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دلیل تو قتادہ (یعنی استاد) کا جواب ہو سکتا ہے کہ اگر یہ سہی قراءت کی نماز میں امام کے پیچھے قراءت منع ہوتی تو آپ منع فرمادیتے۔

اسلام۔ عمران بن حصین سے بھی اور سند سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھا لی اور ایک شخص نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا تو آپ نے پوچھا کہ کس نے پڑھا تو ایک آدمی نے کہا میں نے پڑھا ہے تو آپ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ کسی آدمی نے خلیجان میں ڈال دیا ہے۔ شعبہ نے قتادہ سے پوچھا کیا آپ نے قراءت کو ناپسند فرمایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ ناپسند فرماتے تو قراءت سے منع فرمادیتے۔

یہ تمام روایات اس بات پر دلیل ہیں کہ نہیں عن القراءت خلف الامام کے الفاظ حجاج بن ارطاة کا وہم ہے نہ کہ انہوں نے یہ الفاظ اپنے استاد قتادہ سے سنے ہیں۔ اور حجاج بن ارطاة اس قسم کی بیشمار غلطیاں کیا کرتا تھا اسی لیے علمائے اہل بیت نے اس کو ساقط الاجتہاد قرار دیا ہے۔

یحییٰ بن معین نے بھی یہی کہا ہے کہ حجاج بن ارطاة کی حدیث دلیل لینے کے

قابل نہیں۔

یحییٰ بن سعید قطان اس سے حدیث بیان ہی نہ کرتے تھے۔

پھر یہ حدیث سلمہ بن فضل الابرش نے بیان کی ہے اور سلمہ بن فضل یحییٰ متکلم

فیہ ہے۔

پھر اگر واقعی آنحضرت نے اس قراءت کو ناپسند ہی فرمایا ہو تو بھی امام کے پیچھے جہر قراءت کو ناپسند فرمانا ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ روایت کے الفاظ دیکھ سکتے ہو۔ آپ نے پوچھا "کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا ہے" اور پڑھنے والے نے ادباً اذکار

سے نہ پڑھی ہوتی تو آپ سورۃ کا نام کیوں لیتے اور ہم کبھی نماز میں مقتدی کی قراءت کو اونچی آواز سے کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ نہ قراءت کرنے کو یعنی قراءت مکروہ نہیں بلکہ جہر مکروہ ہے۔

۱۳۱ عمران بن حصین سے قراءت خلف الامام کے بارہ میں جو روایات مروی ہیں وہ اسی کی تائید کرتی ہیں۔

۳۷۷ - یہی قسم کی ایک اور روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ لوگ آنحضرت کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا۔

یہ بھی امام کے پیچھے مقتدی کو پھر قراءت سے روکنے کے لیے ہی ہے۔ اصل قراءت سے روکنا منسوخ نہیں ہے۔

۳۷۸ - ایک حدیث ہم شروع کتاب میں بیان کر گئے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن حذافہ نے نماز پڑھی اور اونچی آواز سے قراءت کی تو آنحضرت نے فرمایا اے ابن حذافہ مجھے مت متا اللہ تعالیٰ کو سنا۔

۳۷۹ - ایک اور سند سے ابوہریرہ کی روایت ہے صرف الفاظ میں فرق ہے وسمع اللہ کی بجائے وسمع ربک ہے۔

۳۸۰ - حضرت عبادہ بن صامت کی روایت میں بھی گذر چکا ہے کہ کسی صحابی نے جہری نماز میں آنحضرت کے پیچھے قراءت جہر کی تو آپ نے فرمایا کہ سوائے سورہ فاتحہ کے کوئی قراءت نہ کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۳۸۱ - قراءت خلف الامام کو مکروہ سمجھنے والوں کی ایک اور دلیل اور اس کے تہجیف ہونے کا بیان۔

۱۳۲ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت کے پیچھے قراءت کی تو آپ نے فرمایا کس نے قراءت کی ہے۔ قوم خاموش رہی دوبارہ آپ نے پوچھا تب ایک شخص نے کہا کہ میں نے قراءت کی۔ تو آپ نے فرمایا

میں کہہ رہا تھا کہ مجھ سے قرآن میں کون نماز عت کر رہا ہے۔ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو خاموش رہے۔ کیونکہ اس امام کی قرائت ہی اس کی قرائت ہے اور اس امام کی نماز ہی اس مقتدی کی نماز ہے۔ یہ پھیر کی روایت کے الفاظ ہیں۔

ہمیں ابو عبد اللہ رحمہ اللہ نے بتایا کہ اس حدیث کو ہم نے صرف اسی شخص سے صرف اسی سند سے ہی لکھا ہے ہم نے کسی اور فقہائے اہل کوفہ سے کسی سے بھی نہیں سنا کہ کسی نے اس باب میں بیان کیا ہو۔ اگر ثوری اور غیرہ جیسے لوگوں سے اس کا ثبوت ملتا تو اہل کوفہ سے مخفی نہ ہوتا۔ نیز احمد بن محمد عجلانی کو جو اس روایت میں راوی ہے ہم نہیں پہچانتے کیونکہ اس کا ذکر صرف اسی روایت میں ہی آیا۔ نیز عبد اللہ بن مسعود سے جو روایت آنحضرت سے مروی ہے کہ تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا ہے تو وہ بھی تب ہی ہوتا ہے جب کہ مقتدی ہنر سے قرائت کرے۔

۲۴۴ - پھر دوسری سند سے جو روایت ہے اس کے الفاظ ہیں کہ قوم نے قرآن کی قرائت کی اونچی آواز سے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا یعنی یہ مقتدی کو ہر قرائت سے روکنے کے لیے ہے۔

پھر اگر قراءت کے قراءت سے یہ مراد لی جائے کہ امام کی قرائت مقتدی کی قرائت کے قائم مقام ہے تو پھر یہ بھی مانتا ہے گا کہ امام کی نماز بھی مقتدی کی نماز کے قائم مقام ہے۔ حالانکہ اسے کوئی بھی قبول نہیں کرتا ہے۔ یہ بات بھی اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتی ہے۔

۲۴۵ - ایک اور روایت جو ابن مسعود سے مرفوع بیان کی جاتی ہے اور ابوالانہول سے مرفوع۔

عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ مجھے انکار سے کھانسنے پڑیں تو زیادہ پسندیدہ ہیں اس سے کہ میں امام کے پیچھے قرائت کروں۔

یہ روایت اکرمین عبد الغفار اور محمد بن عبد الرحمن سے صحیح ثابت ہو تو اس کا

صرف مطلب یہی ہو گا کہ مقتدی کی جہر قراءت کو تا پسندیدہ کہا ہو گا جیسا کہ سابقہ روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

۳۴۴۔ اور عبد اللہ بن مسعود کا وہ قول جس میں ہے کہ امام کے پیچھے مت پڑھ کیونکہ اس کی قراءت ہی تیری قراءت ہے۔ تو یہ پارہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کیونکہ ابو حمزہ اعور کوئی کی بات الحدیث علماء کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہے۔ نیز یہاں ہی ابو حمزہ اعور کی دوسری روایت کے مخالف بھی ہے۔

۳۴۵۔ کہ عبد اللہ بن مسعود امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے سوائے اس کے کہ امام قراءت نہ کیے یعنی جب امام جہر سے قراءت نہ کرتا تھا تو حضرت عبد اللہ اس وقت قراءت خلف الامام کیا کرتے تھے۔

۳۴۶۔ علقمہ سے ہی منقول ہے کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حضرت عبد اللہ قراءت کر رہے ہیں حتیٰ کہ یہ آیت اونچی آواز سے ان کے منہ سے نکلی و قل دین علیما۔
۳۴۷۔ عبد اللہ بن زیاد سدی کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھی میں نے سنا کہ وہ ظہر و عصر کی نماز میں قراءت کرتے تھے۔

۳۴۸۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے قراءت خلف الامام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب قرآن پڑھا جائے اس وقت خاموش رہ کیونکہ یہ نماز میں شغل ہے اس میں کچھ امام کافی ہے یہ بھی غیر فاتحہ کے لیے محتمل ہے۔

پس یہ قول اس نماز کے لیے ہے جس میں امام جہر سے قراءت کیے کیونکہ اَلصَّوْتُ كَاللَّهْظِ تَوَاسِي قِرَاءَتِ كَيْفَ يَسْمَعُ جَوَاسِمُ اس قراءت کے لیے نہیں ہو سکتا جو سنی ہی نہ جائے۔

اور یہ بھی ہم بیان کیے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود ظہر و عصر میں قراءت خلف

الامام کیا کرتے تھے تو اس سے یہ بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ انصت مقرر آن کہا ہی اسی لیے ہو کہ امام کے پیچھے قرآن بھر سے نہ پڑھا جائے نہ اس لیے کہ قراءت ہی نہ کی جائے۔ جیسا کہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے۔

۳۴۹۔ نیز عبداللہ بن مسعود کا یہ قول بھی مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جس نماز میں قراءت نہ ہو وہ کچھ بھی نہیں۔ لاشعاً ہے۔

۳۵۰۔ نیز یہ قول بھی حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ وہ فرماتے اپنے امام پڑھنے والے سے سبقت مت کرو کیونکہ امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے چلا جائے جب امام رکوع کرے تب رکوع کرو جب امام سجدہ کرے تب سجدہ کرو۔ اگر کسی کو قرآن کی سورت بھی آتی ہو جو امام پڑھ رہا ہو اور وہ اسے پڑھنے لگے تو ایسا مت کرو کہ قراءت سے پہلے ختم کر کے امام سے پہلے رکوع کرو اس لیے اپنے قاریوں سے پہلے سبقت مت کرو یعنی ان کے آگے مت لگنا کیونکہ امام اس لیے مقرر ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے لگا جائے۔

۱۳۷ امام ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ تم غور نہیں کرتے کہ عبداللہ بن مسعود نے اس خبر میں منع فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی قراءت سے فارغ ہو جائے تو امام سے پہلے رکوع نہ کرے۔ اس میں امام کے آگے جانے سے منع فرمایا ہے قراءت خلف الامام سے منع نہیں فرمایا۔

ایک اور روایت میں سے فاتحہ خلف الامام کے مکروہ ہونے پر دلیل لی

جاتی ہے اور اس کی نقص و علت کا بیان۔

۳۵۱۔ ابو درداء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا ہر نماز میں قراءت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو ایک انصاری آدمی نے کہا بھیر تو واجب ہو گئی۔ ابو درداء کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کے زیادہ قریب تھا آپ نے مجھے فرمایا

میں سمجھتا ہوں کہ جب امام جماعت کرے تو ان (مقتدیوں) کو کافی ہے۔ یہی طرح ابو صالح بولیت کا نائب ہے اور ایشہ اس میں غلطی کی ہے اور اسلئے زید بن حباب نے درود اتوں میں جو معادیرین صلح سے پہلے سے بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔

۳۵۳ ایک سند بھی اسی طرح روایت ہے آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ جب امام ہو تو وہ کافی ہے۔

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے متن میں راوی کا دہم ہے جو یہ فرمایا
ما ادى الرجل اذا امر القوم الا قد كفاهم کیونکہ دراصل یہ ابو درداء کا قول
ہے۔ نیز زید بن حباب نے اس حدیث کو دو دفعہ بیان فرمایا ہے اور ایک دفعہ
مرفوع کہہ دینے کا دہم اسی سے ہے۔ دوسری دفعہ صحیح بیان کیا ہے۔

چنانچہ دوسری سند سے جسے حافظ ابو عبد اللہ نے بیان فرمایا ہے، کثیر بن
مرہ حضرمی نے حضرت ابو درداء سے بیان کیا ہے کہ جب یہ حدیث بیان کی تو پھر
فرمایا میرا خیال ہے کہ جب امام ہو تو وہ ان کو کافی ہے۔

ابن صاعد کہتے ہیں گویا کثیر بن مرہ نے اسکو ابو الدرداء کا قول قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ کہتے ہیں اس قول کے مرفوع نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ۔۔۔
حضرت ابو درداء کا ایک دوسرا قول ہے جسے ابو سعید عبد الرحمن مہدی نے بیان کیا
ہے اور معاویہ بن صالح نے واضح طور پر اسے ابو درداء کا قول کہا ہے۔

۳۵۴۔ چنانچہ عبد الرحمن بن مہدی کے واسطے سے صحیح سند سے ابو درداء سے یہ
روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ہاں ہر نماز میں قراءت ہے اور ایک آدمی
نے وَحَيْتُ وَحَيْتُ کہا تو حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ جب قوم
کا امام ہو تو اس کو کافی ہے۔

۳۵۵۔ علامہ ابن خزيمة بن مدینی سے روایت کرتے ہیں کہ اگر مجھے کون اور مقام ابراہیم کے درمیان حلفا بھی
کہتا پڑے تو کہوں گا کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلنا محال
ہے کہ آپ خود کہیں کہ میرا خیال ہے۔ یعنی دین میں شک و شبہ کی بات کہیں۔ پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں امام کی قراءت کے کافی ہونے کو شک سے
بیان کہیں تو آپ کے بعد کون ہو گا جو یقین سے بیان کر سکے۔ حالانکہ خود اللہ تعالیٰ
عوام کی تعلیم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا ہے کہ انہیں قرآن و
نوافل سکھائیں اس لیے یہ قول تو ابو درداء کے لائق ہی ہو سکتا ہے جو وطن و تخمین کی

بنا پر کہا گیا ہو۔ نیز ابو درداء کا ظن و تخمین کی بنا پر کہا ہوا قول کسی قسم کا حکم واجب نہیں ۱۳۹
 کر سکتا جیکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین سے ارشاد فرمادیا ہو۔ ان
 فی کل صلوة قراءۃ جیکہ سائل نے پوچھا اور آنحضرت نے نعم فرمادیا۔ نیز صحابی نے
 آپ کے سامنے ارشاد گرامی سے استدلال و حجت کیا ہوا اور آپ نے انکار نہ کیا ہو
 یہ یقینی تقنین تو واقعی آنحضرت کی ہے اور شک و شبہ والا قول ابو درداء کا ہے۔ والظن
 لا یغنی عن الحق شیئاً اور یقیناً ظن کبھی غلط بھی ہو سکتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن مہدی نے بھی ابن خزیمہ کی اس
 بات سے اتفاق کیا ہے کہ یہ بلوالدرداء کا قول ہے۔

۳۵۵۔ عبد اللہ بن وہب کے واسطے سے انکی اپنی سند سے بھی واقعہ اسی طرح ہے
 کہ جب انصاری نے و حجت کہا تو حضرت ابو درداء نے کہا کہ میرا خیال ہے جماعت میں
 امام کی قراءت کافی ہے۔

امام دارقطنی نے بھی فرمایا ہے واقعی یہ بات ہی درست ہے کہ یہ قول ابو درداء
 کا ہی ہے۔ اور اس میں زید بن حباب نے وہم کیا ہے۔

۳۵۶۔ احمد بن محمد نقیبہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے کہ ابو درداء نے اپنے شاگرد
 کثیر کو یہ الفاظ کہے۔

۱۵۰۔ اب امام عبد الرحمن بن مہدی اور حافظ عبد اللہ بن وہب اور حماد بن خالد اور زید بن
 حباب کی بھی ایک روایت سے یہ ثابت ہوا کہ یہ قول ابو درداء کا ہے۔

تعجب تو ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اپنا مسدک ثابت کرنے کے لیے ایسی
 اخبار اکٹھی کیں اور عبد الرحمن بن صالح عن معاویہ ابن صالح والی اس اضافہ کے
 ساتھ روایت بیان کر کے لکھ دیا کہ معاویہ بن صالح اندلس کا قاضی ہے ایک جماعت
 نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے ان میں عبد الرحمن بن مہدی اور عبد اللہ بن وہب
 قرظی اور زید بن حباب عکلی ہے پھر جب روایت بیان کی تو صدر زید بن حباب
 کی کردی اور عبد الرحمن بن مہدی اور عبد اللہ بن وہب کی روایت بیان نہ کی اس طرح

لوگوں کو دہم میں ڈال دیا کہ عبدالرحمن اور عبداللہ کو بھی اس اضافہ میں ان کے ساتھ
کر دیا۔ اور اس طرح جھوٹ بول دیا یا لوگوں میں شبہ ڈال دیا حالانکہ عبدالرحمن بن ہدی
اور عبداللہ بن وہب کی روایات اس طرح ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

۳۵۷۔ ایک اور سند سے بھی یہ واقعہ ابو درداء سے مروی ہے جس میں یہ اضافہ کے
الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیے گئے ہیں لیکن اس میں معاویہ بن کعبی
صدیق منقر ہے اور وہ مترک الحدیث ہے اس پر کعبی بن معین، علی بن مدینی، امام بخاری
اور امام نسائی نے جرح کی ہے۔

۲۵۸۔ حضرت ابو درداء سے ایک قول بھی مروی ہے فرماتے ہیں کہ اگر میں سورہ فاتحہ
پڑھنے کا وقت نہ پاسکوں تو بھی پڑھوں اگرچہ رکوع میں ہی ہو یعنی امام رکوع چلا جائے
تو میں سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کروں۔

۳۵۹۔ ایک اور قول بھی حضرت ابو درداء کا جو اس سے پہلے بیان نہو چکا ہے جس
میں حکم دیا ہے کہ سورہ فاتحہ نہ چھوڑ خواہ امام جہر کرے یا نہ جہر کرے۔ ایک روایت میں ہے
اگرچہ امام رکوع میں چلا جائے تو بھی فاتحہ ضرور پڑھے بشرطیکہ تجھے رکوع کا کچھ نہ کچھ
حصہ مل جانے کی توقع ہو۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابو درداء کے پہلے قول کا بھی مطلب یہی ہے کہ
فاتحہ کے علاوہ کی قراءت کافی ہے۔ یا یہ کہ مقتدی اونچی آواز سے نہ پڑھے۔
ایک اور روایت جسے مالتعین قراءت پیش کرتے ہیں اور اس کی تیسری و تفسیر
کا بیان۔

۳۶۰۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی
اور صحابہ پر متوجہ ہو کر فرمایا امام کی قراءت کے ساتھ تم بھی قراءت کرتے ہو صحابہ خاموش
ہو گئے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں ہم قراءت کرتے ہیں آپ نے
فرمایا نہ کیا کرو۔

امام ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت جس یوسف بن علی کے واسطے سے بیان

ہوئی ہے۔ اس نے مختصر بیان کی ہے اور اسے عبداللہ بن حضرت قی، یحییٰ بن یوسف
 قومی اور محمد بن حسین نے بلیغ اللہ بن عمرو سے مکمل بیان کیا ہے۔

۳۶۱۔ امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم اس روایت کو مکمل اسی کتاب میں درج
 کر چکے ہیں اس کے الفاظ میں فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحة الكتاب
 فی نفسه کہ میرے بچے قراءت نہ کیا کر و صرف سورہ فاتحہ اپنے دل میں
 پڑھ لیا کرو۔

۳۶۲۔ اس کے علاوہ بھی میں نے بعض روایات دیکھی ہیں جو وہاں اس قسم کی ہیں جن
 سے عدم قراءت والے دلائل اخذ کرتے ہیں ان میں سے اسی ابو سعید بن ہدی
 والی مختصر روایت کے ساتھ محمد بن حسین کی روایت کا کلمہ الکا کہ تنن کی عبارت میں
 ایک الف زیادہ کر دیا۔ حالانکہ اس میں اس کی متابعت نہیں بل سکی انہوں نے روایت
 کو اس طرح بنا دیا ہے فلا تفعلوا اولیقرأ احدکم بفاتحة الكتاب
 فی نفسه۔

۳۶۳۔ حالانکہ حافظ الحدیث علامہ روزگار حافظ ابو عبد اللہ کی روایت حضرت
 انس سے جس کے الفاظ یہ ہیں فلما قضی صلوٰتہما قبل علیہم بوجہ
 فقال اتقروا فی صلوٰتکم خلف الامام والامام لیقرأ فقالہا
 ثلاث مرات فقال قائل ادقائلون انا لتفعل ذلك قال
 فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحة الكتاب فی نفسه۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکماً فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ
 پڑھا کرو اور الف زائد نہیں ہے جس سے مراد اولیقرأ نہیں بلکہ ولیقرأ سے
 کیونکہ اسے امر کی بجائے اباحت آجاتی ہے کہ اگر چاہے تو پڑھ لے اگرچہ بعض
 قراءت کو اس سے بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک تو سری
 قراءت میں بھی مقتدی کو پڑھنا منع ہے۔

اس روایت کے راوی ابراہیم بن ابی بلال نب امام اور حافظ ہیں اسی طرح

الذکر یا عنبری بھی عالم: اویس الدیہرہ نیز گار ہے اگر اس میں الف ہوتا تو ان سے مخفی نہ رہتا۔

اسی طرح اس روایت کو ابو یعلیٰ موصلی جو ثقہ راویوں میں سے ہے نے بھی بغیر الف کے بیان کیا ہے حالانکہ اگر الف زائد ہو تو بھی انہیں حاصل کچھ نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے مقتدی کو اختیار نہیں دیا کہ خواہ پڑھے یا نہ پڑھے۔

۱۵۳ پھر انہوں نے اس روایت کے پیچھے ایک اور روایت بیان کی جو ابو یعلیٰ موصلی کے واسطے سے ہے اور اس کے متن فلاتفعلوا کو الحدیث کہہ کر ختم کر دیا اور رسول اللہ علیہ وسلم کا حکم کہ دل میں نہ پڑھو بیان نہ کیا اعادنا اللہ من ہذا التحریفات والتلیسات۔ ہم اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں۔

۶۴۲ - حالانکہ وہی ابو یعلیٰ موصلی کی روایت جو ہمیں شیخ ابو عبد اللہ کی معرفت پہنچی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں فلاتفعلوا ویقرأ احدکم بفتح الکتاب فی نفسه اسی طرح فقیہ ابو بکر عارثی کے واسطے سے بھی یہ حدیث منقول ہے اس سے بھی ان لوگوں نے والیقرأ احدکم بفتح الکتاب فی نفسه کو گرا کر بیان کیا ہے۔

عبد السلام بن عبد الحمید نے واسطے سے جو روایت ہے اس میں بھی ان الفاظ کو گرا لیا گیا ہے۔ حالانکہ حدیث کے معاملہ میں اس قسم کی حرکات تازوا میں کہ ایسا تشنہ جو مستثنیٰ منہ کے قائم مقام ہو تو ایک کو میان کرے اور دوسرا حصہ چھوڑ دے کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر یہ بھی جائز ہوگا کہ گواہ مستثنیٰ منہ بیان کرے اور مستثنیٰ کو چھوڑ دے یعنی کچھ گواہی بیان کرے کچھ نہ کرے تو پھر اس سے اتنا فساد عظیم برپا ہو جس کا حل گواہی مشکل ہوگا۔ (افتمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض)

پھر میں نے تو یہ بھی دیکھا ہے کہ اس حدیث کے پیچھے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس کو ابراہیم بن ابوطالب نے بھی نخلد سے بیان کیا ہے۔ حالانکہ وہ روایت تو ان کے خلاف ہے موافق نہیں ہے جیسا کہ پہلے روایت گزر چکی ہے تو پھر دین کے معاملہ میں عوام کو وہم و تلیسات میں ڈالنے کے لیے اس طرح بیان کرنا کہاں کی دیانت ہے حالانکہ

اگر کمال روایت بیان کی جائے تو ان کے نزدیک کو باطل کہتی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مثال یہ ارشاد فرمائی ہے گلابس ثوبی ذوت۔
 ۳۶۵۔ ایک اور روایت نہایت منظم سند کی رجاء بن ابی رجاء کے واسطے سے بھی بیان کرتے ہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا من کان لہ امام فقراء الامام لہ قراءۃ۔

یہ بھی ثقافت کے خلاف روایت ہے اور اس روایت کے خلاف بھی جیس کو ابی توتہ الربیع بن نافع نے ۱۵۴ بیان کیا ہے جو کہ مندرج ہے۔

۳۶۶۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ پر متوجہ ہو کر فرمایا کہ میرے پیچھے قراءت کرتے ہو تین دفعہ فرمایا تو انہوں نے کہا ہاں کہتے ہیں تو فرمایا فلا تفعلوا لیقرأ احدکم بفاتحة الكتاب فی نفسه۔

اب جو شخص بھی ان روایات کو دیکھے گا جو عبید اللہ بن عمر سے ہیں۔ نیز ابوب بن ابی قلابہ کی تمام روایات جو مرسل ہیں۔ نیز خالد حذاء عن ابی قلابہ کی تمام روایات بالکل اسی طرح سے ہی بیان کی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مقتدیوں کو حکم دیا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ رجاء کی روایت جمہور میں سے کسی نے گھڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس قسم کے جھوٹ اور دھوکہ دہی سے خاص اپنے فضل و کرم سے بچائے رکھے۔

۳۶۷۔ حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ایک موضوع سند سے شعبہ عن قتادۃ عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیان کرتے ہیں۔ جس کے الفاظ ہیں من کان لہ امام فقراء الامام لہ قراءۃ۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو احمد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور میں ابو احمد کی بات میں ذرا بھی شبہ ۱۵۵ نہیں کرتا ہوں کہ عبد اللہ ثقافت کے نام پر احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اہل فن سے یہ چیز کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

ابو عبد اللہ نے ہمیں وہ منکرات بھی بیان کیں جن سے ان پر جرح کی جاسکتی ہے۔
 پھر جن لوگوں نے اپنے دلائل میں یہ چیزیں پیش کی ہیں وہ عبد اللہ بن محمد اور احبن
 محمد بن یاسین سے بھی بیان کرتے ہیں تو اگر ہم انہیں اتنا عبد اللہ سے تسلیم بھی کریں تو حسن
 بن سہل سے کیسے تسلیم کریں کیونکہ اس کے موضوع ہونے کے نشانات ظاہر ہیں۔
 ۳۶۸۔ کیونکہ ہم کتاب کے پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں جس میں ثابت ہے کہ حضرت
 انس ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ قراءت خلف الامام کیا کرو۔ راوی کہتا ہے کہ میں خود
 حضرت انس کے ساتھ کھڑا ہوا کرتا تھا وہ سورہ فاتحہ بھی پڑھتے اور مفصل کی اور سورہ
 بھی پڑھا کرتے تھے اور وہ ہمیں اپنی قراءت سناتے تاکہ ہم ان سے اخذ کریں تاکہ اس
 حدیث کی سند بیان قرآنی ہے۔

۳۶۹۔ ایک اور روایت حضرت انس کی۔ حضرت ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انس
 ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم امام کے پیچھے قراءت کریں۔
 ایک اور روایت جس سے ماقین دلیل لیتے ہیں اور اس کے ضعیف ہونے کا بیان
 اور مرفوع کہنے والوں کی غلطی کا بیان۔

۳۷۰۔ ابن عمر سے روایت ہے من کان لسا امام فقرأ مع الامام له قراءۃ
 ایک اور سند سے بھی ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ نے ہمیں بتایا کہ یہ حدیث دراصل نہ تو عبد اللہ بن عمر تک پہنچتی
 ہے اور نہ ہی ان کے شاگرد نافع تک پہنچتی ہے اور نہ ہی ان کے شاگرد ایوب سختیانی تک
 پہنچتی ہے اور اس سے نیچے خارجہ بن مصعب رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق کہا گیا ہے
 کہ وہ کذاب لوگوں سے حدیث روایتیں بیان کرتا ہے اسی لیے اس کی اکثر روایتیں

منکر ہوتی ہیں۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ خارجیہ بن وہب لیس ہو بشتی یعنی اس کی کچھ وقعت

انہیں ہے

امام احمد بن حنبل اس کی حدیث لکھنے سے منع فرماتے تھے۔
امام بخاری فرماتے ہیں کہ خارجیہ کو حضرت وکیع نے متروک قرار دیا ہے کیونکہ وہ
غیاث بن ابراہیم سے مدلس روایتیں بیان کرتا ہے اور اس کی منکر روایات سے صحیح
کی تمیز نہیں ہو سکتی۔

۱۷۱ - محمد بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ خارجیہ کی روایت عن ایوب عن نافع عن ابن
عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام والی مرفوع روایت غلط ہے یہ ابن عمر کا قول ہے اور ابن
عمر کا صحیح قول اس کے خلاف موجود ہے۔

۱۷۲ - چنانچہ حضرت ابن عمر سے قراءت خلف الامام کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں
نے فرمایا کہ میں خانہ کعبہ کے مالک اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ کوئی نماز بھی
ایسی پڑھوں جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھوں۔

اسی طرح کا سوال حضرت ابن عمر سے ہم پیچھے بھی بیان کر چکے ہیں جس کی سند عن
ابی الازہر عن ابی عالیہ عن ابن عمر بالکل صحیح سند ہے

اور منع کی یہ روایت جہان کی طرف منسوب ہے بالکل اندھی سند سے مروی ہے
اور ہم اللہ تعالیٰ کے دین کو ایسے لوگوں سے قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں جنہیں
ہم پہچانتے بھی نہ ہوں کہ وہ سچا بھی ہے یا جھوٹا ہے اسی لیے متقدمین علماء اہل کوفہ میں
سے کسی نے بھی اسکو قبول نہیں کیا ہے۔

۱۷۳ - ایک ابن عمر کا اور قول بھی پیش کیا جاتا ہے کہ قراءت خلف الامام کے بارے
میں آپ نے فرمایا تجھے امام کی قراءت کافی ہے۔

۱۷۴ - یہ عبید اللہ بن عمر کے واسطے سے ابن عمر سے مرفوع بھی بیان کیا گیا ہے من کان له امام
قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

امام بیہقی فرماتے ہیں سوید کا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا اس لیے اس کی بہت سی حدیثیں منکسر ہیں۔ نیز یہ اثر علیہ اللہ بن عمر کا موقوف ہے مرفوع نہیں ہے۔

۳۷۵۔ چنانچہ موقوف سند سے جو روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو اس کو امام کی قراءت کافی ہے۔ جابر جعفی سے یہ غیر مرفوع بھی مروی ہے۔

۳۷۶۔ جابر جعفی کی روایت من کان لہ امام فقراءۃ الامامۃ قراءۃ اور جابر جعفی متروک الحدیث ہے۔ نیز اس جابر نے اس کو مرفوع بھی بیان کیا ہے جو غلط ہے۔

۳۷۷۔ حضرت مالک بن انس کے واسطے سے بھی مرفوع بیان کی جاتی ہے۔

امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عثمان بن عبد اللہ اپنے آپ کو قرشی کہتا تھا اس نے امام مالک سے یہ روایت بیان کی ہے یہ کذاب ہے۔ یہ خراسان سے آیا اور امام مالک، لیث بن سعد، ابن سعید، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید وغیرہ سے الیسی حدیثیں گھر کر بیان کرتا تھا جو اکثر موضوع ہوتی تھیں۔

۱۵۹ ہمارے استاد نے ہمیں اس کی کئی وضعی روایتیں بتائیں جعفر بن سہل کو بھی انہوں نے کذاب کہا ہے یہ غور و فکر کرنے والے کے لیے بالکل مین ہے۔

اور ابو احمد بن عدی نے بھی عثمان بن عبد اللہ کو..... وضاعین میں ذکر کیا ہے۔

نیز یہ حدیث موطن میں موقوف ہے مرفوع نہیں ہے اور ہے کھلی باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما یجبرہ اس سے بھی اختلاف کی مطلب براری نہیں ہوتی)

۳۷۸۔ امام مالک سے عبد اللہ بن عمر کا ایک قول ہے انہیں پوچھا گیا کہ کیا امام کے پیچھے قراءت کرنا چاہیے تو انہوں نے فرمایا کہ جب امام کے پیچھے ہو تو اس کو امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قراءت کرے۔ یہ کہا ہے کہ ابن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

سالم عن ابن عمر کی روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے ہم ان کی روایت باب من ترک القراءۃ فیما یجہر بہا میں بیان کر چکے ہیں۔

۷۹۔ ایک اور وجہ سے روایت مرفوع بیان کی جاتی ہے لیکن وہ بھی لاشعے ہے۔
 ”عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا من کان لہ امام فقراءۃ الامام ملہ قراءۃ“۔

لیکن اس روایت کو روایت کرنے والی قوم ہی مجہولین کی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہر ایسے خیرے سے دین کی باتیں لے لو جسے تم پہچانتے بھی نہ ہو۔ کیونکہ قاضی تو ایک درہم پر بھی خیر معروف کی شہادت قبول نہیں کرتا ہمیں بھی چاہئے کہ دین کے معاملہ میں ایسے عظیم مسائل پر خیر معروف کی شہادت قبول نہ کریں۔

۸۰۔ ایک روایت بند مظلم ابو حنیفہ سے بھی عن نافع عن ابن عمر موقوف بیان کی جاتی ہے اور ایک مرفوع اسکے الفاظ میں بھی عن القراءۃ خلف الامام۔

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان مسلمان کلمائے والوں پر تعجب ہے جو اپنے امام پر ایسی سرتیخ افراہدازی کرتے ہیں جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص ایک جھوٹی بات کو جھوٹ سمجھنے کے باوجود بیان کرتا ہے تو وہ جھوٹی جھوٹوں میں سے ہی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کے راوی محمد بن حسین سہدانی اور محمد بن عبد الرحمن اور قاسم بن عبد الواحد اور بکر بن حمزہ سب ہی غیر معروف ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ اس قسم کی وضعی روایات سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ ان کی روایات نافع سے نہایت قلیل صرف چند گنتی کی ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔ اور اگر یہ حدیث احناف کے نزدیک صحیح ہوتی..... تو پھر موسیٰ عن ابی عاصمہ کی مرسل روایات سے کیوں تعلق قائم کرتے ہیں۔

۸۱۔ ابن عمر کی ایک اور مرفوع روایت بیان کرتے ہیں عن سائر عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام

فقراء الامام له قراءة۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں یہ جھوٹ اور باطل چیز ہے اس کو ابو عصمہ نوح بن ابی مریم نے گھڑا ہوا ہے۔

ابو عبد اللہ بیہقی فرماتے ہیں کہ ابو عصمہ کی منکر روایات کی وجہ سے اہل علم نے اتنی جرح کی ہے جو بیان کی محتاج ہی نہیں۔

۱۶۱

۳۸۲۔ اس کی روایت کی متابعت محمد بن فضل بن عطیہ نے بھی کی ہے وہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ علی بن عمر فرماتے ہیں کہ محمد بن فضل متروک الحدیث ہے۔ ۳۸۳۔ ایک اور سند سے سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور اوہی نے اس کے مرفوع ہونے میں شک کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں من کان له امام فقراء الامام له قراءة۔

اس روایت میں مغویہ بن یحییٰ صدفی ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔ نیز اس کے مرفوع ہونے میں شبہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سند سے اس کا مرفوع ہونا باطل ہے البتہ اور سند سے صحیح الفاظ ہیں یہ قول ہے سالم عن ایہ قال یکفیک قراءة الامام فیما جھرا۔

۳۸۴۔ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت سے پوچھا گیا قراءت خلف الامام کے متعلق فرمایا امام قراءت کرتا ہے۔

اس کا مرفوع ہونا بھی اس سند سے باطل ہے اس کا کوئی اصل نہیں ہے اس روایت کا سارا دار و مدار صرف ماستینی... پر ہے۔

شعبہ نے بھی ابن عمر کا موقوف قول نقل کیا ہے جو اس طرح ہے۔ لیکن اس عدی روایات جو مجہول اور معلول ہوں وہ قابل احتجاج نہیں ہوتی ہیں اور اگر ان سے احتجاج جائز ہو تو پھر ہم اس کے مقابلہ میں اسی طرح قابل احتجاج روایات پیش کر سکتے ہیں جو اس قسم کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

۱۶۲

۳۸۵۔ کہ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں ہم نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی بعد میں

آپ نے پوچھا تم میرے پیچھے قراءت کیا کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا ان کرتے ہیں تو فرمایا قراءت نہ کیا کرو سوائے سورہ فاتحہ کے۔ مصری نے کہا ہے کہ میری کتاب میں یہ روایت اسی طرح دو جگہ ہے۔

۳۸۶۔ ایک یہ کہ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں ہم نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی فلما انصرف قال لنا هل تقرؤن اذ اکنتم فی الصلوٰۃ قلنا نعم قال فلا تفعلوا الا بامر القرآن۔

دوسری روایت یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر اور ابن عقیبہ دونوں امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔ مصری کی کتاب میں تو اسی طرح تھا لیکن میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ دوسری روایت کا واقعہ عبد اللہ بن عمر کی بجائے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کا واقعہ ہے البتہ اس کی متابعت میں مجھے لیث بن ابی سلیم کی حدیث ملی ہے لیکن میں اسے قابل احتجاج نہیں سمجھتا۔

۳۸۷۔ ایک اور سند سے بھی مجاہد سے عبد اللہ بن عمر کا قول ہے کان یقرأ خلف الامام۔

۳۸۸۔ ایک اور روایت مجاہد سے عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ وہ ظہر اور عصر ۱۶۳ کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورہ بھی پڑھتے اور دوسرے دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔

ایک اور ناغین قراءت کی دلیل اور اس کے ضعیف ہونے کا بیان۔

۳۸۹۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ امام کے پیچھے میں قراءت کروں یا چپ رہوں آپ نے فرمایا چپ رہو تجھے امام ہی کافی ہے۔ ابو احمد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو سوائے محمد بن سالم کے شعبی سے کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ محفوظ نہیں ہے پھر اس سے قیس بن ربیع نے روایت کیا ہے اور محمد بن سالم کی روایات میں ضعف کا ہوتا بالکل ظاہر ہے۔

ابن ابی عمیر اللہ نے بیان فرمایا کہ اس روایت کی سند میں کئی طرح سے وہم ہے ایک

تو یہ ہے کہ اس کاراوی ہارث بن عبد اللہ ہمدانی کے سوا ہمیں اور کوئی نہیں ملا۔ پھر اپنی سند سے شعبی سے نقل کیا ہے کہ شعبی نے کہا..... کہ ہارث کذابوں میں سے ہے۔ امام شعبی سے یہ بھی مرزی ہے کہ اللہ کی قسم ہارث کذاب ہے۔ ابراہیم نخعی نے بھی ہارث کو منہم بالکذب بیان کیا ہے۔ مرہ بن شرحبیل نے ہارث اعور سے کچھ سنا تو اس کو غلط قرار دیا اور کہا کہ ذرا بیٹھ جاؤ سختی کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ پھر مرہ ہمدانی گھر گئے اور تلوار لے کر آئے تو ہارث نے کچھ برا محسوس کر لیا تو وہ اٹھ کر چلا گیا۔

ابو بکر بن ابی خنیسہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین سے ہارث جو حضرت علی کا ساتھی تھا کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کدوہ ضعیف ہے۔

پھر ایسا شخص جس کو مرہ بن شرحبیل مباح الدم سمجھتے ہوں اور عامر شعبی اور ابراہیم نخعی نے جرح کی ہو اس کی روایت کے متعلق کیا خیال ہو سکتا ہے۔

نیز یحییٰ و عبد الرحمن دونوں ہی ابو اسحاق عن الحارث عن علی والی روایت کو بیان ہی نہیں کرتے تھے۔

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں پھر ہم نے اس روایت کی طرف دیکھا تو وہ جو شعبی سے بیان کرتا ہے تو وہ ابو سہل محمد بن سالم سے ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک وہ بھی قریباً ہارث کی طرح ہی ہے۔ پھر یہ روایت اپنی سند سے یحییٰ قطان اور عبد الرحمن سے بیان کرتے ہیں کہ وہ محمد بن سالم سے روایت کرتے ہی نہیں ہیں۔

پھر اس پر عبد اللہ بن مبارک یا یحییٰ بن معین اور امام تجاری کی جرح نقل کی ہے۔ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں پھر ہم نے غور کیا تو اس حدیث کاراوی محمد بن سالم سے قیس بن سعید سے تو اس کا حال بھی اپنے دونوں ساتھیوں محمد بن سالم اور ہارث جیسا ہی ہے۔

پھر یحییٰ اور عبد الرحمن بن ہمدانی سے منقول ہے کہ وہ

بھی اس سے روایت نہ لیتے تھے..... نیز یحییٰ بن معین اور امام تجاری نے

اس کی تضعیف بھی کی ہے۔

نیز حضرت علی سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ فاتحہ خلف الامام کا حکم فرماتے تھے
جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۳۹۰۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث محمد بن سالم عن الشعبي عن النبي صلی
اللہ علیہ وسلم مرسل بھی بیان کی جاتی ہے جس کے الفاظ لا قراءۃ خلف الامام میں
علی بن مدینی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرسل بھی ہے پھر یہ حدیث غسان بن ربیع
سے بیان کی جاتی ہے پھر اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ غسان اس روایت میں منفرد ہے
اور ضعیف ہے نیز قیس بھی اور محمد بن سالم بھی دونوں ضعیف ہیں۔

بعض باتعین قراءت نے جو روایات جمع کیں تو انہوں نے یہ روایت بیان
کرنے کے بعد امام دارقطنی کا قول نقل کر دیا المرسل الذی قبلہ اصح منه یعنی امام
دارقطنی کا یہ لفظ صرف اصح منہ کی وجہ سے بیان کر دیا لیکن جو جرح انہوں نے کی ہے وہ
نقل نہ کی یعنی غسان اور قیس اور محمد بن سالم پر جرح چھوڑ دی بلکہ یہ بھی کہا کہ امام دارقطنی نے
صرف مرسل ہونا قابل قدر قرار دیا ہے جس سے روایت کی صحت ثابت ہوتی ہے اور
اسی پر لفظ صحت یعنی اصح منہ کا اطلاق کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑی ذلیل قسم کی دعوہ کہ
بازی ہے۔ لہذا امام دارقطنی نے محمد بن سالم اور اس کے دونوں ساتھیوں پر جرح
نہیں کی ہے؟

امام دارقطنی نے تو المرسل الذی قبلہ اصح منه صرف اس لیے کہلے ہے کہ
اس سے پہلے کی دو ضعیف روایات کے ساتھ نہ مل جائے اور دوسری موصول روایت
کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ اب یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے سوائے مرسل ہونے
کے اور کوئی قدر نہیں کی حالانکہ وہیں محمد بن سالم کی تضعیف کی ہے بلکہ اپنی کتاب
میں کئی جگہ پر یہ فرمایا ہے کہ یہ ضعیف ہے مرسل ہونے کی وجہ سے اور نیز محمد بن سالم
کی روایت ہونے کی وجہ سے سوائے اس کے کہ اس کو موصول بیان نہیں کیا اور نہ اس کی
حقیقت مرسل ہونے کے زیادہ صحیح ہوئی بہ نسبت اس روایت کے جس میں مرسل

کو موصول بیان کر کے اور بھی غلط کر دیا۔

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اسکو موصول بیان ہی بعد کے دو ضعیف راویوں نے لیا ہو یعنی قیس بن ربیع اور عثمان بن ربیع تو اس طرح سے بھی محمد بن سالم کی مرسل اس دوسری روایت سے زیادہ درست ہوئی۔ امام دارقطنی کا منشا یہ ہے نہ کہ اس کی تصحیح کرنا۔

حافظ ابو عبد اللہ نے مجھے یہ بھی فرمایا کہ حافظ ابو علی حسین بن علی نے یہ فرمایا کہ محمد بن سالم عن الشعبي عن الحارث عن علی کی روایت پر غور مت کر کیونکہ یہ باطل روایت ہے اور محمد بن سالم متروک الروایت ہے۔ ایک اور حضرت علی کا قول حسن سے بالعمین قراءت دلیل دیتے ہیں اور اسکے ضعیف ہونے کا بیان۔

۳۵۹۱ حضرت علی فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو قراءت خلف الامام کرتا ہے کہ وہ فطرت پر نہیں ہے۔

یہ الفاظ دو سند سے مروی ہے ایک ابو حیان کے واسطے سے دوسری ابو یعلیٰ کے واسطے سے اور ابو علی کے واسطے کی سند بہ نسبت ابو حیان کے بہتر ہے۔

۳۵۹۲ ایک اور سند سے بھی یہ الفاظ ہیں جو ابو یعلیٰ تک جا کر مل جاتے ہیں۔ اسے عبد الرحمن بن ابیہانی سے روایت کیا شاید اس مراد مختار بن عبد اللہ بن ابی لیلیٰ ہو جیسا کہ احمد بن یونس نے کہا ہے۔

۳۵۹۳ اسی مختار بن عبد اللہ کے واسطے سے اور یہی الفاظ حضرت علی سے بیان کیے جاتے ہیں کہ حسن نے قراءت خلف الامام کی اس نے فطرت کے خلاف کیا ابو حفص آبار نے بھی ابن ابی لیلیٰ کے واسطے سے حضرت علی سے یہ الفاظ بیان کئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سند بیان کر کے بعد فرمایا کہ صحیح نہیں ہے۔

۳۵۹۴ قیس بن ربیع کے واسطے سے بھی یہ الفاظ بیان کیے جاتے ہیں۔

۳۹۵ - حسن بن عمارہ کے واسطہ سے بھی یہ روایت ہے۔ اور قیس بن ربیع کی سند سے بھی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۳۹۶ - احمد بن محمد فقیہ کے واسطہ سے بھی یہ الفاظ حضرت علی کے مروی ہیں۔
من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة۔

امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن لثار ہی ابن ابی لیلیہ ہے اور ابن ابی لیلیہ کی کوئی سند بھی حضرت علی سے درست نہیں ہے ۳۹۷ اور اس کو سوار بن مصعب نے روایت کیا ہے اور وہ بھی ضعیف ہے اس کی سند سے الفاظ ہیں فقد اخطأ الفطرة یا ترک الفطرة۔

۳۹۸ - اسی ابن لیلیہ کے واسطہ سے یہ الفاظ بھی ہیں من قرأ خلف الامام لم یجب الفطرة۔

اس کی سند میں محمد بن سلیمان ہے امام ابو احمد فرماتے ہیں محمد بن سلیمان قلیل الحدیث ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ وہ اکثر اس کے علاوہ بھی غلطیاں کرتا رہتا ہے۔

۳۹۹ - ابو اسرائیل کے واسطہ سے الفاظ ہیں من اقتوا خلف الامام فلیس علی الفطرة۔

ابو بکر بن حارث کہتے ہیں کہ ابو اسرائیل کا حکم سے (جو اس روایت کا راوی ہے) کوئی اصل نہیں ملتا۔ نیز اس میں ملائی نے شک کیا ہے اور وہ ثقہ نہیں ہے۔ اور اس حدیث کا سارا دارودار علی بن اصیہانی پر ہے اور تمام سندوں میں یہ ہی آ رہے جو ہم نے بیان کر دی ہیں۔

حضرت علی بن دینہ فرماتے کہ عبدالرحمن نے سفیان ثوری سے پوچھا کہ اصیہانی کی حدیث قرأت خلف الامام میں کمپی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نے خود اس سے پوچھا لیکن اس نے اس میں شک کیا ہے یا (یہ الفاظ فرماتے) کہ انہوں نے اس کی تصحیح نہیں کی۔

۴۰۰ - امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبہ کے واسطہ سے حضرت علی

کا قول ہے کہ تجھ کو امام کی قراءت کافی ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حافظ ابو علی نے بتایا کہ یہ حدیث مقتدر ابی اسناد ہے۔ فاسد ہے۔ ناقابل احتجاج ہے نہ تو عبد الرحمن اصہبانی کا سماع مختار بن ابی لیلیہ سے ہے اور نہ ہی مختار بن ابی لیلیہ کا سماع حضرت علی سے ہے۔

اور جس شخص نے غمار دہنی عن ابن ابی لیلیہ سند بیان کی ہے وہ ابن ابی لیلیہ بھی مختار ہی ہے اور یہ سند ہی ناقابل احتجاج ہے۔

اور اگر اس کا سماع ثابت بھی ہو جائے تو بھی مختار کی طرح کے لوگوں سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن خزمیہ فرماتے ہیں کہ حدیث مختار بن عبد اللہ بن ابی لیلیہ کو سوائے اس حدیث کے اور کہیں نہیں سنا ہے اور یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یادھا گیا ہے۔

۴۰۱ - امام زہری نے عبید اللہ بن رافع کے واسطے سے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ فرماتے تھے کہ ظہر اور عصر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت بھی پڑھا کہ اس کی سند متصل ہے اور اسے عادل راویوں نے بیان کیا ہے۔ امام زہری اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ عالم و حافظ عبد اللہ بن ابی رافع سے بیان کر رہے ہیں جو کہ حضرت علی کے کاتب تھے۔

اور اس قسم کی صحیح متصل حدیث کو مختار وغیرہ قسم کی روایات سے صرف دو شخص رد کرے گا جو یا تو جاہل ہو یا سچاں ہو جو کہ جاہل بنا ہو یعنی متعصب ہو اور ابن ابی لیلیہ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے۔

نیز جو شخص حضرت علی کے مرتبہ و علم و فقائیت کو جانتا ہو وہ ان کے ذمہ اس قسم کی گفتگو متسوب ہی نہیں کہہ سکتا کیونکہ فطرت ہی تو دراصل اسلام ہے اور اگر یہ روایت قبول کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہو کہ قراءت خلف الامام کرنے والے کو مخالف اسلام کہا جائے اور مخالفت اسلام تو غیر مسلم ہی ہو سکتا ہے لیکن یہ کسی شخص نے بھی

نہیں کہا ہے۔

۴۰۲۔ اور حضرت علی کا فرمان کہ ظہر اور عصر کی نمازوں کی ہر رکعت میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ بھی پڑھیے اور ساتھ دوسری سورت بھی پڑھیے۔ تو اس کی سند دنیا کی بہترین سندوں میں سے ہے۔

ایک اور روایت کا بیان جسکو منکرین قراءت بیان کرتے ہیں اور اس کے ضعف

کا بیان۔

۴۰۳۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

ابو بکر بن حارث ثقفی کہتے ہیں کہ علی بن عمر کہتے ہیں اس روایت میں ابو یوسفی تھی

یعنی اسمعیل بن ابراہیم اور محمد بن عباد وازی دونوں ضعیف ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسمعیل بن ابراہیم ابو یوسفی کوئی بہت ہی ضعیف

راوی ہے۔

۴۰۴۔ ایک اور سند سے بھی ابو ہریرہ کی روایت بیان کرتے ہیں کل صلوٰۃ

۱۴۱

لا یقرأ فیہا بامر الكتاب فہی خداج الاصلوٰۃ خلف الامام۔

شیخ ابوبکر نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے یہ بات محل نظر ہے حدیث

کے علماء کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس میں خالہ تے غلطی کھائی

ہے اور روایت کا متن بدل دیا ہے اصل لفظ تھے انی اکون احبنا خلف الامام

تو اس نے اس کو بنا دیا الا خلف الامام یہ اس سے بھول ہوئی ہے اس کی دلیل

دوسری روایت ہے اور وہ یہ ہے۔

۴۰۵۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا کل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاقتح الكتاب

فہی خداج فقلت وان کنت خلف الامام فقال اقرأ فی نفسک۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس روایت کی بیماری (علت)

اور وہیم کی جگہ عبدالرحمن بن اسحاق ہے کیونکہ یحییٰ بن معین سے عبدالرحمن بن اسحاق

کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اس کو ضعیف کہا اور امام احمد بن حنبل نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کا مذہب قراءت فاتحہ خلف الامام میں اتنا مشہور ہے جس میں کسی قسم کا التباس ممکن نہیں ہے۔

بعض نے شعبہ کی اس روایت کو موقوف بھی بیان کیا ہے لیکن وہ دراصل مرفوع ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

۴۰۴۔ حضرت ابو ہریرہ کی یہ بھی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے پس وہ خداج ہے تین مرتبہ فرمایا۔ شاگرد کہتا ہے کہ میں نے کہا اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو فرمایا دل میں پڑھا کہ۔

۴۰۵۔ دوسری روایت کے الفاظ میں شاگرد نے کہا میں اگر امام کے پیچھے ہوں تو آپ نے بازو کو پکڑا اور فرمایا اے فارسی کے بچے دل میں پڑھ۔

ایک اور نا تعین قراءت کی دلیل اور اس کے ضعیف ہونے کا بیان

۴۰۸۔ ابن عباس سے روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تجھے امام کی قراءت کافی ہے خواہ امام آہستہ پڑھے یا جہر سے۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ یہ قراءت کے بارے میں ہے تو فرمایا یہ منکر روایت ہے اس میں عاصم راوی قوی نہیں ہے اور اس کو مرفوع کہنا بھی وہم ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں عاصم بن عبد العزیز اشجعی نے غلطی کی حافظ ابو علی حسن بن علی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک عون بن عبد اللہ کا ابن عباس سے سماع ہی ثابت نہیں ہے یہ اس کا وہم ہے کیونکہ ابن عباس سے اس کے خلاف مروی ہے۔

بعض نے مسیب بن ثمریک کے واسطے سے بھی یہ الفاظ کہے ہیں لیکن وہ بھی قابل احتجاج نہیں کیونکہ مسیب ضعیف ہے اور جس سے اس نے روایت کی ہے یعنی

حسن بن عمارہ وہ بھی متروک الحدیث ہے۔

۲۰۹۔ بعض نے ایک مجہول سند سے ہنشل بن سعید عن الضحاک عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا ہے کہ کیا تمہیں میری قراءت کافی نہیں ہے امام نماز کے لیے منا من ہے۔

ہم ایسے مجہولین کی روایت کو قبول نہیں کرتے۔ نیز یہ منقطع بھی ہے کیونکہ ضحاک کی ابن عباس سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

۲۱۰۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ علی بن کئیسان کا نام ہم نے اسی سند میں متا بنے

(یعنی مجہول ہے)

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح کیسے ہو سکتی ہے جبکہ ابن عباس سے حضرت عطاء کے واسطے سے مروی ہے اقرأ خلف الامام جھرا اولہ جھیر کہ امام کے پیچھے قراءت کر خواہ امام آہستہ پڑھے یا ہر سے پڑھے۔ دوسری روایت میں ہے لا تدع فاتحۃ الكتاب جھرا امام اولہ جھیر۔

۲۱۱۔ تیسری روایت میں ہے لا تقبل صلوة الا قرأت فیہا القران و ان لو قرأ الا بفاتحة الكتاب۔

۲۱۲۔ چوتھی روایت ہے عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ

پڑھ اقرأ خلف الامام بفاتحة الكتاب اور اس سند پر کسی قسم کا عیار نہیں ہے۔

۲۱۳۔ پانچویں روایت ہے ابن عباس فرماتے ہیں ہر جس نماز میں امام قراءت

کے تو بھی قراءت کر خواہ کھوڑی قراءت کر یا زیادہ اور اللہ کی کتاب کھوڑی نہیں

ہوتی۔

ایک اور دلیل بالنعین قراءت کی اور اس کے صفت کا بیان

۲۱۴۔ ابو سعید سے روایت ہے من کان لم اھام فقراءۃ الامام لہ

قراءة۔

دوسرے ذریعہ سے ہے کہ ابو سعید نے آنحضرت سے پوچھا کہ اگر آدمی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے تو اس کو کافی ہے فرمایا ہاں۔

اور ایک اس سے بدتر سند سے ہے جس کے الفاظ میں من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہا قراءۃ۔

اس روایت کا تینوں طریقہ سے ہی دار و مدار علی بن ابی ہارون عمارہ بن جوین عبدی پر ہے (اور وہ غیر ثقہ ہے) اور ربيع بن بدر کا نام علیہ ہے اور وہ مجہول روایتیں بیان کرتے ہیں امام ابو داؤد و مجستانی فرماتے ہیں علی بن ابی ہارون عبدی متروک الحدیث ہے امام بخاری فرماتے ہیں عمارہ بن جوین ابو ہارون عبدی کذاب ہے۔

دوسرا راوی ربيع بن بدر ہے اس کو یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے اسی طرح قتیبہ و غیرہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔

پھر یہ روایت ابو سعید سے صحیح کس طرح ہو سکتی ہے جبکہ ہم بسند صحیح ابو سعید کی روایت بیان کر چکے ہیں فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھا کریں اور بھی جو ملیں سو۔ حالانکہ صحابی آپ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ دوسری روایت میں ابو نصرہ نے حضرت ابو سعید سے پوچھا کہ ہم امام کے پیچھے قراءت کریں تو انہوں نے فرمایا سورہ فاتحہ پڑھو۔

اگر علیہ بن بدر کی روایت قابل استدلال ہے تو یہ بطریق اولیٰ قابل استدلال ہے اور وہ یہ روایت ہے۔

۱۶۱۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے ہم کو نماز پڑھانی پھر ہم پر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ تم میرے پیچھے قراءت کرتے ہو۔ بعض نے کہا ہاں قراءت کرتے ہیں بعض نے کہا نہیں تو فرمایا سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کرو۔

اگرچہ اس روایت کا راوی بھی علیہ بن بدر ہی ہے اور وہ ضعیف بھی ہے لیکن اس کا اصل ایوب سختیانی کی روایت سے ضرور ہے۔

مانعین قراءت کی ایک اور دلیل اور اس کے صنعت کا بیان۔
 ۱۷۱ - حضرت بلال سے روایت ہے کہ آنحضرت نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے
 قراءت نہ کروں۔

۱۷۲ - حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے اور سفیان ثوری دجن کے ذمہ یہ
 روایت لگائی گئی ہے، وہ اللہ کو گواہ کر کے اس روایت سے براءت کا اظہار
 فرماتے تھے۔

حافظ ابو عبد اللہ نے کتاب التلخیص میں اسی روایت کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اس
 قسم کی روایات میں سے بے چین کا سماع ہی ثابت نہیں ہو سکتا اور اگر واقعی امام
 سفیان ثوری سے یہ روایت ثابت ہو تو اہل علم سے کبھی مخفی نہ رہتی۔ اور اس کی
 صحت میں اختلاف نہ ہوتا۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعی درست ہے کہ یحییٰ بن جعفر سے کا قاضی
 ثقہ اور مضبوط آدمی ہے وہ اس عیسیٰ گندگی میں ملوث نہیں ہو سکتا البتہ جس شخص
 نے اس سے روایت کی ہے یعنی جو اس کے ذمہ لگا رہا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہے
 اگر سچا ہے تو اس نے غلطی سے کوئی اور روایت اس میں داخل کر دی ہے اور اگر جھوٹا
 ہے تو یہ روایت اس نے خود گھڑی ہے اور عیسیٰ بن جعفر کے ذمہ لگا دی ہے۔

بعض لوگوں نے یہ روایت بیان کر کے ہمارے شیخ ابو عبد اللہ سے عیسیٰ بن جعفر
 کی توثیق نقل کر دی ہے اور باقی تمام کلام ان کی چھوڑ دی ہے اور دوسری جگہ ابو حامد کی
 روایت تاریخ سے نقل کر دی اور اس پر جو جرح ہوتی ہے وہ چھوڑ دی ہے۔ حالانکہ یہ
 انصاف کی بات نہیں ہے۔

ایک اور روایت جس سے بے علم لوگ دلیل لیتے ہیں۔

۱۷۸ - نو اس بن سمعان کہتے ہیں میں نے آنحضرت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی میری
 دائیں طرف ایک انصاری تھا اس نے آنحضرت کے پیچھے قراءت کی اور بائیں طرف
 ایک منزی تھا وہ کتکریوں سے کھیلتا رہا نماز کے بعد انصاری قراءت کرنے والے کو

۱۴ آنحضرت نے فرمایا قراءت مت کیا کرے کیونکہ امام کی قراءت میں مقتدی کی قراءت ہے اور کنکروں سے کھیلنے والے کو فرمایا کہ تجھ کو نماز کا یہ ہی حصہ ملے۔

لیکن اس کی اسناد باطل ہے اس میں ایسا شخص ہے جس کو پہچانتا ہی کوئی نہیں اور محمد بن اسحاق اگر عکاشی ہے تو وہ کذاب ہے حدیثیں گھڑ کر اوزاعی وغیرہ المہ کے ذمہ لگا یا کرتا تھا۔

اور اگر لوگوں کے پاس واقعی کوئی حدیث مالک عن یحییٰ عن سعید بن المسیب جسی سند کی کوئی حدیث ہوتی تو جو لوگ قراءت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں انھیں ابن شداد وغیرہ لوگوں کی روایات کی ضرورت نہ پڑتی۔

اور جس آدمی کو علم حدیث میں کچھ بھی واقفیت ہے اسے اس جسی سند کی حدیث سے احتجاج کرنے میں اپنے رب سے شرم کرنی چاہئے۔

بعض لوگوں نے نہایت ہی کمزور احادیث سے دلیل لی ہے جن میں سے بعض پر ہم حفاظ کا طعن نقل کر چکے ہیں۔

پھر خالقین ان بے شمار حدیثوں پر کوئی فیصلہ کن اعتراض نہیں کر سکے جنکی سندیں بھی متصل ہیں اور راوی بھی مشہور ہیں بس صرف اتنا ہی کہہ سکے کہ اس حدیث کی سند میں فلاں راوی متقدم ہے اور فلاں حجت نہیں ہے اور فلاں ضعیف ہے و علیٰ ہذا القیاس۔

پھر کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا اور کسی راوی پر بغیر بیان اسباب جرح کے جرح کر جاتا نہ تو جرح میں موثر ہے اور نہ ہی اس کو کوئی اہمیت دی جاسکتی ہے کیونکہ ہمیں ان کی عادت معلوم ہے کہ وہ ایسی چیزوں کے سبب سے کسی راوی پر جرح کر جاتے ہیں جو جرح کے قابل نہیں ہوتیں اور جو آدمی ہماری اس کتاب کا مطالعہ کرے گا۔ وہ اپنی بیان کردہ احادیث کو ان صفات کے خلاف پائے گا جن صفات سے وہ ان احادیث کو متصف سمجھتا ہے۔ ان میں القطاع بھی ہے ان کے راوی جہول بھی ہیں۔ ان میں مشہور و ضائع الحدیث بھی ہیں اور روایات میں اتنی غلطیاں ہیں جن کا

شمار بھی نہیں ہو سکتا۔

اور جو شخص احادیث کے روایت پر تنقید کرنے والے المہ اہل نقل پر یہ تاپاک حملہ کرے تاہم کہ وہ بغیر کسی سبب کے جرح کر جاتے ہیں حالانکہ وہ جرح کے مستحق نہیں ہوتے تو ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ المہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہیں اور یہ نیز گار ہیں وہ اپنی ذاتی عداوت یا محبت کی بنا پر کسی راوی کو نہ عادل بنااتے ہیں نہ اس پر جرح کرتے ہیں۔ ہاں محدثین میں کسی راوی کے متعلق اسباب جرح میں اختلاف ضرور ہو سکتا ہے جیسا کہ شہادت دینے والوں کی چھان بھٹک کرنے والوں میں اختلاف ہو جاتا ہے بعض دفعہ کسی آدمی کے متعلق ایک آدمی جرح پر مطلع ہو جاتا ہے اور دوسرا نہیں ہوتا تو اس صورت میں اس کا قول معتبر ہو گا جو جرح پر مطلع ہو چکا ہے اور یہ ہمارا کام ہے کہ ہم ان کے اقوال کو بغور ملاحظہ کریں اور جرح و تعدیل میں اس قول کو اختیار کریں جس سے علم کا یقین پیدا ہو۔ اگر جرح مطلق ہو تو عراقیوں کا مذہب یہ ہے کہ وہ مطلق جرح کو قبول کر لیتے ہیں اور پھر ان لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ اخبار و احادیث کے راویوں کے متعلق مطلق جرح کو قبول نہیں کرتے گویا کہ وہ اپنے امام کا مذہب اس معاملہ میں کھول چکے ہیں اور روایت کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہیں۔

۱۷۸

اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اس وقت تک کسی روایت کو قبول نہیں کرتے جب تک کہ اس کے راویوں کی روایت میں صداقت اور عدالت معلوم نہ ہو جائے۔ اگر کسی حدیث کے راویوں کے متعلق المہ اہل نقل نے طعن کیا ہو تو اس کا ادنیٰ حکم یہ ہے کہ اس کی عدالت اور صداقت ثابت نہیں ہوگی۔ پھر اس وقت تک ہم اس کی حدیث کو قبول نہیں کریں گے جب تک کہ ایسی چیزیں سامنے نہ آجائیں جو اس کی روایت کو قبول کرنے پر مجبور کر دیں اور جس راوی کی روایت میں عدالت اور صداقت ثابت ہو جائے اور اس میں بعض آدمی طعن کریں تو اس سے راوی کی قدر نہیں ہوگی جب تک کہ ایسی چیزوں کو کھول کر بیان نہ کرے جو جرح کی موجب ہوں پھر جب جرح ثابت ہو جائے گی تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی جیسا کہ شہادت کے متعلق ہمارا اصول ہے۔

سوال اللہ خدا کا احسان ہے کہ ہم نے اس مسئلہ میں بھی اور دوسرے مسائل میں بھی اسی اصل کو روایات کے رد و قبول میں استعمال کیا ہے۔ ان احادیث کے رد و اہ کی جرح و تعدیل بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب میں خواہ مخواہ کی طوالت ہو جاتی رہتا ہے ہم نے اس کو چھوڑ دیا، احادیث پر تنقید کرنے والوں نے اس مضمون پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہے جو اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہے وہ ان کتابوں کو دیکھے ان کی پہچان میں کوشش کرے انشاء اللہ تعالیٰ اسے بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔

اور اس نے دعویٰ کیا ہے کہ حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لیے سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اور یہی وجہ ہے کہ شریعت میں حکم ہے کہ احادیث کو قرآن پر پیش کیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں اس کا حکم دیا ہے اور اس اصول کے مطابق کہ ہمارے دعویٰ کی تائید میں وہ احادیث ہیں جو کتاب اللہ کے موافق ہیں اور پہلے قرآن و حدیث کی نص بھی بیان کی جا چکی ہے اور اجماع کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ لہذا ہمارے دعویٰ کی صحت ثابت ہوئی۔

حالانکہ یہ دعویٰ باطل ہے اور وہ احادیث جو اس مضمون کی ہیں کہ احادیث کو قرآن پر پیش کیا جائے وہ مردود ہیں وہ منقطع بھی ہیں اور ان کے راوی نہایت ضعیف اور مجہول ہیں بالکل الہی احادیث کی طرح جن سے اس مسئلہ میں حجت لی گئی ہے۔ اور ہم نے کتاب المدخل میں ان احادیث کو بیان کیا ہے اور ان کی علت اور ضعف کو کھول کر بیان کیا ہے جو شخص ان کی تحقیقت معلوم کرنا چاہے وہ اس کی طرف رجوع کرے۔

اور یہ خیال کہ ان کے دعویٰ کی احادیث کتاب اللہ کے موافق ہیں صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے کہ ہر انسان کو اس کا اپنا عمل ہی مل سکتا ہے دوسرے کا نہیں مل سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "الناس کے لیے وہی ہے جو اس نے خود کوشش کی"۔ اور فرمایا تاکہ ہر آدمی کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے "اور فرمایا اس کے لیے ہے جو اس نے کمایا اور جو گناہ کئے ان کا وبال بھی اسی پر ہوگا"۔ اور ان کا دعویٰ نہایت کمزور

۱۷۹ احادیث کی بنا پر یہ ہے کہ قراءت کے بارے میں امام کا عمل امام اور مقتدی دونوں کے لیے ہے اور مقتدی کو اس عمل سے حصہ مل جائے گا جو نہ تو اس نے کیا یا اور نہ امام کی قراءت کے ساتھ کوئی کوشش کی۔ حالانکہ اصول کی بنیاد یہ ہے کہ کوئی انسان کسی سہرے کے عمل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ہاں اس سے وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں جو صحیح سنت سے مخصوص ہو چکی ہیں جیسے حج اور عمرہ اور میت کی طرف سے زکوٰۃ یا قرصہ کا ادا کرنا یا اس کے حق میں دعا کرنا اور پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ حج اور عمرہ فاعل اور مفعول عنہ ہیں مشترک نہیں ہوں گے بلکہ وہ صرف مفعول عنہ کی طرف سے شمار کیے جائیں گے اور اسی طرح زکوٰۃ اور قرصہ وغیرہ بھی۔

اور جو آدمی یہ کہتے ہیں کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے وہ اس قراءت کو امام اور مقتدی دونوں میں مشترک سمجھتے ہیں اور اسی حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں جس سے دلیل لے رہے ہیں کہ یہ حدیث تو کہتی ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے اور یہ کہتے ہیں کہ امام کی قراءت مقتدی اور امام دونوں کی قراءت ہے اور پھر قرآن مجید کی بھی کھلی ہوئی مخالفت کر رہے ہیں کہ وہ تو بیان کرتے ہیں کہ ہر آدمی کے لیے اس کی اپنی کوشش ہے اور اپنی کماٹی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ امام کی کماٹی اور کوشش امام اور مقتدی دونوں کے لیے ہے سو یہ لوگ اس لحاظ سے قرآن کے بھی مخالف ہیں اور اپنی بیان کردہ کمزور احادیث کے بھی مخالف ہیں اور پھر یہ کمزور احادیث کتاب اللہ کے بھی مخالف ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں سو اللہ کی کتاب میں کوئی ایسی آیت نہیں جو ان کی کمزور احادیث کی موافقت کرے۔

اور وہ جو لفظ کا دعویٰ کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ لفظ وہ ہوتی ہے جس میں تادل کا احتمال نہ ہو حالانکہ ہم نے ان کے قرآن و احادیث کے استدلال کے مقام کے کئی ایک صحیح احتمالات بیان کیے ہیں اور ہم نے ان احتمالات کی صحت پر واضح دلائل سے استدلال کیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے کا قول کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو تاکہ

تم پر رحم کیا جائے" ان دلائل میں سے سب سے اہل حجاز نے استدلال کیا ہے اور امام شافعی کے قدیم قول میں بھی اس سے استدلال کیا گیا ہے اور اسی طرح جو حدیثیں اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں۔ سوان لوگوں کا اس آیت اور ان احادیث سے استدلال کرنا ایسا ہے جیسا کوئی بھوکا ہو کر ظاہر کرے کہ سیٹ بھرا ہوا ہے یا جیسے کوئی جھوٹ کا لباس پہن لے وہ اتنا فرق ہی نہیں کر سکتا کہ کونسا قرآن ہے جو سنا جا رہا ہے اور قرئی القرآن کے تحت آسکتا ہے اور کونسا ہے جو نہیں سنا جا رہا ہے

اس آیت اور احادیث کے ظاہری الفاظ سے سننے اور نہ سننے کا فرق ظاہر ہو رہا ہے (اور یہ پھر ہی اور سری دونوں نمازوں میں خاموش رہتے ہیں) اور ہم نے ان احادیث کو بشرط صحت ترک پھر بقراءت اور سورہ فاتحہ کے علاوہ سورۃ کے پڑھنے پر محمول کیا ہے اور ہم نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق احادیث نقل کی ہیں کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے یا بعض کے بعض سے کلام کرنے کے بارے میں سوہم نہ تو نماز میں کلام ہی کرتے ہیں اور نہ امام کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کرتے ہیں بلکہ ہم سورہ فاتحہ امام کے سکتات میں پڑھتے ہیں یا سری نمازوں میں اس کے ساتھ پڑھتے ہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور اپنے رب کو اپنے دل میں تضرع اور استغاثہ سے یاد کرتا رہ بول کہ بلند آواز سے قراءت نہ کر خصوصاً صبح اور شام"۔ اگرچہ اس آیت میں خطاب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مراد اس سے آپ بھی ہیں اور دوسرے لوگ بھی۔

کیونکہ صبح اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں آیت مذکورہ کو آنحضرت کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول کرنا اولے سے کیونکہ آپ تو امام ہو کرتے تھے اور ان رکعات میں آپ قراءت بالجہر کرتے تھے اور مقتدی ہی ان رکعات میں قراءت بالستر کرے گا اور آہستہ آواز سے قراءت کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے اور امام کی قراءت کو سننے کا اور قراءت بالجہر سے رکے گا اور

آپس کی کلام سے بازرے گا جیسا کہ پہلی آیت میں حکم دیا گیا ہے سو بھجوا اللہ ہم نے دوزخ
آیتوں اور دوسری تمام آیات پر جن کا ذکر ہو چکا ہے عمل کیا اور فتوے دیا اور کسی آیت
کی مخالفت نہ کی۔

باقی رہا اجماع کا دعویٰ سو یہ باطل ترین دعویٰ ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف مشہور
ہے پھر اجماع کہاں سے آگیا جس کا مدعی یا ربا دعویٰ کر رہا ہے شائد اسے اہل علم کے مذاہب
کا پتہ نہیں ہے یا جان بوجھ کر جاہل بن رہا ہے یا ضعفاء کی روایات پر بھروسہ کر رہا ہے اللہ
ہمیں ایسی باتوں سے محفوظ رکھے۔

اور بعض لوگوں نے اس مسئلہ میں کچھ اور احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جو
جہول اور منقطع ہیں اور پھر ایک فصل لکھی ہے جس میں مرسل احادیث پر اور جہولین کی
روایت پر اور مرسل سے دلیل لینے پر بحث کی ہے اور اس بحث کا مقام علم اصول کی کتابوں
میں ہے۔

اور ہم نے کتاب المدخل میں ان آثار سے بحث کی ہے جو اس مضمون میں وارد ہیں
اور ہم نے اس کتاب میں بھی اور دوسری کتابوں میں بھی مرسل احادیث کی بحث لکھی ہے۔ جو
ان میں سے مقبول ہیں اور جو مردود ہیں اور مرسل مقبول وہ ہے جس کی تائید کسی اور
صحیح حدیث سے بھی ہو جائے اور جو اس بحث کو دیکھتا چلے ہے وہ اس کتاب کی طرف
رجوع کرے۔

اور اس قائل نے جو صحابہ کی مرسل احادیث کا ذکر کیا ہے سو صحابہ رضی اللہ عنہم
کی مرسل مقبول ہیں اور اسی طرح کبار تابعین کی مرسل بھی بشرطیکہ ان کی تائید کسی اور
حدیث سے ہو جائے اور پتہ چل جائے کہ جن لوگوں سے وہ مرسل روایت بیان کرتے
ہیں وہ عادل ہیں مشہور ہیں اور ضعفاء اور جہولین کی روایت سے اکتناہ کرتے ہیں
اور اس مرسل حدیث کی متابعت بعینہ ان لوگوں سے ہو جائے جن سے علم قبول
کیا جاتا ہے یا یہ مرسل روایت بعض صحابہ یا عوام اہل علم کے قول کی تائید کرتی
ہو اور یہ مرسل حدیث کسی منقل اور معروف حدیث کی مخالفت نہ ہو اگر مخالفت ہوگی

اجماع کا دعویٰ

مرسل کی قبولیت کے شرائط

۱۸۱

تو متصل معروف کو ترجیح ہوگی۔

اور کبار تابعین کے بعد وہ لوگ ہیں جو نہول اور ضعیف راویوں سے روایت کرنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔ سو ہم ان کی مرسل روایتیں قبول نہیں کرتے کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس آدمی سے ارسال کیا گیا ہے وہ بھروسہ کے قابل ہے یا غیر معتبر ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے مرسل کے تذکرہ میں فرمایا اور کبار تابعین کے بعد مجھے کوئی ایسا آدمی معلوم نہیں جس کی مرسل روایتیں قبول کر لی جاتی ہوں اور اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ اپنے مروی حدیث کی کمزوریوں سے عموماً درگزر کرتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی مرسل کے ضعف پر دوسرے دلائل قائم ہو جاتے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ احادیث کی تنقید لوگ دوسروں پر چھوڑ دینے لگے جب یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو وہ ہم کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے اور مروی حدیث کا ضعف زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے خطبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے باسند نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ایک دن وقت تھا کہ ہم عیب کسی آدمی کو کہتے سنتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو ہم اس کی طرف دیکھنے لگتے اور اس کی طرف کان لگا لیتے پھر جب لوگ رطب دیا ایسے بیان کرنے لگے تو اب ہم صرف ان لوگوں سے احادیث لیتے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے کہ کوئی آدمی سند کے متعلق نہیں پوچھتا تھا پھر جب فتنے زیادہ ہو گئے تو حدیث کی سندیں پوچھی جانے لگیں۔ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں حدیث کی سند دین کا حصہ ہے اگر سند نہ ہو تو جو آدمی چاہے اور جو چاہے کہہ جاتے اور جب کسی سے یہ پوچھ لیا جائے کہ یہ حدیث تم کو کس نے سنائی ہے تو وہ سوچ سمجھ کر بیان کرے گا۔

اور ہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر آئے ہیں کہ انہوں نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ ہم حدیث کی تشدید راویوں کی محبت کو ملحوظ رکھتے ہیں اگر دستی کا کچھ لحاظ ہوتا

تو ہم زہری سے محبت کرتے۔ حالانکہ ہم کہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل گوئی شے نہیں ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ زہری علیہما بن ارقم جیسے لوگوں سے روایت کرتا ہے۔

۱۲ امام احمد سہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابراہیم نخعی کا بھی یہی حال ہے اگرچہ وہ خود ثقہ ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جہول لوگوں سے روایت کرتا ہے جن سے اس کے سوا کوئی بھی روایت نہیں کرتا مثلاً شیخ ابن کثیر اور زمامہ ثمالی اور شرح الفی اور یزید بن اویس وغیرہ اور مراسیل کے بارے میں ایک دوسرے پر سپردگی بہت پائی جاتی ہے۔ ہم اس جگہ اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں۔

ہم سے ابو سعید احمد بن محمد مالینی نے بیان کیا کہ میں ابو احمد بن عدی حافظ نے زہری کہہ میں عبد الکبیر بن عمر خطاب نے بصرہ میں زہری کہہ سے محمد بن سعید قطان نے حدیث بیان کی کہ میں نے نصر بن حماد سے سنا وہ کہہ سے ثقہ کہہ ہم شعبہ کے دروازہ پر بیٹھے تھے اور حدیث کا تذکرہ کر رہے تھے میں نے کہا مجھے امرئیل نے ابو اسحق سے حدیث سنانی اس نے عبد اللہ بن عطاء سے سنی اس نے عتبہ بن عامر سے اس نے کہا کہ تم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ پرانا کرتے تھے ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو صحابہ آپ کے گرد حلقہ بناٹے ہوئے تھے میں نے سنا آپ فرار سے تھے جو آدمی اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

عقبہ کہتے ہیں میں نے کہا بہت خوب بہت خوب کہتے ہیں ایک آدمی نے مجھ کو پیچھے سے کھینچ لیا میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے کہتے تھے کہ آپ نے جو اس سے پہلے فرمایا ہے وہ اس سے بھی خوبتر ہے میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا ہے۔ کہنے لگے آپ نے فرمایا ہے جو آدمی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس کو کہا جسنے گا کہ جنت کے جوئے دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

نصر کہتے ہیں پھر شعبہ مکان سے باہر آئے اور مجھے ایک ٹاپا پتھر دیا پھر اندر چلے گئے

لفظ کہتے ہیں میں ایک طرف ہو کر رونے لگا پھر شعبہ یا پر آئے اور کہنے لگے تو کیوں زور رہا ہے
عبداللہ بن اویس نے شعبہ سے کہا آپ نے اس سے بدسلوکی کی ہے وہ کہنے لگے دیکھو
تو سہی یہ حدیث بیان کر رہا ہے اسراشل عن ابی اسحق عن عبداللہ بن عطاء عن عقبہ ابن عامر
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

شعبہ کہتے ہیں میں نے ابو اسحق سے پوچھا تجھے یہ حدیث کس نے سنائی اس نے کہا۔
عبداللہ بن عطاء نے عقبہ بن عامر سے میں نے کہا عبداللہ بن عطاء کا سماع عقبہ بن عامر
سے کیا ثابت ہے؟

شعبہ کہتے ہیں ابو اسحق عقبہ میں پھر گیا اور مسعر بن کدام اس وقت موجود تھا کہنے لگا
تو نے شیخ کو ناراض کر دیا میں نے کہا اس حدیث کی صحت تو معلوم کی جائے گی تو مسعر نے
کہا عبداللہ بن عطاء تو مکہ میں ہے۔ شعبہ کہتے ہیں میں نے کہا میں آیا اور عبداللہ بن عطاء سے ملاقات
کی اور اس سے پوچھا اس نے کہا مجھ سے سعد بن ابہ اسیم نے یہ حدیث بیان کی تھی۔
شعبہ کہتے ہیں پھر میں امام مالک بن انس سے ملا تو انہوں نے کہا سعد تو مدینہ
میں ہے وہ اس سال حج کے لیے نہیں آیا۔ شعبہ کہتے ہیں پھر میں مدینہ میں آیا اور سعد سے
ملاقات کی اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا یہ حدیث تو تمہارے پاس ہی ہے مجھ سے
زیاد بن خرق نے یہ حدیث بیان کی ہے

شعبہ نے کہا جب اس نے زیاد کا نام لیا تو میں نے کہا اس کا اس حدیث میں
سنا کیسے ہوا پہلے وہ کوئی تھا پھر وہ مکی ہو گیا پھر مدنی ہو گیا پھر بصری کہلانے لگا۔

شعبہ کہتے ہیں پھر میں نے بصرہ کی طرف کوچ کیا اور زیاد بن خرق سے ملاقات
کی اور اس سے اس حدیث کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا یہ حدیث تیرے لائق نہیں
ہے۔ میں نے کہا مجھ سے بیان تو کرو کہنے لگائیں نہیں بیان کرتا چاہتا میں نے دوبارہ
کہا مجھ سے حدیث بیان کرو کہنے لگا مجھے شہر بن سو شب نے ابو یحیٰ سے حدیث سنائی
اس نے عقبہ بن عامر سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی۔
شعبہ نے کہا جب اس نے شہر کا نام لیا تو میں نے کہا اس حدیث کو دفع کرو۔

اگر یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہو جاتی تو مجھے یہ اپنے مال و دولت اور اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔

اس حکایت کو عبدالرحمن بن ہدی اور بشر بن مفضل نے بھی شعبہ سے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔

اور بعض لوگوں نے اپنے دلائل میں اس مرسل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

۴۱۹۔ یحییٰ بن عبد اللہ بن سالم عمری اور زید بن عیاض دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا تم میں سے کوئی امام ہو اور وہ اس کی اقتداء کرے ہو تو امام کے ساتھ قراءت نہ کرے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

پھر فرمایا کہ یحییٰ تو عبد اللہ بن سالم بن عبد اللہ بن عمر العدوی کا بیٹا ہے اور زید بن عیاض بن جعد بن لبتی بصری کا بیٹا ہے اور یہ دونوں ثقہ ہیں اور اس حدیث کو قابل اعتنا سمجھا کیونکہ اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یحییٰ بن عبد اللہ میں بحث ہے اور ہو سکتا ہے کہ ابن وہب ہی نے اس حدیث کے الفاظ کو زید بن عیاض کی حدیث پر محمول کیا ہو اور زید بن عیاض پر تمام اہل علم محدثین نے بوجہ کی ہے۔ اس کو ابو احمد بن عدی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

اور با اسناد مالک بن انس سے مروی ہے کہ ان سے ابن سیمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ کذاب ہے۔ پھر زید بن عیاض کے متعلق پوچھا گیا تو کہا بہت جھوٹا ہے بہت جھوٹا ہے۔

اور یحییٰ بن معین نے کہا زید بن عیاض کوئی چیز نہیں ہے اس کی حدیث نہ لکھی جائے اور ایک روایت میں ہے کہ یحییٰ نے کہا وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

امام بخاری نے کہا زید بن عیاض مدنی متروک الحدیث ہے۔ جب حافظان حدیث کے اقوال اس کے متعلق یہ ہوں تو اس کی توثیق کہاں سے ہو گئی ہاں اگر کوئی اور حدیث اس کی موافقت میں مل جائے تو پھر وہ ثقہ ہوگا اور محمد بن اسحاق بن لیسار نے جب اس کے خلاف روایت کیا ہے تو اب یہ غیر ثقہ ہوگا اور اگر بالفرض یہ الفاظ صحیح بھی ثابت ہو جائیں تو احتمال ہے کہ ان کا مطلب یہ ہو کہ امام کے ساتھ نہ پڑھے

یعنی اس کے ساتھ قراءت جہر سے نہ کرے کیونکہ اس کی قراءت مقتدی کی قراءت
بے یعنی امام کا جہر مقتدی کا جہر ہے۔

۴۲۰۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے دلیل لی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ
عنه نے فرمایا کہ امام کے پیچھے مقتدی نہ پڑھے خواہ وہ جہر کرے یا آہستہ پڑھے۔
مجھے معلوم نہیں کہ ابن عمر سے عمر بن خطاب کی طرف اس قول کو کس نے منسوب
کر دیا ہے یا کس کو وہیم ہوا ہے اور یہ حدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع میں
موجود ہے جیسا کہ

۴۲۱۔ قاسم بن محمد نے کہا کہ ابن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام جہر سے
قراءت کرے یا آہستہ کرے۔

اور بہت سے امام محدثین امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے اسی طرح اس کو ایک
جماعت نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے۔

اور اس (مخالفت قراءت خلف الامام) نے ابو سعید سے اپنی سند کے ساتھ اس کو بیان
کیا ہے اور قاسم بن محمد کا یہ قول چھوڑ دیا ہے اور بہت سے امام فن حدیث امام کے پیچھے قراءت
کیا کرتے تھے اور یہ انصاف نہیں ہے کہ سلف صالحین کے اقوال کو نقل کیا جائے اور
ان کا قول جتنا اپنے مذہب کے موافق ہو اتنا لے لیا جائے اور جو اس کے مخالفت
ہو اس کو چھوڑ دیا جائے اور پھر اجماع کا دعویٰ کر دیا جائے اور اس کے خود ساختہ
اجماع کی مخالفت کرنے والوں پر طعن کیا جائے جو اس مشہور و معروف مسئلہ میں اختلاف
کہیں جس میں اختلاف صحابہ کے زمانہ سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے۔

اسامہ بن زید کہتے ہیں میں نے قاسم بن محمد سے قراءت خلف الامام کے متعلق پوچھا
کہنے لگے اگر تو قراءت کرے تو اس قوم نے قراءت خلف الامام کی ہے جن میں تیرے لیے
ممنون ہے اور ان کے عمل کو اختیار کر اور اگر تو چھوڑ دے تو ایک قوم نے چھوڑا ہے
جن میں ممنون تھا اور کہا ابن عمر قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔

۴۲۲۔ امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا خیال

تھا کہ عبد اللہ بن عمر ان نمازوں میں قراءت نہیں کیا کرتے تھے جن میں امام ہر سے قراءت کرتا اور ہمیں عبد اللہ بن عمر سے روایت پہنچی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں پڑھ لیا ہے جو قراءت خلف الامام کے متعلق ہے انہوں نے کہا کہ ابو العالیہ کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عمر سے بلکہ مکہ میں سوال کیا کیا میں نماز میں قراءت کیا کروں کہنے لگے میں بیت اللہ شریف کے رب سے شرم کرتا ہوں کہ کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں قراءت نہ کروں اگرچہ وہ صرف سورہ فاتحہ ہی کیوں نہ ہو۔

عبدالرحمن بن عبد اللہ بن سعد رازی باسند کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سے قراءت خلف الامام کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا صحابہ دل میں فاتحہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

امام زہری سالم بن عبد اللہ کے ذریعہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھری نمازوں میں خاموش رہتے۔

۴۲۳- یزید بن شریک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا اے امیر المؤمنین اگرچہ آپ پڑھ رہے ہوں۔ فرمایا اگرچہ میں پڑھ رہا ہوں۔ اور باقی رہی وہ حدیث ۴۲۴- جو حافظ ابو عبد اللہ اور محمد بن موسیٰ کے واسطے سے زید بن ثابت سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اسکی نماز نہیں ہوتی۔

اس سند سے تو ہم نے اس کو اسی طرح دیکھا ہے۔ لیکن عبد اللہ بن ولید عدنی کے

ذریعہ سے جو حدیث زید بن ثابت سے مروی ہے وہ اس کے بالکل برخلاف ہے ۱۸۶ اور اس روایت کو داؤد بن قیس اور عبد اللہ بن داؤد نے بسند زید سے روایت کیا ہے لیکن اس میں زید کے باپ کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت کی حدیث کی سند میں بعض راویوں

کا سماع بعض سے ثابت نہیں ہے اور ایسی حدیث صحیح نہیں ہو سکتی۔
 امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت سے صحیح روایت وہ ہے
 جو عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ انہوں نے زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قراءت
 کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا امام کے ساتھ کسی طرح کی قراءت نہیں ہے۔
 اور ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے ساتھ ہجر کے ساتھ قراءت نہیں
 ہے۔ اور صحابہ اور تابعین میں سے جتنے بھی لوگوں سے ایسے آثار مروی ہیں اور صحیح ہیں اور
 جن سے منکرین فاتحہ خلف الامام دلیل لیتے ہیں ان سب میں یہ احتمال موجود ہے کہ ان
 کا مطلب یہ ہے کہ ہجر سے قراءت نہ کی جائے اور سورہ فاتحہ کے علاوہ اور قرآن مجید
 نہ پڑھا جائے۔

اور اسی طرح بہت سی احادیث میں یہ تذکرہ موجود ہے اور وہ احادیث صحت
 کے قریب تر ہیں کہ صحابہ آنحضرت کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کیا کرتے تھے اس سے
 ان کو روک دیا اور باقی رہا دل میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا معاملہ تو اس کے متعلق آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا اور جن آٹاؤں میں امام کے پیچھے قراءت کرنے سے
 روکا گیا ہے ان میں فاتحہ کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اور جب تاویل کا احتمال پیدا ہو جائے تو اختلاف کے مقام پر نص ثابت نہیں ہو
 سکتی۔ پھر امام کے پیچھے قراءت کو بالکل چھوڑ دینے کو نص کہنا بالکل باطل ہے۔
 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ قول کہ جس کا امام ہو
 تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ اگر یہ قول ثابت بھی ہو جائے تو آنحضرت
 کا یہ ارشاد کہ "لگرام القرآن"۔ یہ اس جملہ سے مستثنیٰ ہوگی۔ اسی طرح "فاتحہ الكتاب" کا
 جملہ بھی "من کان له امام فقرأه الامام له قراءۃ" سے مستثنیٰ ہوگا اور پھر یہ بھی ملحوظ رہے
 کہ حدیث "من کان له امام" منقطع حدیث ہے۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو بعض صحابہ اور تابعین سے
 قراءت خلف الامام کے بارے میں تشددانہ طور پر بیان کی گئی ہے اگر ان میں سے

کوئی شے ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ امام کے پیچھے بہرے سے قراءت نہ کرے۔

۲۲۵ - حافظ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ یا سند حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا۔ ابو اسحق نے کہا کہ علقمہ بن قیس نے کہا میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔

ابو اسحق کا سماع علقمہ سے ثابت نہیں ہے اگر یہ قول صحیح ثابت بھی ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے پیچھے بہرے سے قراءت نہ کرے کیا تم اس روایت کے الفاظ پر غور نہیں کرتے جو اس حدیث کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا اور خلط اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مقتدی بہرے سے قراءت کرے۔ لہذا ابو اسحق نے قراءت بالجہر کے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں اور ہم بھی مقتدی کی قراءت بالجہر کو نا پسند کرتے ہیں اور اگر علقمہ یہ لفظ نہ کہتے تو بہتر ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لفظ نہ کہے تھے آپ نے صرف اتنا ہی فرمایا تم نے مجھ پر قرآن میں گڑ بڑ پیدا کر دی اور ایسا نہ فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ تمہارے مومنوں میں مٹی بھری جائے یا انکار ڈالے جائیں یا گندگی بھری جائے وغیرہ وغیرہ جیسا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

امام نجاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے تمام ناشائستہ الفاظ کا محمد بن کے طریقہ پر جواب دیا ہے اور فرمایا کہ داؤد بن قیس نے ابن یجاد سے روایت کیا کہ سعد بنی اللہ نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں انکار ڈالے جائیں۔

امام نجاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے اور ابن یجاد غیر معروف آدمی ہے اس کا کہیں نام نہیں آتا۔

اور کسی آدمی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ امام کے پیچھے قراءت کرتے والوں کے منہ میں انکار ڈالنے کو کہے کیونکہ انکار اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اللہ کے عذاب سے عذاب نہ کرو اور کسی کو یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ ان الفاظ کو حضرت سعد کی طرف منسوب کرے کیونکہ روایت مرسل بھی ہے اور ضعیف بھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن حباب نے یا سند عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءت کرے اس کا منہ گندگی سے بھرا جائے۔

یہ روایت مرسل ہے اس سے دلیل نہیں لی جاسکتی اور ابن عون نے اسی سند سے اسود کے ذریعہ گرم پتھر کے الفاظ نقل کر دیے ہیں اور یہ الفاظ اس کے خلاف ہیں اور اسود سے مٹی کے الفاظ بھی منقول ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسے کلام اہل علم کے کلام نہیں ہو سکتے اور اس کے کئی وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ کی لعنت کے ساتھ کسی پر لعنت نہ کرو کسی کو آگ کا عذاب نہ کرو کسی کو اللہ کے عذاب سے عذاب نہ کرو۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر بن خطاب - ابی بن کعب اور خدیفہ رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کے منہ میں انکار یا گندگی یا مٹی بھرنے کی آرزو کرے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے صحیح طور پر کوئی چیز ثابت ہو جائے تو پھر اسود یا اس جیسے لوگوں کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے ابن عباس اور مجاہد نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر آدمی کی بات قبول ہی کی جاسکتی ہے اور دیکھی کی جاسکتی ہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات قبول ہوگی حماد بن سلمہ نے کہا میں پسند کرتا ہوں کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں کھانڈ بھری جائے۔

ابو مریم کہتے ہیں کہ میں نے ابن سعد سے سنا وہ امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے اور کہا کہ خدیفہ رضی اللہ عنہ بھی امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے امام کے پیچھے قراءت نقل کی ہے اور ہم ان کے اقوال کو اس کتاب میں مناسب مقام پر ذکر کر چکے ہیں۔
 امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص علم حدیث سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے اور حدیث کے طرق جانتا ہے کہ کونسے صحیح ہیں اور کون سے غلط اور قوی اور ضعیف سند ہیں امتیاز کر سکتا ہے اور پھر اس میں اللہ کا ڈر ہو اور انصاف کرے تو وہ اقرار کرے گا کہ ان احادیث میں سے عبادہ کی حدیث سے زیادہ صحیح اور کوئی بھی حدیث نہیں ہے۔

۴۴ امام عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو آدمی نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہے۔
 پھر ابوسائب اور عبدالرحمن بن یعقوب کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع حدیث بھی ہے جس میں کوہم پہلے بالفاظہ نقل کر چکے ہیں۔ پھر زرارہ بن ابی اوفی کی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی ہے اور ہم اس کو بھی پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور عمران بن حصین کی روایات سے صرف اتنا ہی قہہ پلتا ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بہ آواز بلند سبحان اللہ کہنا اور اسے پڑھا تو آپ نے اس کو ناپسند کیا اور اصل قراءت کو کسی حدیث میں ناپسند کرنا ثابت نہیں ہوتا۔

اور جس چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا ہے اس کو ہم بھی ناپسند کر سکتے ہیں یعنی قراءت خلف الامام میں آواز کو بلند کرنا اور سورہ فاتحہ کی قراءت عبادہ بن صامت اور ابوہریرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے بلکہ یہ حدیثیں سورہ فاتحہ کی قراءت کے وجود پر دلالت کرتی ہیں خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد اور ان سے ان صحابہ کے طرز عمل کا علم بھی ہوتا ہے جنہوں نے ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ وہ ان سے منفرد، امام اور مقتدی سب پر سورہ فاتحہ کی قراءت واجب

سمجھتے ہیں اور اس ضمن میں عبادہ بن صامت اور ابو ہریرہ کے آثار ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں پھر جو شخص ان کی تفسیر کو چھوڑ دے اور سفیان بن عیینہ کی تفسیر کو قبول کر لے جو کئی سال ان کے بعد پیدا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور مشاہدہ احوال سے محروم تھا اور یہ صحابہ آپ کی صحبت اور مشاہدہ سے فیض یا بھتے وہ اٹھ کر کہے کہ عبادہ بن صامت کی حدیث اکیلے آدمی کے حق میں ہے یا ان احادیث کی کوئی ایسی تاویل اختیار کرے جو ان صحابہ اور فقہاء کی تاویل کے خلاف ہو تو وہ احادیث کے رد و قبول میں اہل علم کا راستہ چھوڑ چکا ہے۔

۱۹۰

اور ہم اس صحابی کی تفسیر کو قبول کرتے ہیں جس نے اس حدیث کو بیان کیا کیونکہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے اور احوال کا مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل ہے اور جب معاملہ فقہاء کی تاویل تک پہنچ جائے تو پھر کسی ایک کے قول کو کسی دوسرے کے قول پر حجت نہیں بنایا جاسکتا۔

اور اگر بالفرض سفیان کی تاویل کو قبول کر لیا جائے تو پھر امام پر بھی نماز میں قرآن پڑھنا واجب نہیں ہو گا کیونکہ وہ اکیلا نماز بغیر پڑھ رہا ہے بلکہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے یعنی منفرد نہیں ہے (اور تم کہتے ہو کہ عبادہ کی حدیث اکیلے کے حق میں ہے)

۳۲۷۔ حافظ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن محمد فقیہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے حافظ ابو موسیٰ رازی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا جو بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جاتی ہے کہ جس کا امام ہو تو اس کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ تو آپ نے فرمایا اس مسئلہ میں ہمارے نزدیک کوئی چیز بھی بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اس مسئلہ (امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے کے متعلق) میں ہمارے مشائخ نے حضرت علی اور ابن مسعود اور دیگر صحابہ کے اقوال پر اعتماد کیا ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو موسیٰ حافظ کا قول بہت پسند آیا واقعی وہ روئے زمین کے اہل رائے میں سے سب سے زیادہ حافظ تھے۔

امام احمد ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود وغیر ہمار ضعی اللہ عنہم سے ان کی قراءت اور امام کے پیچھے دوسروں کو بھی ظہر اور عصر میں قراءت کرنے کا حکم نقل کر چکے ہیں اور عراقی لوگ اس معاملہ میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

اور اسی طرح عراقی لوگ ان حجازی لوگوں کے قول کی مخالفت بھی کرتے ہیں جو بھری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنے سے روکتے ہیں اور سری نمازوں میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قراءت واجب جانتے ہیں اور نمازوں کی اکثر رکعات میں قراءت کے قائل ہیں۔ کیونکہ حجازی عراقیوں سے صبح کی دو رکعتوں اور مغرب اور عشاء کی دو دو رکعتوں میں موافقت کرتے ہیں اور ظہر کی چار رکعتوں اور عصر کی چار رکعتوں اور مغرب کی ایک رکعت اور عشاء کی دو رکعتوں میں ان سے مخالفت ہے تو گویا حجازیوں کا عراقیوں سے اتفاق توکل چھ رکعات میں ہے اور اختلاف دن اور رات کی نمازوں کی گیارہ رکعات میں ہے۔
 (گویا اتفاق کم ہے اور اختلاف زیادہ)

تو اس حساب سے ہمارا قول حجازیوں اور ان کے ہمناؤں کے زیادہ قریب ہے نسبت عراقیوں کے۔

اور وہ جو اہل حجاز امام شافعی کے قدیم قول کی تقلید کی بنا پر قرآن سننے کی نسبت دلیل لاتے ہیں وہ بھی ہمارے قول کے زیادہ قریب ہے نہ کہ عراقیوں کے مذہب کے۔ تو ہم دوسروں کے دلائل کی بنا پر بھی عراقیوں پر غالب رہے۔

اور اس آدمی کی طرف سے اجماع کا دعویٰ جو ان کے قول کو اپنے لیے دلیل سمجھتا ہے ایک فاش غلطی ہے جو کسی عالم آدمی پر محقق نہیں ہے۔

اور جو آدمی محمد بن اسحاق بن لیسا کے ذریعہ سے حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث پر اعتراض کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صحابہ بھری نمازوں میں بھی قراءت کیا کرتے تھے اور آپ کے اس قول پر کہ سورہ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھا کرو کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس کی صحت کی شہادتیں بھی موجود ہیں اور پھر بھی وہ منکرین قراءت کی روایات سے دلیل بکڑے اور ان کو صحیح قرار دے تو حقیقت میں اس کو راویوں کے حالات کی کچھ زیادہ

معرفت نہیں ہے۔

اور محمد بن اسحاق بن لیسار کی روایت زید بن واقد عن ہرثم بن حکیم و کحول عن نافع بن محمود عن عبادة بن الصامت والی حدیث کو معطل قرار دینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث باب اور بیٹے دونوں واسطوں سے محفوظ ہے۔

اور ہم اس روایت کی صحت کے متعلق حفاظ کے اقوال درج کر چکے ہیں اور ہم ان دونوں کی حدیث کے شواہد بھی نقل کر چکے ہیں اور وہ ہے خالد خذاء وغیرہ کی حدیث جو ایک صحابی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا اور اس حدیث میں کچھ زیادت بھی ہے کہ تم میں سے کوئی سورہ فاتحہ اپنے دل میں کیوں نہیں پڑھ لیتا۔

اگر اس مضمون کے متعلق صرف البوقلابہ کی حدیث ہی ہوتی تو وہ بھی حجت تھی کیونکہ اس کی سند صحیح ہے اس کے راوی قوی ہیں اور حدیث مشہور ہے اور صحابی بہر حال ثقہ ہی ہوتا ہے یعنی صحابی کا نام نہ معلوم ہونا کوئی عیب نہیں ہے اور پھر البوقلابہ کی حدیث میں اور اسکے تابع کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان بھی ہے کہ مقتدی فلاں چیز بھی پڑھے اور فلاں نہ پڑھے اور جو چیز امام نہ پڑھے وہ مقتدی بھی نہ پڑھے تو اس میں ہر اس چیز کا عمومی فیصلہ ہے جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔

بعض لوگوں نے علماء کی ایک جماعت سے ترک قراءت خلف الامام کے متعلق اپنے قول کے مطابق ان کا مذہب نقل کر دیا ہے حالانکہ ان لوگوں کی کتابوں میں جنہوں نے فقہاء کے اختلاف کو جمع کیا ہے ان کا مذہب اس کے خلاف لکھا ہوا ہے۔

اور ہم نے اپنے مذہب کے مطابق ان میں سے ایک جماعت کے اقوال نقل کیے ہیں مثلاً عروہ بن زبیر اور سعید بن جبیر وغیرہما تابعین میں سے اور فقہاء میں سے اوزاعی وغیرہ اور بعض کے اقوال ہم نے امام شافعی کے قدیم مذہب کے مطابق نقل کیے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص نے اپنے مذہب کے مطابق اجماع کا دعویٰ کیسے کر دیا ہے حالانکہ ان کا مذہب اس کے غیر کی روایت میں اس کے مذہب کے خلاف ہے۔

یا پھر اس شخص کو کیسے براءت ہوئی کہ اس نے اس مضمون کی صحیح احادیث کو کمزور

احادیث کی بنا پر کیسے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اسے حدیث کی معرفت کا دعویٰ بھی ہے۔
یا اس نے حضرت عبادہ اور ابو ہریرہ کی احادیث کو جو کہ سورہ فاتحہ کی قراءت کو واجب
قرار دیتی ہیں سفیان بن عیینہ کی تاویل پر کیسے محمول کر دیا کہ یہ منفرد کے لیے ہیں حالانکہ حدیث
سے نہ تو منفرد پر فاتحہ پڑھنا واجب ثابت ہوتا ہے نہ کسی دوسرے پر یعنی کسی کا نام نہیں
لیا ہے)

اور سفیان بن عیینہ کے قول سے منفرد پر قراءت فاتحہ کا پڑھنا واجب معلوم ہوتا ہے
اور ظاہر احادیث سے تمام پر سورہ فاتحہ کی قراءت واجب معلوم ہوتی ہے۔
تو اس نے تعین کے ترک میں یہ عذر پیش کیا ہے کہ اس سے قرآن کا نسخ حدیث سے
ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ قرآن سے جو عیسر ہو وہ پڑھو۔ تعین فاتحہ کا نابع
ہے اور خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کا نسخ جائز نہیں ہے۔

حالانکہ یہ اس مدعی کی اصول علم سے بہالت ہے کیونکہ آیت کا نزول وجوب قیام کے
تسخ کے لیے ہے جس کو ابتدائے سورت میں رات کو واجب کیا گیا تھا اس آیت سے
جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا قیام کر دیا گیا اور یہ مسئلہ اہل علم میں مشہور و معروف ہے اور ہم نے
اور مقام پر اس کے متعلق احادیث کو جمع کیا ہے۔

۴۸۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس کے پیچھے بصرہ میں
نماز پڑھی آپ نے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھی اور پھر سورہ بقرہ کی پہلی آیت پڑھی پھر
آپ دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو الحمد پڑھنے کے بعد سورہ بقرہ کی دوسری آیت
پڑھی پھر رکوع کیا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم پر متوجہ ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتے
میں قرآن سے جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھو۔

علی دارقطنی فرماتے ہیں اس کی سند اچھی ہے اور اس حدیث میں اس آدمی کے لیے
حجت ہے جو یہ کہتا ہے کہ فاقدوا ما تیسر منہ (جو اس سے آسان ہو پڑھو) گایہ
مطلب ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھو واللہ اعلم
بہر اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ جتنا آسان ہو اس سے پڑھو۔ ایک جملہ ہے جو ایک

آیت یا اس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدا کی کتاب کا مطلب بیان کرنے پر نامور ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تاکہ تو لوگوں کے لیے بیان کرے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ کہ قافر و انا تیسرے مرتبہ دہننا آسانی سے پڑھ سکو پڑھو سے مراد یہ ہے کہ جو آدمی الحمد شریف نہ پڑھے اس کی کتاب نہیں ہوتی۔ پس آپ کی تفسیر کی طرف رجوع واجب ہوا۔

جیسا کہ دجج یا عمرہ کے احرام میں کسی تکلیف سے مرمتڈانے پر فدیہ کے متعلق فرمایا "پس فدیہ سے روزے سے یا صدقہ سے یا قربانی سے"۔

اور روزہ کا نام ایک دن کے روزہ پر بھی آسکتا ہے اور زیادہ پر بھی پھر صاحب شریعت نے بیان کیا کہ اس سے مراد تین دن کے روزے ہیں اور صدقے کا لفظ ایک کھجور پر بھی بولا جاسکتا ہے اور زیادہ پر بھی جو کسی مسکین کو دیدیا جائے سو صاحب شریعت نے بیان کیا کہ اس کی مقدار تین ٹو پے ہے جو چھ مسکینوں پر تقسیم کئے جائیں۔ اور لسنک (قربانی) کا لفظ ہر ایک خون پر یا ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس سے نیکی مقصود ہو پھر صاحب شریعت نے اس کی تعین کر دی کہ اس سے مراد کم از کم ایک بکرہ یا کا ذبح کرنا ہے۔

اور حج تمتع یا احصار کی صورت میں قربانی کے متعلق فرمایا کہ جو قربانی تیسرے ہو" اور ہدی (قربانی) کا لفظ ایک مرغی پر بھی بولا جاتا ہے اور اٹڈے پر بھی اور اس کی دلیل حدیث جمعہ ہے اور دوسری دلیل اس کا لغوی اشتقاق ہے کہ وہ ہدیہ سے مشتق ہے اور ہدیہ ہر چیز پر بولا جاسکتا ہے تو پھر جس کا قول محبت ہے اس نے بیان کیا کہ صاحب شریعت من الہدی (جو قربانی تیسرے ہو) سے ایک بکرہ مراد ہے تو اس کے قول کی طرف رجوع واجب ہوا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف)

اور اتنی بات سے کتاب اللہ کا نسخ حدیث سے ثابت نہیں ہو جاتا اور قرآن مجید میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں جن کے تذکرہ سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور جو مثالیں ہم بیان کر چکے ہیں عقلمندوں کے لیے یہی کافی ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور ہم اللہ کی توفیق اور عصمت سے ہر اس پیکرِ حکم دیتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔ ہم قرآن مجید کی رو سے تو یہ کہتے ہیں کہ نمازی اپنی نماز میں جتنا قرآن پڑھ سکیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں پڑھے کیونکہ آپ نے حدیث (مسئی الصلوٰۃ) میں ایک رکعت میں قراءت تا تیسر من القرآن کا حکم دے کر فرمایا پھر اپنی ساری نماز (یعنی ہر رکعت) میں اسی طرح کرتا جا۔

اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ صاحب شریعت کے قول کے مطابق قراءت سے مراد سورہ فاتحہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر سورہ فاتحہ ہی کا نام نماز رکھا ہے کیونکہ یہ ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے اور ہم عبادہ بن صامت اور ابو ہریرہ کی حدیث کے مطابق کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ امام، مقتدی اور منقرد سب پر واجب ہے اور حضرت عبادہ ہی کی دوسری حدیث کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ مقتدی سورہ فاتحہ سے آگے نہ پڑھے۔

اور ہم کتاب اللہ کی رو سے امام کی قراءت سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیتے ہیں اور صحیح سنت کے مطابق سورہ فاتحہ کی چہری قراءت اور اس کے علاوہ دوسری سورہ کی قراءت سے ممانعت کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ سکتا امام میں سورہ فاتحہ کی قراءت کہے تاکہ امام کی قراءت کو اچھی طرح سے سن سکے۔

اور یہ صاحب کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو کہ جس کا امام ہو تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے یا امام کا قراءت میں جہر کرنا مقتدی کا جہر کرنا ہے اب اس کو امام کے ساتھ جہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جن نمازوں میں امام جہر سے قراءت کرتا ہے یا امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے جب کہ امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور اس کے ساتھ قیام کا موقع نہ مل سکے اور جو آدمی آیات اور احادیث دونوں پر عمل کرے وہ بہر حال اس آدمی سے بہتر ہے جو

بعض پر عمل کرے اور بعض کو چھوڑ دے۔ سو اللہ تعالیٰ کیلئے بیشمار تعریف ہے کہ اس نے ہمیں سب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا بیشمار شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ میں نے ابو الحسن حاکمی فقیہ سے سنا اس نے کہا کہ میں نے ابو زید فقیہ مروری سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ان نول میں ما جان دہر کے نخلے علاقہ میں تھا کہ آپ قبلہ کی دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور میں ابو الفضل حدادی آپ کے سامنے بیٹھے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کی طرف سے منسوب کیے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ سورۃ الحمد پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ کیا جو کچھ آپ سے منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے ابو الفضل حدادی سے (خواب ہی میں) کہا اب بچ کر رہنا اگر تو نے اب مخالفت کی تو کافر ہو جائے گا۔ تو کہا کرتا تھا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے بالمشافہ بیان کر رہے ہیں۔

فصل قیاسات کے بیان میں

ہم سے ہمارے شیخ امام ابو القحح ناصر بن حسین العمری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ امام ابو الطیب سہل بن محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ آپ نے کہا اس مسئلہ میں جن قیاسات سے دلیل لی گئی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ اگر مقتدی مسبوق ہو تو اس پر وہی چیزیں لازم ہوں گی جو کہ امام کے پیچھے اس پر لازم تھیں جیسے کہ اعمال نماز اور جو چیزیں منفرد پر فرض ہوں گی وہ تمام کی تمام مقتدی پر بھی فرض رہیں گی جیسے کہ اعمال نماز اور اگر مقتدی مسبوق رکوع کی حالت میں اپنے امام کو پلٹے تو جو کچھ اس پر اس رکعت میں لازم ہو گا وہی کچھ ساکت کی دوسری رکعت میں بھی فرض ہو گا اور یہ اس پر قیاس

کیا گیا ہے کہ جو صبح کی نماز میں اپنے امام کو پہلی رکعت میں پالے وہ اسی طرح ہے جو دوسری رکعت میں امام کے ساتھ آکر شامل ہو اور یہ کہ جماعت کی فضیلت اور اس کے موقعہ کو پالینا قراءت کے فریضہ کو اس کے مقام سے ساقط نہیں کر سکتا۔ اور اس کی دلیل مسلوب ہے جو اپنی بقایا نماز میں متفرد ہے اس سے معلوم ہوا کہ قراءت کا فریضہ جماعت کے رکن یا جمعہ کے رکن سے امام کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا اور ہمارے عراقی بھائیوں کی اس مسئلہ میں کچھ گفتگو ہے۔

ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز کے ارکان میں سے کوئی رکن جس کا محل مقتدی امام کے ساتھ پالے تو ضروری ہے کہ اقتدا کی وجہ سے وہ فرض ساقط نہیں ہوگا جیسے رکوع اور سجدہ اور قیام وغیرہ اور ہر وہ آدمی جس پر انفرادی حالت میں قراءت لازم ہے جائز ہے کہ اس پر جماعت کی حالت میں بھی وہ لازم ہو یا اس پر لازم ہو جبکہ اس کو جماعت میں اس کی قدرت ہو جیسے امام اور اس لیے بھی کہ ہر وہ شخص جس کی نماز قدرت کے باوجود قراءت سے خالی ہو وہ نماز شمار نہیں کی جائے گی منفرد پر قیاس کہتے ہوئے کہ جب وہ بغیر قراءت کے نماز پڑھے اور اس لیے بھی کہ قراءت امام کی نماز کی صحت کے لیے شرط بیان کی گئی ہے تو لازمی ہے کہ وہ مقتدی کی نماز کی صحت کے لیے بھی شرط قرار دی جائے جبکہ اس کا امکان ہو جیسے تکبیر وغیرہ۔

ہمارے بعض اصحاب اس کو (یعنی فاتحہ کو) نماز کے اذکار میں سے ایک ذکر شمار کرتے ہیں جس پر مقتدی کو قدرت حاصل ہے تو اس صورت میں یہ امام اور منفرد کے ساتھ خاص نہیں ہوگی۔

۱۹۶- میں نے امام محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں پڑھ لیا ہے کہ جو آدمی اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں ان سے سوال کیا جائے گا کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے اور تم بھی اس پر متفق ہو کہ امام قوم کے فرض کو نہیں اٹھا سکتا پھر تم یہ بھی کہتے ہو کہ قراءت فرض ہے اور اس فرض کو امام اپنی قوم (مقتدیوں) سے اٹھا لیتا ہے خواہ وہ پھر سے قراءت کرے یا آہستہ اور امام تو مقتدی سے سنت بھی نہیں اٹھا سکتا مثلاً شام تہیجات اور التہیات

دیگرہ تو اس صورت میں تم نے فرض کو سنت سے بھی ہلکا کر دیا اور تمہارے نزدیک صحیح قیاس
یہ تھا کہ فرض کو نفل پر قیاس نہ کیا جائے اور فرض کو نفل سے ہلکا نہ بنایا جائے اور قیاس
یہ تھا کہ فرض یا فرض کی فرع کو فرض ہی پر قیاس کیا جائے جبکہ وہ اس کی طرح ہو اگر تم لوگ
قرأت کو رکوع سجود اور تشہد پر قیاس کرتے تو یہ بہتر ہوتا کیونکہ وہ سب فرض میں اس کے
باوجود تم نے ایک فرض میں اختلاف کیا حالانکہ قیاس کی رو سے بہتر یہ تھا کہ فرض کو فرض
یا فرع فرض پر قیاس کیا جاتا۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جب مقتدی امام کو رکوع کی
حالت میں پاٹے کیونکہ ان کے نزدیک بھی مقتدی رکوع کی حالت میں اس وقت تک
رکعت پانے والا شمار نہیں ہوتا جب تک کہ قیام کا کچھ حصہ نہ پاٹے اور قرأت نہ کرے
اس کو حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ مقتدی جب تک امام کو قیام کی حالت میں
نہ پاٹے اس کی رکعت نہ ہوگی اور ابو ہریرہ کی ایک اور حدیث میں ہے جب تو قوم کو
رکوع کی حالت میں پاٹے تو اس رکعت کو شمار نہ کرے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو سعید اور حضرت عائشہ کا قول ہے کہ جب تک
کوئی تم میں سے الحمد شریف نہ پڑھے رکوع نہ کرے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو قتادہ، انس اور ابو ہریرہ بنی صلی اللہ علیہ
وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے آؤ تو جو تم کو
امام کے ساتھ مل جائے وہ پڑھ لو اور جو رہ چکا ہے اس کو پورا کر لو اور کہا کہ جس سے
فرض قرأت اور قیام رہ جائے اس پر لازم ہے کہ اس کو پورا کرے جیسا کہ بنی صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن ابی سلیمان مدنی اور یحییٰ بن حمید کی حدیث
کو ضعیف کہا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رکوع پالینے سے رکعت مل جاتی ہے
اور میں نے حافظ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ کہتے تھے کہ میں نے
ابو بکر احمد بن اسحاق بن ایوب القصبی سے سنا وہ اس مسئلہ میں فتویٰ دیتے تھے

کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت نہیں ہوتی۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رکوع میں شامل ہو جانے سے رکعت کے مل جانے کا فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ اس کے متعلق حضرت ابو بکر، زید بن ثابت، ابن مسعود، ابن عمر اور ابن زبیر کے آثار موجود ہیں اور اس بارے میں ہم نے ابو بکر کی حدیث بھی بیان کر دی ہے اور مرسل روایتیں بھی بیان کی ہیں۔

۱۹۷۔ اور رکوع میں شامل ہونے سے رکعت کے مل جانے پر نزدیک قراءت کے لیے استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ (جن لوگوں کے نزدیک رکوع میں شامل ہونے سے رکعت مل جاتی ہے ان کے نزدیک بھی) یہ رخصت ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا یہی مطلب ہے۔

اور لگتا ہے کہ اس مسئلہ (رکوع میں شامل ہونے سے رکعت کے مل جانے پر اجماع بھی ہوتا تو بھی صورت عام حکم سے مستثنیٰ ہوتی اور پھر اس پر اجماع بھی نہیں ہے۔

اور پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ان کے نزدیک رکوع میں شامل ہونے سے قیام بھی تو ساقط ہو جاتا ہے (حالانکہ وہ قیام کو فرض تسلیم کرتے ہیں) اور اتنا قیام جس میں آدمی صرف تکبیر ہی کہہ سکے۔ یہ قیام وہ نہیں ہے جو محل قراءت ہے۔

پھر رکوع میں شامل ہونے سے امام مقتدی کے قیام کا محمل بھی تو نہیں ہوتا اسی طرح رکوع پانے سے اس سے قراءت بھی ساقط نہیں ہوگی۔

اور اسی طرح رکوع پانے سے اس سے قراءت بھی ساقط نہیں ہوگی اور اسی طرح جب قراءت کا وقت مل جائے تو بھی امام مقتدی سے قراءت کا محمل نہیں ہوگا۔

اس کو آسان لفظوں میں یوں کہو جب مقتدی رکوع میں شامل ہو تو اس نے محل قراءت ہی نہ پایا تو اس پر قراءت لازم نہ ہوئی اور جب امام کو قیام کی حالت میں پانے کا تو اس نے محل قراءت کو پایا اس صورت میں اس پر قراءت لازم ہوگی۔

اور یہ قول کہ ”اگر قراءت کا فرض جماعت میں بھی ہر نمازی پر باقی رہتا ہے تو

پھر جماعت کی فضیلت کیا ہوئی؟

یہ کلام ایسے آدمی کا ہو سکتا ہے جس میں کوئی عقل نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص امام کو آخری رکعت کے رکوع میں پائے اسکو بھی جماعت کی فضیلت مل جائے گی اور جو نماز کہ اس کی رہ گئی ہے اس کی قراءت اس کے ذمہ باقی رہے گی اور جو آخری تشهد میں آکر جماعت میں شامل ہوگا تکبیر تحریر یہ کہے گا اور اقتدا کی نیت کرے گا اور امام کے ساتھ بیٹھ جائے گا پھر جب امام سلام پھیرے گا تو وہ اپنی نماز کی قضا کے لیے اٹھے گا اور ساری نماز میں قراءت کا فرض اس کے ذمہ باقی رہے گا حالانکہ اس کو جماعت کی فضیلت مل چکی ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق صاحب شریعت کی حدیث موجود ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جماعت یا سنت ہے یا فرض کفایہ ہے اور قراءت فرض عین ہے تو فرض عین کا چھوڑنا اس چیز کی وجہ سے جو مرتبہ میں اس سے کمتر ہے بغیر ضرورت کے جائز نہیں ہوگا۔

پھر مقتدی اپنے امام کے ساتھ نماز کے تمام اذکار اور افعال میں شریک ہوتا ہے اور جماعت اس میں کوئی اثر نہیں کرتی۔ اسی طرح مقتدی امام کے ساتھ قراءت میں بھی شریک ہوگا اور اگر اس نے محل قراءت کو پالیا تو جماعت اس میں کوئی اثر نہ کرے گی۔

اور جو آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ جماعت اور افراد کی حالت کی نماز میں صرف یہ فرق ہے کہ مقتدی سے قراءت ساقط ہو جاتی ہے۔ تو اس کا یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ اس کی نماز میں بہت سی باتوں میں فرق پڑے گا مثلاً مقتدی اقتدا کی نیت کرے گا۔ مقتدی امام کی پیردی کرے گا اور اقتدا اور ترتیب کی رعایت کرے گا تمام اذکار میں اور ارکان میں خواہ وہ فرض ہوں یا تفل۔

پھر مقتدی جہر سے قراءت نہیں کرے گا۔ سورۃ نہیں پڑھے گا اور رکوع میں شامل ہونے سے قیام اور قراءت نہیں کرے گا۔ سجدہ سہو جبکہ اس کی اپنی غلطی سے ہو چھوڑ دے گا۔ نماز کی رکعات کی تعداد کو محض نظر رکھنے کا کام اس سے ساقط ہوگا اور قراءت کی کیفیت میں مقتدی پر اثر پڑے گا۔ لیکن قراءت کے اصل پر اثر نہیں ہوگا۔

۱۹۸۔ اور اس لیے بھی کہ ان کے نزدیک منفرد کے لیے قراءت میں اختفاء سنت
ہے اور جماعت نے اس پر اثر نہیں کیا۔ البتہ ہمارے نزدیک جماعت نے
قراءت کی کیفیت میں ضرور اثر کیا ہے تاکہ مقتدی کی قراءت بالجہر امام سے
سے منازعت اور مخالفت نہ کرے اور پھر امام کی حالت مقتدیوں جیسی نہیں ہے۔
کیونکہ امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی بعض اوقات بہت زیادہ ہوتے ہیں اگر ہر
ایک جہر سے قراءت کرے گا تو امام سے بھی منازعت ہوگی اور بعض کی قراءت
بعض میں بھی خلجان پیدا کرے گی۔

اور پھر جہر سے قراءت کرتا اور اس کی سیئت کذائی دونوں سنت میں فرض نہیں
ہیں یہ تو امام مقتدی سے اٹھائے گا لیکن فرض نہیں اٹھائے گا جیسے سجدہ سہو سنت
ہے وہ امام مقتدی سے اٹھا لیتا ہے لیکن رکوع اور سجدہ واجب ہیں وہ نہیں
اٹھا سکتا۔

اگر اس کو سجدہ سہو پر قیاس کریں تو ہم کہیں گے سجدہ سہو کا واجب نہیں ہے اور
امام کی متابعت فرض ہے اور قراءت واجب ہے تو اس کا امکان ہوتے ہوئے
اس کو چھوڑنا جائز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ امام کی متابعت اور دوسرے تمام واجبات
نہیں چھوڑے جاسکتے۔

اور پھر امام پر اپنی سہو کا سجدہ لازم ہے تو جائز ہے کہ مقتدی کی سہو کا سجدہ امام برداشت
کرے اور ہنورہ فاتحہ کے علاوہ) امام پر قراءت لازم نہیں ہے اور نہ ہی مقتدی پر لازم
ہوگی کہ امام اس سے اس کا تحمل کرے۔

اور اگر اس کو سورۃ کی قراءت پر قیاس کیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے دو جواب
ہیں ایک یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ کی قراءت کرے گا اور اگر ہم یہ بھی کہہ دیں کہ قراءت
نہیں کرے گا تو اس لیے کہ امامت افراد کی سنت میں تو اثر کرے گی اور افراد کے فرض میں
موثر نہیں ہوگی جیسا کہ امامت سجدہ سہو میں تو موثر ہے لیکن اصل سجدہ میں موثر نہیں
ہے۔

اگر امی دان پڑھم قاری کی امامت کرانے تو دو قولوں میں سے ایک قول کے مطابق ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور اگر ہم اس کو جائز نہ بھی کہیں تو اس کی وجہ اس کا نقص ہے یہ وجہ نہیں کہ وہ اس سے قراءت برداشت نہیں کر سکتا یہ ایسا ہی نقص ہے جیسا کہ عورت ہوتا نقص ہے اور جیسے کہتے ہیں کہ کھڑا ہونے والا اشارے والے کی اقتداء نہ کرے اور لباس والا تنگے کی اقتداء نہ کرے اگرچہ وہ مقتدی سے قیام اور لباس کا تحمل نہیں کر سکتے اور اس لیے بھی کہ قاری جب امی کی اقتداء کرے گا تو امی کی نماز بھی ان کے نزدیک ایسی ہی ہوگی اگرچہ مقتدی امام سے کسی چیز کا تحمل نہیں ہو سکتا۔

۱۹۹۔ اگر یہ کہا جائے کہ قراءت ایک لمبا ذکر ہے جو نماز کی صحت کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے۔ لہذا یہ مقتدی پر واجب نہیں ہوگا جیسے کہ جمعہ کا خطبہ (مقتدی پر واجب نہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے نزدیک تو قراءت لمبا ذکر نہیں ہے کیونکہ وہ ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اور اسی طرح خطبہ بھی تمہارے نزدیک لمبا ذکر نہیں کیونکہ تمہارے نزدیک ایک تسبیح یا تحمید سے وہ ادا ہو جاتا ہے پس اس کی یہ صفت (لمبا ہونا) اصل اور فرع دونوں میں صحیح نہیں ہے اور اگر اعلیٰ کو مقتدی چھوڑ دیں تو پھر بھی علت (سبب) تکبیر تحریمیہ سے باطل ہو جائے گی۔

پھر خطبہ منفرد پر واجب نہیں ہے لہذا مقتدی پر بھی واجب نہیں ہوگا اور قراءت منفرد پر بھی واجب ہے لہذا وہ مقتدی پر بھی قراءت ہوتے واجب رہے گی۔

اور پھر یہ وجہ بھی ہے کہ مقتدی خطبہ کے افعال میں امام کے ساتھ مشارک نہیں ہے لہذا وہ اس کے اذکار میں بھی شریک نہیں ہوگا اور نماز میں مقتدی امام کے ساتھ شریک ہوتا ہے لہذا مقتدی نماز کے افعال قیام وغیرہ میں بھی شریک ہوگا اور قدرت ہوتے قیام کے اذکار میں بھی شریک ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب وہ قبادشاہ کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو ایک ہی آدمی کلام کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باطل ہے مقتدی تکبیر کہتا ہے

تسبیہ پڑھتا ہے اور نماز کے تمام ادکار میں شریک ہوتا ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی آدمی کی بات سنتے سے کسی دوسرے کی بات مانع نہیں ہو سکتی اور آدمی کی حالت اس کے برخلاف ہے۔

اور اگر ترجیح کو دیکھا جائے تو نماز کے معاملہ میں ترجیح اور احتیاط اس کی طرف ہے جو قراءت خلف الامام کو واجب کہتا ہے۔ کیونکہ جو واجب کہتا ہے وہ کہتا ہے کہ جو قراءت خلف الامام نہ کرے وہ نماز دوبارہ پڑھے اور جو اس کو واجب نہیں کہتے وہ اس آدمی کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیتے جو قراءت خلف الامام کرتا ہے۔

اور یہ بھی قابل غور ہے کہ قراءت میں اصل وجوب ہے پس جو شخص مقتدی کے لیے قراءت واجب کہتا ہے اس نے اصل کے مطابق حکم دیا اور جو مقتدی سے قراءت ساقط کرتا ہے تو وہ دلیل کا محتاج ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ نماز میں اصل یہ ہے کہ اس میں نیابت جائز نہیں ہے اور دوسرا کوئی شخص کسی آدمی کی طرف سے اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پھر جو شخص نماز کے ارکان میں سے کسی رکن کے متعلق کہے کہ اس میں نیابت جائز ہے تو اس نے اصل نماز کا خلاف کیا۔

اور پھر یہ بھی کہ عبادات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جن میں نیابت جائز نہیں ہے جیسے طہارت اور نماز وغیرہ اور ایک قول کے مطابق روزہ بھی۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس میں نیابت جائز ہے جیسے حج اور عمرہ اور زکوٰۃ اور ایک قول کے مطابق روزہ تو قراءت اصل نماز اور طہارت کے زیادہ مشابہ ہے لہذا اس میں بھی نیابت جائز نہیں ہوگی۔

اور پھر جن عبادات میں مال خرچ ہوتا ہے ان میں نیابت جائز ہے اور جن میں مال خرچ نہیں ہوتا ان میں نیابت جائز نہیں ہے اور قراءت میں مال کا کوئی دخل نہیں ہے۔

پھر وہ عبادتیں جن میں نیابت کو دخل ہے ان میں کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی
 کی طرف سے نیابتاً وہ عبادت ادا کرتا ہے اور وہ عبادت مفعول عنہ کی طرف سے
 سمجھی جاتی ہے نہ کہ فاعل کی طرف سے اور تم قراءت کو امام اور مقتدی دونوں میں مشترک
 سمجھتے ہو اور یہ اصول کے خلاف ہے۔ **وَاللّٰهُ التَّوْفِیْق**
اللّٰهُ کی مدد اور حسن توفیق سے یہ کتاب ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ ہمارے
 سردار محمد اور ان کی آل اور صحابہ کرام پر بے شمار رحمتیں اور سلام نازل فرمائے۔

مجاہدین یاغستان کا آخری دور

یعنی

سوانح حیات مولانا فضل الہی صاحب (مرحوم)

دامیر المجاہدین ہند سلسلہ چمکنڈ آزاد یاغستان

مع مکتوبات حضرت صاحب

جس میں حضرت صاحب کی سوانح کے علاوہ تمام واقعات یاغستان وغیرہ

اور پوری تحریک مجاہدین کا تذکرہ آجاتا ہے۔

- ۱۵ روپے

قیمت حصہ اول (سوانح حیات)

دوسرا حصہ

بنام "گوائفٹ یاغستان" خود نوشت حضرت مولانا فضل الہی

صاحب جس میں تمام علاقہ کی قومیں، قبائل، بھڑگے، تاریخ و جغرافیہ وغیرہ درج

ہے (زیر طبع)

- ۱۵ روپے

قیمت (مجلد)

ملنے کا پتہ

ادارہ "ہیاء السنہ" گھر جاگہ - ضلع گوجرانوالہ

تلخیص سُئِلَ السَّلَام

ترجمہ و شرح

یلوغ المہرام

(از محمد سلیمان کیلانی عفی عنہ)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نادرہ روزگار کتاب میں صرف وہ احادیث درج کی ہیں جن سے مسائل و احکام کا استنباط کیا گیا ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شریعت میں احکام کا حصہ ہی مقصود بالذات ہے اس کی شرح کرتے وقت سبیل السلام کے علاوہ مسکات الختام کو بھی زیر نظر رکھا گیا ہے۔ ترجمہ با محاورہ اور سلیس ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ

قیمت (مجلد عمدہ گر دپوش دیدہ زیب) - ۱۲/ روپے

(۱) ادارہ ایحاء السنہ گھر جاگھ۔ ضلع گوجرانوالہ
ملنے کا پتہ

(۲) سکول بک ڈپو۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

جزء القراءت

(عربی مع ترجمہ و حاشیہ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جو دقت نظر اللہ تبارک و تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسے ہر وہ آدمی جانتا ہے جس کو صحیح بخاری سمجھنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہو۔ یہ سالہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث صحیحہ مرفوعہ و آثار صحابہ کو سامنے رکھ کر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور لازماً پڑھنا ثابت کیا ہے۔ استدلال میں مناسبت کا انتخاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا خاص حصہ ہے اس کے متعلق جو رنگ صحیح بخاری میں نظر آتا ہے وہی رنگ جزء القراءت میں بھی ہے۔

لہذا

مولانا خالد صاحب گھر جا کھی نے اس کا نہایت سلیس ترجمہ لکھا اور چونکہ ان تمام خوبیوں کو صرف ترجمہ میں بیان کرنا ممکن نہ تھا جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں ودیعت کی ہیں تو آپ نے ساتھ ہی فٹ نوٹ میں انکو بھی واضح کر دیا ہے

متزجم ۳۰۵۰ روپے

قیمت

۲- روپے

ملنے کا پتہ

قیمت معری

ادارہ احیاء السنۃ گھر جا کھ۔ (گوپرا ٹوالہ)

دوسرا السنی

مِنْ مَنَاجِجِ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ

شیخ الاسلام تقی الدین امام احمد بن تیمیہ حرانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب شیعہ، معتزلہ اور قدریہ فرقوں کی گمراہیوں کو بے نقاب کرنے میں لاجواب ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شیعہ عالم نے ایک کتاب بنام "منہاج الکرامہ" لکھی جس میں صحابہ کرام کے متعلق نازیبا الفاظ لکھے اور بڑے عم خولیش بعض شیعہ مخصوص مسائل کو فیصلہ کن انداز میں پیش کیا۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس کتاب میں "منہاج الکرامہ" کے بودے استدلال کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ یہ کتاب اس پایہ کی لکھی گئی کہ پہلے پہل علامہ ذہبی نے اس کی مہینج و تہذیب کی طرف توجہ فرمائی۔ پھر اس کے بعد علامہ محب الدین خطیب نے اس پر حواشی لکھے۔ اور پھر علامہ پروفیسر غلام احمد حریری نے اسکا ترجمہ کیا۔ فہمٹا بے شمار علمی مسائل زیر بحث آگئے ہیں اور امام ابن تیمیہ کے بیان کا انداز ایسا ہے کہ تمام گمراہ فرقوں کی تردید خود بخود ہوتی جاتی ہے۔

۲۱۷ روپے

قیمت

ملنے کا پتہ

ادارہ "احیاء السنۃ" گھر جاگھ۔ رگوہر انوالہ

سُنَن اَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

امام ابو عبد اللہ محمد بن زید بن راجہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مشہور عالم کتاب اپنی صحت روایت کی بنا پر صحاح ستہ میں شمار ہوئی۔ اہل حدیث نبوی کا یہ مجموعہ چونکہ مدت تک شارحین کی توجہ کا محتاج رہا اس لیے اس کے تراجم اور شرح بہت ہی کم دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ادارہ "احیاء السنن" نے مولوی محمد سلیمان صاحب کیلانی سے اس کا ترجمہ کرایا۔ مترجم نے جا بجا اس پر حواشی لکھے جس سے کتاب کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور ادارہ نے اس کی ترتیب ایسے دل نشین انداز سے تجویز کی ہے جس سے کتاب کی خوبصورتی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ اوپر چند ایک سطور میں متن کی عبارت دی گئی ہے اس کے نیچے ترجمہ کی سطور ہیں اور اس کے نیچے حواشی دیے گئے ہیں۔ مکمل کتاب تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے

۴۱- روپے	حصہ اول	قیمت مجلد
۱۵- روپے	حصہ دوم	قیمت مجلد
۱۲- روپے	حصہ سوم	قیمت مجلد

ملنے کا پتہ

ادارہ احیاء السنن گھر جاکھ رکوچرا نوالہ

کتاب القراءت

(عربی)

زیر نظر کتاب اسی کتاب القراءت کا ترجمہ ہے۔ اس سے اصل کتاب کا مضمون عیاں ہے۔ امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں فاتحہ خلف الامام کے وجوب کو بہہ وجوہ مکمل کیا ہے اس مضمون کے متعلق مرفوع احادیث اور اقوال صحابہ و تابعین و محدثین کرام کی بحث و تخیص کا جتنا ذخیرہ آپ کو اس کتاب میں ملے گا اور کہیں نہ مل سکے گا۔ پھر لطف یہ ہے کہ کتاب کو عقلی بحث سے بھی مزین فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام بیہقی کی یہ کتاب اس موضوع کی آخری کتاب ہے۔

- ۶ روپے

قیمت

ملنے کا پتہ

ادارہ "احیاء السنہ"

گھر جاگہ رگوجرائوالہ

کتاب

القرآن خلف الامام
تصنيف

امام ابو بكر محمد بن حسين بن علي البیهقي ۴۵۸

ترجمہ
خالد گھر جاگھی

ادارہ اچھا ایشیہ

گھر جاگھی ضلع کوہرا نوالہ

